اسماء الرسول ﷺ
پیارے رسول ﷺ کے پیارے نام
محمد ﷺ
محمد ایوب سپرا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

نام کتاب: اسماء الرسول ﷺ (پیارے رسول کے پیارے نام)

مؤلف: محمد ایوب سپرا ابن محمد یونس کیلانی

مراجعہ و تصحیح: محمد اقبال عبد العزیز

کمپوزنگ: نجم المجید محمد ادریس

زیر اہتمام: حافظ حسن ایوب

اشاعت: اوّل (اکتوبر 2003)

مقام اشاعت: الریاض سعودی عرب

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر
سبرا، محمد أيوب
اسماء الرسول صلى الله عليه و سلم - اردو / محمد أيوب سبرا
- الرياض، ١٤٢٤ هـ
٢٤٠ ص : ٢١ سم
ردمك: ٦-٣٤-٨٩٧-٩٩٦٠
١- الشمائل المحمدية ٢- السيرة النبوية ٣- اسماء الاشخاص
أ. العنوان
ديوي ٦, ٢٣٩ ١٤٢٤/٥٢١١
رقم الإيداع: ١٤٢٤/٥٢١١
ردمك: ٦-٣٤-٨٩٧-٩٩٦٠

ڈسٹری بیوٹرز
مکتبہ دار السلام
شارع امیر عبداللہ بن جلوی (سابقہ الضباب سٹریٹ)
ص ب 22743 الریاض 11416 سعودی عرب
فون: 4033962 فیکس: 4021659

اَسماءُ الرسُول (صلی اللہ علیہ وسلم)

(پیارے رسول کے پیارے نام)

تالیف

محمد ایوب سپرا

نظر ثانی

محمد اقبال عبد العزیز

سُبُلُ السّلام

452 کینٹ بازار کراچی فون:4576376

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر

مقدمۃ المؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ' وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَصَحْبِہٖ أَجْمَعِیْن . أَمَّابَعْدُ:

محسن انسانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی نہ صرف تمام مسلمانوں کے ہاں نہایت مقدس اور عزت و احترام والا ہے بلکہ تمام مخلوقات میں اس اسم کو نہایت افضل و اکمل جانا اور توقیر کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ اہل ایمان نے جس قدر اس اسم گرامی کی توقیر کی وہ تو اظہر من الشمس ہے' دوسرے مذاہب والوں نے بھی اس نام کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ پکارا اور نظریاتی مخالفت کے باوجود اس میں کوئی بگاڑ پیدا نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی مقامات پر مخاطب فرمایا لیکن جب بھی آپ کا ذکرِ خیر آیا' اکثر کسی صفاتی نام سے پکارے گئے۔ جیسے اے رسول' اے نبی' اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے' اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے وغیرہ' یہ اللہ تعالیٰ کی خاص محبت و شفقت ہے اپنے اُس بندے اور رسول کے ساتھ جس کا ذکرِ خیر ہم اس کتاب میں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو صراحتاً حکم دیا کہ ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نام لے کر نہ پکارا جائے جس طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ مثلاً یہ نہ کہا جائے: 'اے محمد' یا 'اے ابا القاسم' یوں کہنا آدابِ نبوی کے خلاف ہے۔ آپ کو آپ کے کسی منصب کے حوالے سے پکارا جائے' کہ اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو اسی طرح کے تعریف و تکریم والے اسماء سے مخاطب کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّا تَجْعَلُوا دُعَآءَ ٱلرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ﴾ [النور : ٦٣]

''(اے مسلمانو) اپنے درمیان رسول کریم کے بلانے کو ایسا نہ سمجھو جیسا تم ایک

دوسرے کو بلاتے ہو۔" (النور:63)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ﴾ [الحجرات : ٢]

"اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز میں بات کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے (کھل کر بات) کرتے ہو۔" (الحجرات:2)

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان حکم دے رہا ہے کہ مؤمن کا دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے توقیر وتکریم اور ادب و احترام سے لبریز ہونا چاہئے حتیٰ کہ ہر کلمہ اور لفظ جو آپ کے لئے استعمال کیا جائے، نہایت سوچ سمجھ کر اور ناپ تول کر استعمال کیا جائے۔ اُمت کے مربی، رہبر و رہنما اور رئیس کی دلی تعظیم ہر حال میں ضروری ہے۔ ظاہری ادب سے دل میں محبت کی گہرائی نیز شعور اور ضمیر کے ادب و احترام کا اظہار ہوتا ہے۔ خود آپ کا متواضع اور نرم خو ہونا ایک الگ بات ہے مگر افرادِ اُمت پر آپ کا وقار و اکرام اور احترام ملحوظ خاطر رکھنا فرض ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ مشہور اسم گرامی 'محمد' اور پھر 'احمد' (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اوّل الذکر اسم محمد سورہ آل عمران کی آیت نمبر 144، سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 40، سورہ محمد کی آیت نمبر 2 اور سورہ الفتح کی آیت نمبر 29 میں آیا ہے اور ثانی الذکر اسم 'احمد' سورہ الصّف کی آیت نمبر 6 میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی بطور خوشخبری آیا ہے:

﴿ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ﴾ [الصف : ٦]

"اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے (میری قوم) بنی اسرائیل! میں تم سب کی

طرف اللہ کا رسول ہوں، میں اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جس کا نام 'احمد' ہوگا۔" (الصّف:6)

یہ نام خود اللہ رب العزت کی طرف سے ایک بڑی نشانی ہے کہ جو ذات گرامی اس نام سے موسوم ہوگی وہ یقیناً قابل تعریف ہوگی اور مخلوق میں سب سے زیادہ اس کی مدح وثناء کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنَا دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيمَ وَ بُشْرىٰ عِيسىٰ عَلَيْهِمَا السَّلَام))

"میں اپنے باپ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی بشارت کا مصداق ہوں۔" (سلسلہ احادیث صحیحہ:1545)

یہ حدیث اس بات کی غمازی کر رہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے عظیم پیغمبر دعائیں کرتے رہے اور عیسیٰ علیہ السلام آپ کے اسم مبارک کے ساتھ آپ کی آمد کی خوشخبری سناتے رہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ناموں یعنی 'محمد' اور 'احمد' کی اس بات سے حفاظت فرمائی کہ کوئی آپ سے پہلے یہ نام رکھے۔ یعنی آپ سے پہلے کسی کا نام 'محمد' اور 'احمد' نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کے لئے خاص طور پر یہ نام منتخب فرمائے اور آپ کی ولادت باسعادت کے بعد یہ نام رکھنے کی تلقین آپ کے دادا عبدالمطلب کو القاء ربانی سے ہوئی۔ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خبر جب آپ کے دادا عبدالمطلب کو ہوئی تو بہت زیادہ خوش ہوئے اور خبر سنتے ہی گھر آکر نومولود کو خانہ کعبہ لے گئے اور وہاں دعا مانگ کر واپس لائے۔ ساتویں روز عقیقہ کیا اور اپنے خاندان کے تمام افراد کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد لوگوں نے پوچھا: آپ نے بچے کا کیا

نام رکھا ہے؟ عبدالمطلب نے جواب دیا: 'محمدؐ'۔

لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

''میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان شان قرار پائے۔''
(تہذیب تاریخ دمشق جلد 1۔ البدایہ والنہایہ جلد 2 بحوالہ سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم از سید ابوالحسن علی ندوی)

سورۃ توبہ کی آیت نمبر 128 میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو 'رؤف' اور 'رحیم' کہا گیا۔ سورہ الاحزاب کی آیت نمبر 45 اور 46 میں آپ کو 'شاہد' (گواہی دینے والا) 'مبشر' (خوشخبری سنانے والا) 'نذیر' (ڈرانے والا) 'داعی الی اللہ' (اللہ کی طرف دعوت دینے والا) اور 'سراج منیر' (روشن چراغ) قرار دیا گیا۔ اسی طرح اور بھی کئی صفاتی اسماء قرآن و حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان ہوئے ہیں۔ دیکھا جائے تو آپ کے جس قدر صفاتی اسم گنوائے جاتے ہیں' ان ہی اسماء سے مشتق ہیں۔

احادیث مبارکہ میں بھی آپ کے متعدد اسماء کا ذکر آیا ہے۔ جیسا کہ ایک متفق علیہ روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''میرے پانچ نام ہیں۔ میں 'محمدؐ' ہوں' میں 'احمدؐ' ہوں' میں 'ماحی' (مٹانے والا) ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں 'حاشر' (اٹھانے والا) ہوں' قیامت کے روز سب سے پہلے میں سر اٹھاؤں گا۔ میرے بعد سب لوگ اٹھائے جائیں گے' اور میں 'عاقب' (پیچھے آنے والا) ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو ذاتی ناموں کے بعد ان اسماء کا ذکر فرمایا ہے جن میں آپ کی وہ فضیلت اور صفت بیان کی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی

ہے نیز ان اسماء کے معانی بھی بیان کئے ہیں۔ مثلاً کفر کو محو کر دینے کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام 'ماحی' ارشاد فرمایا۔

صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهُ الْمُعْطِيْ وَأَنَا الْقَاسِمُ))

''اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے نام پر (اپنے بچوں کے) نام رکھ سکتے ہو لیکن میری کنیت (یعنی ابوالقاسم) نہ رکھو کیونکہ قاسم میں ہوں۔ تمہیں جو مالِ غنیمت یا زکوٰۃ کا مال ملتا ہے اس کو تقسیم کرنے والا ہوں۔'' (صحیح مسلم)

اس لئے اور کسی شخص کو ابوالقاسم نام رکھنا زیبا نہیں۔

مشہور صحابی شاعرِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے آپ کی مدح میں جو اشعار کہے ان میں یہ شعر ملتا ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَّ هٰذَا مُحَمَّد

''اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے ان کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو' رب العرش تو محمود ہے اور آپ خود محمد ہیں۔'' (رحمۃ للعالمین / سید سلیمان سلمان منصور پوری)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تالیف تاریخ صغیر میں یہ روایت ذکر کی ہے کہ ابوطالب ایک شعر پڑھا کرتے تھے' جس کا ترجمہ ہے:

''اور اس (یعنی اللہ تعالیٰ نے) آپ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے اپنے نام سے نام

نکالا' پس عرش والا محمود ہے اور یہ محمد۔''

امام ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں روایت کی ہے کہ امام باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب والدہ ماجدہ بی بی آمنہ کے شکم مبارک میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے تو اس وقت انہیں حکم ہوا تھا کہ وہ بچے کا نام 'احمد' رکھیں۔''

روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ ماجدہ آمنہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر آپ کا نام 'احمد' رکھا۔ (رحمۃ للعالمین)

اسی طرح کے متعدد اسماء کتاب وسنت میں موجود ہیں۔ یہ اسماء کتنے ہیں؟ یہ معاملہ تحقیق طلب ہے۔ قرآن وحدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کی کوئی واضح اور دوٹوک تعداد منقول نہیں۔ اہل علم میں بعض ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے قرآن وحدیث میں تلاش جستجو کر کے آپ کے اسماء کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔ حافظ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ (متوفی 902ھ) نے اپنی تالیف ''القول البدیع فی الصلاۃ علی الحبیب الشفیع'' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی پر ایک مستقل عنوان قائم کیا اور اس میں آپ کے اسمائے گرامی پر بحث کی ہے اور اس میں بعض علماء کی یہ رائے ذکر کی ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسمائے گرامی بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی طرح 99 ہیں۔ پھر 'اسماء النبی' پر لکھی گئی ابن دحیہ کی ایک تالیف کا ذکر کیا ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً تین سو نام بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح ابن فارس کی ایک کتاب ''المنبی فی أسماء النبی'' کا بھی حوالہ دیا ہے۔ خود حافظ سخاوی نے اس فصل میں حروف تہجی کی ترتیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً 430 نام لکھے ہیں البتہ یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ ان میں بہت سے اسماء وہ ہیں جو قرآن وحدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور نام استعمال نہیں ہوئے بلکہ آپ کی صفت کے طور پر ان کا ذکر ہوا اور اسی صفت سے اہل علم نے آپ کا نام اخذ کر لیا۔

اردو زبان کے سیرت نگاروں میں ایک مشہور نام قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کا بھی ہے۔ آپ نے اپنی تالیف رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد میں اسماء الرسول کے عنوان سے ایک فصل قائم کی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی کے ذکر کے ساتھ ساتھ ان کی مختصر تشریح بھی کی اور بعض اسماء کے ساتھ ان کے مآخذ کی طرف اشارہ بھی کیا کہ قرآن و حدیث میں کہاں اور کس طور پر یہ نام ذکر ہوا ہے۔ آپ نے آخر میں یہ شعر لکھا:

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گل چیں تو از تنگی داماں گلہ دارد

''دامن نگاہ ہی تنگ ہے ورنہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن و جمال اور خوبیوں کے پھول تو بے حد و حساب ہیں۔ ان خوبصورت پھولوں کو چننے والا اپنے دامن کی تنگی کی شکایت کرتا ہے۔''

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعدد اسماء جو قرآن و حدیث میں ملتے ہیں' ان کے علاوہ بے شمار صفاتی نام اہل علم نے بیان کئے ہیں۔ ان میں بعض معنی و مفہوم کے لحاظ سے مکرر ہیں۔ یعنی ایک ہی صفت اور خوبی پر دلالت کرنے والے کئی نام ہیں۔ اسی طرح ان ناموں میں بعض تو بطور اسم واضح ہیں اور بعض بلکہ اکثر وہ ہیں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے طور پر قرآن و حدیث میں مذکور نہیں ہوئے بلکہ قرآن کریم میں جو صفت اور خوبی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان ہوئی اس سے اہل علم نے نام اخذ کر لیا۔ سیرت نبویہ کے ائمہ کرام کا شیوہ رہا ہے کہ:

1. جس مصدر یا فعل کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف قرآن کریم میں فرمائی گئی ہے' اس سے اسم بنا لیتے ہیں۔

2. جس صفت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف حدیث میں آئی ہے' اسے اسم شمار

کر لیتے ہیں۔

3. وہ اشعار جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک آیا اور وہ آپ کے سامنے پڑھے گئے یا جن اسماء سے آپ کو مخاطب کیا گیا یا موصوف کیا گیا' ان کو اسماء کے ذیل میں شمار کر لیتے ہیں۔

زرقانی کی کتاب ''شرح المواهب اللّدُنّية ''میں اسمائے مبارکہ کی جو فہرست و ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے درج کی گئی ہے' وہ انہی اصول ثلاثہ پر مبنی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسم ذات 'اللہ' ہے اور اس کی صفات اور خوبیوں کے لحاظ سے اس کے متعدد صفاتی نام ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی نام 'محمد' اور 'احمد' ہے لیکن صفات اور خوبیوں کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض صفاتی ناموں اور متعدد القاب سے مخاطب فرمایا۔ اسی طرح بعض شعراء نے آپ کی عمدہ خوبیوں اور اخلاق کریمانہ کے سبب آپ کی تعریف بیان کرتے ہوئے بعض دیگر صفاتی القاب ذکر فرمائے' چنانچہ اس موضوع پر بعض مستقل کتب لکھی گئیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور وجہ تسمیہ کا ذکر ہے۔

ہمارا اسماء الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھنے کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ آپ کے بارے میں پڑھنے والے کے قلب کو ایمان و ایقان' روح کو راحت اور صدر کو انشراح حاصل ہو جائے اور محبت کا وہ پاک چشمہ جو خس و خاشاک سے دب گیا تھا یا سنگلاخ جہل میں رک گیا تھا' پھر فوارہ دار ہو کر اسی بلندی تک موجزن ہو جائے۔ محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو کشادہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی چیز ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام و بقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقا کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔ اسی محبت کے بارے میں حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ))

''ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا' جس سے وہ محبت کرتا ہے۔'' (صحیح البخاری)

جو شخص ایسے محمد مصطفیٰ سے محبت نہیں کرتا' وہ فی الحقیقت ان جملہ اخلاق وصفات سے محبت نہیں رکھتا اور اس لئے وہ خود بھی ان اخلاق وصفات سے متصف ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ وہ ہستی اِس قابل ہے کہ اُس سے محبت کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهِ وَ وَالِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

''تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنی جان' اپنی اولاد اپنے والدین اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔'' (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ نے الاسماء الحسنیٰ پر ایک کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمائی تو اندازہ ہوا کہ اجر وثواب کے ساتھ ساتھ عقیدہ توحید کو سمجھنے کے لئے بھی یہ موضوع نہایت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنا کسی مخلوق کے بس میں نہیں' میں نے صرف ترمذی شریف میں موجود حدیث کے بموجب 99 ناموں کو ترتیب سے لکھا اور ان کا اردو ترجمہ اور مختصر تشریح لکھ دی۔ قارئین کی جانب سے حوصلہ افزائی اس بات پر شاہد ہے کہ اس کتاب میں کافی مفید معلومات جمع ہوگئی ہیں۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور ان کا ترجمہ ومختصر تشریح کا قصد بھی اسی نظریے کے تحت کیا ہے کہ سیرت کے مختلف پہلوؤں پر کچھ لکھنے کا ایک یہ انداز بھی ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اسماء ایسے بھی ذکر کئے جاتے ہیں جو کسی معتبر حوالے سے ہم تک نہیں پہنچتے' چنانچہ اس کتاب میں ہر اس نام سے اجتناب کیا گیا ہے جو معتبر نہ ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مفہوم میں غلو اور سوئے ادب کا پہلو بھی رکھتا ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس باب میں مزید بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے' قارئین بھی تشنگی محسوس کریں گے۔ لہٰذا میں تمام علم دوست احباب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں تاکہ عوام الناس مزید علمی گوشوں سے آشنا ہوں۔

اسماء الرسول کو جمع کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اس حوالے سے سیرت کے چند گوشوں کی

سیر کی جائے۔ الاسماء الحسنٰی کی ایک اپنی چاشنی ہے' ان کا مقابلہ اسماء الرسول کے ساتھ کرنے والے کج بحثی کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ خالق و مخلوق کی صفات میں مماثلت تلاش کرنے والے صرف اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور نبی پر بارش کے قطروں' درختوں کے پتوں' اور ریت کے ذروں کے برابر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کہ آپ نے اپنے نام کو اسماء حسنٰی میں شامل نہ کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اجاگر کیا۔

مجھے صرف اُن حضرات کی توجہ اِس جانب مبذول کرانا ہے جو 'احمدؐ' اور 'حامدؐ' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کلام کرنے سے پہلے سوچنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے کہ وہ کس ہستی کے بارے میں لب کشائی کر رہے ہیں۔ بعض لوگوں نے 'یا محمدؐ' کو اپنا شعار بنا لیا جو آدابِ مصطفوی کے خلاف ہے۔ ان لوگوں نے اس لفظ کو علامتِ حبِ رسول قرار دے کر مسجدوں' سواریوں' مکانوں اور دکانوں پر لکھوانا شروع کر دیا اور پھر اس پر اصرار کیا جانے لگا۔ واللّٰہ المستعان.

سیرت کے موضوع پر چودہ سو سال سے لکھا جا رہا ہے اور جس نے بھی لکھا اپنی علمی تحقیق و جستجو اور بصیرت کے تمام تر وسائل کے ساتھ لکھا۔ اسی لئے اس موضوع پر جس قدر لکھا گیا' اس کا ہر رنگ خوشنما' اس کی خوشبو روح کو معطر کرنے والی اور مختلف پہلوؤں کی سیر کرانے والی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ علمِ نبوی ایک مشترکہ میراث ہے' جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس سے استفادہ کیا جائے۔ ہماری زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس کے بارے میں ہم فیصلہ کرنے سے پہلے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی سے اسوہ تلاش کریں اور اس میں ناکامی کا سامنا ہو۔ ضرورت صرف غور و فکر اور ٹھنڈے دل سے تدبر کرنے کی ہے۔ اسی لئے میں شرح صدر کے ساتھ آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آیئے! ہم بھی ان سے محبت کریں اور ان سے محبت کرنا سیکھیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی محبت کے لئے چن لیا تھا۔

اسی پس منظر کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کتاب لکھنے کا قصد کیا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے میرے یہ

چند کلمات کسی مؤمن بھائی کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت پیدا کر دیں۔

کتاب کے شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان' ازواج مطہرات' ذریت اور آپ کی زندگی کے اہم واقعات پر ایک نظر ڈالی گئی ہے تاکہ وہ تمام حالات و واقعات قاری کے سامنے آ جائیں جن میں سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بے مثال جدوجہد اور محبت سے اپنا پیغام بنی نوع انسان تک پہنچایا۔

اپنی بات ختم کرنے سے پہلے میں بھائی محمد اقبال عبدالعزیز حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن کی علمی اور تحقیقی سوچ اس سفر میں میرے ساتھ رہی۔ میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں دامے درمے سخنے میرے ساتھ تعاون کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں سعادت دارین نصیب فرمائے۔ مجھے اپنی علمی کمزوریوں کا پوری طرح ادراک ہے' اسی لئے میں قارئین سے مودبانہ گزارش کروں گا کہ وہ کتاب کے بارے میں اپنی آراء سے ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ طباعت میں ان کی آراء کو پیش نظر رکھا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور تمام اہل ایمان کو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سچی محبت نصیب فرمائے' اتنی زیادہ جس سے ہمارے دل مسرور ہو جائیں۔ (آمین یا رب العالمین)

محمد ایوب سپرا
21 رمضان المبارک 1423ھ
ریاض۔ سعودی عرب۔
فون: 2767500

اسماء الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے معانی

نمبر	نام	معنی	نمبر	نام	معنی
1	محمد	بہت زیادہ تعریف کیا گیا	2	احمد	بہت زیادہ حمد وثناء کرنے والا
3	حامد	حمد کرنے والا	4	قاسم	تقسیم کرنے والا
5	عبداللہ	اللہ کا بندہ	6	المصطفیٰ	منتخب کیا ہوا
7	النبی	اللہ کا خاص نبی	8	رسول اللہ	اللہ کا رسول
9	نبی الرحمہ	رحمت والا نبی	10	الداعی الی اللہ	اللہ کی طرف دعوت دینے والا
11	خاتم الرسلین	سلسلہ رسالت ختم کرنے والا	12	خاتم النبیین	سلسلہ نبوت ختم کرنے والا
13	رحمۃ للعالمین	جہانوں کے لئے رحمت	14	برہان	اللہ کے دین کی دلیل
15	اُلامّی	جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھا ہو	16	عبد کریم	عزت دار، نرم دل
17	المزمل	چادر اوڑھ کر سونے والا	18	المدثر	چادر لپیٹ کر لیٹنے والا
19	الشاہد	گواہی دینے والا	20	البشیر	بشارت دینے والا
21	المبشر	بشارت دینے والا	22	النذیر	ڈرانے والا
23	سراج منیر	روشن چراغ	24	رسول الرحمہ	رحمت والا رسول
25	الخازن	اللہ کے دین کا محافظ	26	المعلم	تعلیم دینے والا
27	الھادی	راہ ہدایت دکھانے والا	28	صابر	صبر کرنے والا
29	حلیم	بردبار، دانشور، صاحب عقل	30	الصادق المصدوق	سچا اور تصدیق کیا گیا
31	الامین	امانت دار	32	الماحی	محو کرنے والا، کفر کو مٹانے والا
33	الحاشر	اکٹھا کرنے والا	34	العاقب	سب سے آخر میں آنے والا
35	سیدالانبیاء	انبیاء کے سردار	36	فاتح	کفر وشرک پر فتح پانے والا

نمبر	نام	معنی	نمبر	نام	معنی
37	الحاکم	فیصلہ کرنے والا' حکم کرنے والا	38	سیدالناس	تمام بنی نوع انسان کے سردار
39	رؤف	بہت زیادہ شفقت کرنے والا	40	رحیم	رحم کرنے والا
41	مبارک	برکت والا	42	الشافع	شفاعت کرنے والا
43	المطاع	جس کی اطاعت کی جائے	44	المتوکل	اللہ پر بھروسہ کرنے والا
45	قُثم	ایسا شخص جو جامع خوبیوں کا مالک ہو	46	مُشفَّع	جس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی
47	خیرالبشر	بہترین انسان	48	افضل الانبیاء	انبیاء میں افضل ترین
49	رسول کریم	مہربانی کرنے والا رسول	50	المقفی	جس کا ہر اوّل و آخر متبع ہو
51	مبین	ظاہر' آشکارا	52	مطیع	اللہ کی اطاعت کرنے والا
53	نبی الملحمہ	بھرپور طریقے سے جہاد کرنے والا نبی	54	الاکرم	بزرگ ترین' معظم
55	المذکر	تذکرہ کیا گیا	56	خلیل اللہ	اللہ کا خاص دوست
57	مجتبیٰ	منتخب' برگزیدہ	58	اجودالناس	سب سے بڑھ کر سخی
59	مزکی	پاک کرنے والا	60	شہید	راہ حق میں اپنی جان قربان کرنے والا
61	شارع	شریعت کی تشریح کرنے والا۔ صاحب شریعت	62	المصدق	تصدیق کرنے والا
63	خطیب الانبیاء	انبیاء کو خطاب کرنے والا	64	الروح الحق	حق بات کرنے والی روح

نمبر	نام	معنی	نمبر	نام	معنی
65	امام الانبیاء	نبیوں کے امام	66	خیر الانام	بہترین انسان
67	صاحب	ساتھ رہنے والا' عزو شرف والا	68	عادل	انصاف کرنے والا
69	النور	تجلی والا' ایسی رشد و ہدایت والا' جس سے دین و دنیا کی رہنمائی میسر آئے۔	70	منصور	نصرت دیا گیا' مدد کیا گیا مظفر
71	حبیب اللہ	اللہ کا پیارا' اللہ کا دوست	72	نعمت اللہ	روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت
73	طیب	پاک' عمدہ' نفیس	74	طاہر	پاک' مقدس
75	صادع	کھلے لفظوں بیان کرنے والا	76	امام المرسلین	رسولوں کا امام
77	مصباح	روشن' چمکتا ہوا	78	مبلغ	پہنچانے والا' تبلیغ کرنے والا
79	سید الابرار	نیکوکاروں کے سردار	80	نبی التوبہ	وہ نبی جو توبہ قبول ہونے کا سبب بنیں گے

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاندان

ہاشم: ہمارے نبی حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پردادا کا نام عَمرو اور لقب عمرو العُلا اور ہاشم تھا۔ ان کے بھائیوں کے نام مطلب' نوفل اور عبد شمس ہیں۔ ایک مرتبہ مکہ میں آٹا کمیاب ہو گیا' اس وقت ہاشم شام گئے ہوئے تھے' واپسی پر اونٹوں پر روٹیاں اور آٹا لادلائے اور مکہ پہنچ کر دعوت عام کر دی۔ گوشت اور شوربے میں روٹیاں توڑ کر ڈال دی گئیں۔ ہشم ٹکڑے کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی سے ان کا نام ہاشم پڑ گیا۔ ہاشم اپنے باپ عبد مناف کے بعد قوم قریش کے سردار ہوئے اور اسی نسبت سے یہ خاندان ہاشمی کہلایا۔

عبدالمطلب: ان کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ یہ پیدا ہوئے تو ان کے سر میں چند بال سفید تھے' جن کی وجہ سے ان کا لقب شیبہ پڑ گیا۔ جب ان کے والد ہاشم کا انتقال ہوا تو یہ اپنے ننھیال یثرب (مدینہ منورہ کا قدیم نام) میں تھے۔ ان کے چچا مطلب ان کو مکہ لے آئے اور اپنے بیٹوں سے بڑھ کر ناز ونعم سے پالا' چنانچہ اظہارِ احسان مندی کے طور پر تمام عمر عبدالمطلب (مطلب کا غلام) کہلاتے رہے۔ انہیں زمزم کا کنواں کھودنے کا شرف حاصل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی 'محمد' انہوں نے ہی رکھا تھا۔ عبدالمطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں ہیں۔ سیرت کی معروف کتاب رحمۃ للعالمین کے مصنف قاضی سلیمان منصور پوری نے پندرہ اور بارہ بیٹوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جب کہ حالات زندگی صرف سات کے میسر آ سکے۔ دو بیٹے حضرت حمزہ اور عباس مسلمان ہوئے۔ ایک بیٹی صفیہ مسلمان ہوئیں۔

1. حارث بن عبدالمطلب: عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ ان کے نام پر عبدالمطلب کی کنیت ابوالحارث ہے۔ والد کی زندگی میں وفات پائی۔ ان کے چار بیٹے نعمت اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ نوفل' عبداللہ' ربیعہ اور ابوسفیان مغیرہ ہیں۔ 1. نوفل بن حارث: فتح مکہ میں مسلمان ہوئے۔ جنگ حنین میں شریک ہوئے' اس وقت یہ ہاشمی مسلمانوں میں سب سے زیادہ عمر کے تھے۔ 25ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔ ان کے

تینوں بیٹے' مغیرہ' عبداللہ اور حارث بھی صحابی ہیں۔ 2. عبداللہ بن حارث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پائی۔ آپ نے انہیں سعید کا خطاب دیا تھا۔ 3. ربیعہ بن حارث: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے خطبہ میں ان کا نام لیا اور فرمایا تھا: پہلا مطالبہ خون' جسے میں ملیا میٹ کرتا ہوں وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ وہ یہ کہ ان کے ایک دودھ پیتے بچے کو دشمنوں نے قتل کر دیا تھا۔ ان کے دو بیٹے عبدالمطلب اور مطلب بھی صحابی ہیں۔ ربیعہ نے سن 33 ہجری میں وفات پائی۔ 4. ابوسفیان مغیرہ بن حارث: رسول کریم کے رضاعی بھائی بھی ہیں ان کو بھی حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا تھا۔ یہ عرب کے مشہور شعراء میں سے ہیں۔ شروع میں اسلام کے سخت خلاف تھے۔ فتح مکہ سے چند دن پہلے اسلام لائے۔ جنگ حنین میں ثابت قدم رہنے والے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے دونوں بیٹے عبداللہ اور جعفر صحابی ہیں۔

2. ابو طالب بن عبدالمطلب: ان کا اصل نام عبد مناف ہے' مگر کنیت غالب رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت تھی۔ ان کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ 1. سب سے بڑا بیٹا طالب باپ کی وفات کے بعد ایمان لائے بغیر فوت ہوا۔ 2. عقیل بن ابی طالب: طالب سے دس سال چھوٹے اور جعفر سے دس سال بڑے تھے۔ صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام لائے۔ غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ ان کے بیٹے مسلم حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نائب ہو کر کوفہ گئے تھے جو وہاں 3 ذی الحجہ کو شہید کر دیے گئے۔ عقیل بن ابی طالب کے دو بیٹے محمد اور عبدالرحمٰن اور ایک پوتا عبداللہ بن مسلم کربلا میں شہید ہوئے۔ عقیل نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔ 3. جعفر بن ابی طالب: طیار کے لقب سے مشہور ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ ہجرت حبشہ میں مسلمانوں کے سردار تھے۔ حبشہ سے مدینہ آتے ہوئے خیبر میں غزوہ خیبر کے دوران ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ آپ نے فرمایا: ''میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے فتح خیبر کی خوشی زیادہ ہے یا قدوم جعفر کی۔'' (صحیح بخاری) 8ھ میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔ 4. علی بن ابی طالب: 8 سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ غزوہ بدر' حدیبیہ اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ

عنہا سے شادی ہوئی جن سے حضرت حسن اور حسین پیدا ہوئے۔ سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کئی شادیاں کی اور حسنین کے علاوہ سولہ بیٹے اور پیدا ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلیفہ مقرر ہوئے۔ 17 رمضان 40ھ میں کوفہ میں شہید ہوئے۔

3. حمزہ بن عبدالمطلب: ان کی کنیت ابوعمارہ اور ابو یعلی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر رضاعی بھی ہیں' دونوں کو ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔ سن 6 نبوت میں اسلام قبول کیا۔ غزوہ بدر اور احد میں شرکت کی۔ غزوہ اُحد میں دشمنوں کے بڑے بڑے بہادروں کو خاک میں ملا کر وحشی کے ہاتھوں جس نے پتھر کے پیچھے چھپ کر بزدلانہ وار کیا تھا' شہید ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''چچا' اللہ آپ پر رحم کرے' آپ قرابت کا خوب حق ادا کرنے والے اور بکثرت نیکی کرنے والے تھے۔'' اسد اللہ ورسولہ اور سید الشہداء کا خطاب پایا۔ ان کے دو فرزند عمارہ اور یعلیٰ' اور دو بیٹیاں اُم فضل اور امامہ ہیں۔ (وحشی بعد میں مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ عنہ)

4. ابولہب بن عبدالمطلب: اس کا نام عبدالعزیٰ تھا۔ اسلام کا سخت دشمن تھا۔ غزوہ بدر سے آٹھ دن بعد طاعون سے ہلاک ہوا۔ تین دن لاش سڑتی رہی۔ اس کے چار بیٹے تھے۔ دو حالت کفر میں مرے۔ دو بیٹے عتبہ اور معتب فتح مکہ کے روز مسلمان ہوئے اور دونوں غزوہ حنین میں شریک ہوئے' اس کے بعد مکہ میں ہی رہے۔ ابولہب کی ایک بیٹی دُرہ بھی مسلمان ہوئی۔

5. عباس بن عبدالمطلب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ ان کی والدہ کا نام نتیلہ بنت خباب تھا۔ یہ پہلی عرب خاتون تھیں جنہوں نے بیت الحرام کو حریر اور دیباج کا غلاف چڑھایا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عباس قدیم الاسلام تھے۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ 32ھ میں 88 سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں دفن کئے گئے۔ ان کے چھ بیٹے فضل' عبداللہ' عبیداللہ' معبد' قثم' عبدالرحمٰن اور ایک بیٹی اُم حبیب ہے۔

6. زبیر بن عبدالمطلب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 34 سال کے تھے جب ان کا انتقال ہوا۔

معاہدہ حلف الفضول کے قیام میں انہوں نے سعی کی تھی۔اس سے ان کی نیکی اور رحم دلی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ان کا بیٹا عبداللہ اور دو بیٹیاں ضباعہ اور ام حکیم صحابیہ ہیں۔عبداللہ بن زبیر نہایت جری تھے۔خلافت صدیقی میں شہید ہوئے۔رسول اللہ انہیں دیکھ کر ''میرے چچا کا بیٹا اور میرا پیارا'' فرمایا کرتے تھے۔(واضح رہے کہ مشہور صحابی رسول عبداللہ بن زبیر بن عوام دوسری شخصیت ہیں۔انہیں عبدالملک بن مروان کی حکومت میں حجاج بن یوسف کے لشکر نے شہید کیا تھا)

7. عبداللہ بن عبدالمطلب (والد النبی صلی اللہ علیہ وسلم): عبداللہ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس بیٹے عطا کئے اور وہ سب ان کی زندگی میں جوان ہو گئے تو ان میں سے ایک کو تقرب الٰہی کے لئے ذبح کریں گے۔جب دس بیٹے جوانی کو پہنچ گئے تو باپ نے منت پوری کرنے کے لئے لڑکوں کے درمیان قرعہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔چنانچہ انہیں ذبح کرنے کے لئے خانہ کعبہ کے پاس لے گئے تو خاندان نے مزاحمت کی کہ بیٹے کو قربان نہ کیا جائے۔ننھیال بھی اس مزاحمت میں شریک ہو گئے۔چنانچہ ایک عرافہ نے تجویز دی کہ عبداللہ کے مقابل دس اونٹ رکھیں اور قرعہ اندازی کریں اگر عبداللہ کے نام قرعہ نکلے تو مزید دس اونٹ بڑھا دیں اور ہر بار قرعہ ڈالتے وقت دس اونٹ بڑھاتے جائیں۔چنانچہ عبداللہ کے مقابل دس اونٹوں کا قرعہ ڈالا گیا تو عبداللہ کا نام نکل آیا۔بار بار قرعہ ڈالا گیا مگر ہر دفعہ عبداللہ کا نام آتا رہا حتیٰ کہ جب اونٹوں کی تعداد سو ہو گئی تو قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا' چنانچہ عبداللہ کی جگہ سو اونٹ ذبح کر دیئے گئے۔اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو ذبیحوں کی اولاد کہا جاتا ہے' ایک ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ایک آپ کے والد۔اسی طرح آپ کو دو فدیہ دیئے گئے بزرگوں کی اولاد بھی کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے مینڈھے کا فدیہ دیا گیا اور آپ کے والد کے لئے سو اونٹوں کا۔عبداللہ کی شادی سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف سے ہوئی۔شادی کے بعد وہ ملک شام کو تجارت کی غرض سے گئے۔شام سے واپس آتے ہوئے باپ کے حکم پر کھجوروں کا سودا کرنے کی غرض سے مدینہ میں ٹھہر گئے۔وہیں بیمار ہوئے اور عالم آخرت کو سدھار گئے۔انہیں نابغہ ذبیانی کے مکان میں دفن کر دیا گیا۔عبداللہ کا انتقال پچیس سال

کی عمر میں ہوا' جب کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہنوز شکم مادر میں تھے۔

عمات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم):

1. اُم حکیم بنت عبدالمطلب: عبدالمطلب کے صاحبزادوں عبداللہ' ابوطالب اور زبیر کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا نکاح کُریز بن ربیعہ سے ہوا۔ ان کا بیٹا عامر فتح مکہ کے روز مسلمان ہوا اور دوسرا بیٹا عبداللہ بھی صحابی ہے۔ اُم حکیم کی بیٹی اروی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

2. امیمہ بنت عبدالمطلب: ان کا نکاح جحش بن رباب سے ہوا تھا۔ ان کے بیٹے کا نام عبداللہ بن جحش ہے' اور دو بیٹیاں اُم المومنین زینب اور اُم حبیبہ تھیں۔ عبداللہ غزوہ احد میں شہید ہوئے اور اپنے ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوئے۔

3. عاتکہ بنت عبدالمطلب: غزوہ بدر سے چند دن پہلے انہوں نے ایک خواب دیکھا تو کافروں نے خوب مذاق اڑایا کہ اب تو بنو ہاشم کی لڑکیاں بھی نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں ہیں لیکن نتیجہ وہی کفار کی ہزیمت نکلا جو انہوں نے خواب میں دیکھا تھا۔ عاتکہ کے معنی طاہرہ کے ہیں۔

4. صفیہ بنت عبدالمطلب: امیر حمزہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب سے ہوا۔ اس کی وفات کے بعد عوام بن خویلد سے ہوا۔ عوام سیدہ خدیجہ کے حقیقی بھائی تھے۔ ان سے حضرت زبیر پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

5. برہ بنت عبدالمطلب: ان کا نکاح عبدالاسد بن ہلال سے ہوا تھا۔ ابوسلمہ عبداللہ ان کے فرزند ہیں' جو اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر تھے۔ ابوسلمہ اسلام میں داخل ہونے والوں میں دسویں نمبر پر آتے ہیں۔

6. اروی بنت عبدالمطلب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی حقیقی بہن ہیں۔ ابن سعد اور ابن القیم نے ان کے اسلام کی تصدیق کی ہے۔ ان کے فرزند طلیب قدیم الاسلام تھے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ازواج مطہرات

اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر زوجہ محترمہ کا لقب اُم المؤمنین (مؤمنوں کی ماں) رکھا گیا ہے، جن کی تعداد گیارہ ہے۔ان کے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

1. اُم المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا: مکہ کے مشہور اور متمول تاجر اور قریشی سردار خویلد بن اسد کی بیٹی ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت دیکھ کر شادی کی درخواست خود کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابراہیم کے سوا تمام اولاد انہیں سے ہوئی۔ نبی کریمؐ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سچائی اور غمگساری کو ان کی وفات کے بعد بھی ہمیشہ یاد فرماتے رہے۔آپ روئے زمین پر سب سے پہلی مسلمہ ہیں اور اسلام لانے میں مردوں اور عورتوں میں سے کوئی آپ سے پہلے نہیں ہے۔نبوت کے دسویں سال 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔انہیں حجون میں دفن کیا گیا۔

2. اُم المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا: یہ زمعہ بن قیس کی صاحبزادی ہیں۔ پہلے خود مسلمان ہوئیں پھر ان کی ترغیب سے ان کے شوہر سکران بن عمرو اور ان کی ماں بھی مسلمان ہو گئی تھی۔ تینوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ جب ان کا شوہر وفات پا گیا تو مکہ واپس آنے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنا نکاح نبوت کے دسویں سال شوال میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ایک ماہ بعد کر لیا۔54 ہجری میں وفات پائی۔

3. اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا: حضرت ابوبکر صدیق کی صاحبزادی ہیں۔آپ کی والدہ اُم رومان زینب ہیں۔حضرت سودہ سے شادی کے ایک سال بعد شوال 11 نبوت میں رسول اللہ سے شادی ہوئی۔ان کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری لڑکی سے شادی نہیں کی۔ بڑی عالمہ فاضلہ تھیں اور بڑے بڑے صحابہ دقیق علمی مسائل ان سے پوچھا کرتے تھے۔انہوں نے دو ہزار دوسو دس حدیثیں روایت کی ہیں۔آپ کو سب سے زیادہ روایت کرنے والی صحابیہ کا اعزاز بھی حاصل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی کے حجرہ میں.

مدفون ہیں۔ 17 رمضان 57 ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

4. اُم المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ان کے شوہر حنیس بن حذافہ بدری کی مدینہ منورہ میں وفات کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے 3 ہجری میں شادی ہوئی۔نہایت عبادت گزار تھیں۔41ھ میں وفات پائی۔

5. اُم المؤمنین زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا: 3 ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔نکاح کے بعد صرف تین ماہ زندہ رہیں۔ان کا لقب اُم المساکین تھا۔آپ اُم المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی علاتی بہن ہیں۔

6. اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا: ان کا نام ھند تھا اور ابوامیہ بن مغیرہ مخزومی کی بیٹی ہیں۔ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب رسول کریم کی پھوپھی ہیں۔ان کا پہلا نکاح پھوپھی کے بیٹے ابوسلمہ سے ہوا جو غزوہ اُحد میں زخمی ہو کر وفات پا گئے۔ان کے چار بچے عمر' سلمہ' زینب اور اُم کلثوم تھے۔ ابوسلمہ کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے 3ھ میں نکاح ہوا۔ یہ فقیہ اور عقلمند ترین عورتوں میں سے تھیں۔84 سال کی عمر میں 59ھ میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

7. اُم المؤمنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا: یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی ہیں۔ نبی کریم نے ان کا نکاح پہلے اپنے آزاد کردہ غلام زید رضی اللہ عنہ سے کیا لیکن نباہ نہ ہو سکا۔ جب حضرت زینب کی عدت گزر چکی تو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی شادی کر دی' اور کسی کو منہ بولا بیٹا بنانے کی رسم کو منسوخ فرما دیا۔20ھ میں 53 سال کی عمر میں وفات پائی۔انہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

8. اُم المؤمنین جویریہ رضی اللہ عنہا: بنوالمصطلق کے قیدیوں کے ساتھ لائی گئی تو حضرت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں' وہ بیس سالہ جوان تھے مگر جویریہ نے ان سے مکاتبت کر لی' جسے ادا کرنے سے وہ آزاد ہو جاتیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معاونت کے لئے آئیں تو آپ نے مکاتبت کی رقم ادا کر کے خود ان سے شادی کرنے کی پیشکش کی جو انہوں نے قبول کر لی۔اس شادی

کی وجہ سے ان کے تمام قبیلے کو رہا کر دیا گیا۔ انہوں نے 56ھ میں 65 سال کی عمر میں وفات پائی۔

9. اُم المؤمنین اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا: ان کا نام رملہ تھا' ابوسفیان کی بیٹی ہیں۔ یہ عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور جب اس سے حبیبہ پیدا ہوئی تو اس کی نسبت سے ان کی کنیت اُم حبیبہ پڑ گئی۔ اسلام قبول کیا تو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا' انہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ ہجرت کی لیکن وہ نصرانی ہو کر حالت ارتداد ہی میں مر گیا۔ مگر اُم حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الفہری کو نجاشی کے پاس اُم حبیبہ سے اپنے نکاح کا پیغام دے کر بھیجا' چنانچہ نجاشی نے نبی کریم کا نکاح اُم حبیبہ سے کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس ہوئے تو صفر یا ربیع الاول 7 ہجری میں ان کی رخصتی ہوئی۔ انہوں نے 44ھ میں وفات پائی۔

10. اُم المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا: حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی اُم الفضل لبابہ الکبریٰ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ ان کے دو نکاح پہلے ہو چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں آپ سے کہا تو آپ نے ذوالقعدہ 7 ہجری میں عمرہ قضا سے حلال ہونے کے بعد ان سے نکاح کر لیا۔ مکہ سے نو میل کے فاصلے پر مقام سرف میں رخصت ہو کر آئیں۔ ان کی وفات بھی اسی مقام پر 61 ہجری میں ہوئی۔

11. اُم المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا: آپ بنونضیر کے سردار حیی بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ بنی اسرائیل میں حضرت ہارون علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔ غزوہ خیبر میں قید ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ میں آئیں۔ آپ نے انہیں اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئیں۔ آپ نے انہیں آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا اور ان کی آزادی کو ان کا حق مہر قرار دیا۔ انہوں نے 50ھ میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ان اُمہات المؤمنین کے علاوہ آپ کی دو لونڈیاں تھیں۔ ایک ماریہؓ قبطیہ جنہیں مقوقس فرمانروائے مصر نے بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ ان کے بطن سے آپ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے تھے اور دوسری لونڈی ریحانہؓ بنت زید جو یہود کے قبیلہ بنی قریظہ کے قیدیوں میں سے تھیں۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذریت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرزند اور چار دختران طاہرہ ہیں۔

1. قاسم: پہلے مولود ہیں' جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ پاؤں پاؤں چلنا سیکھ گئے تھے کہ جنت کو سدھار گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت 'ابوالقاسم' انہی کے نام پر ہے۔ صحیح احادیث میں روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'ابوالقاسم' کنیت رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ بعض نے اس نہی کو صرف آپ کے زمانے تک مختص قرار دیا ہے۔

2. عبداللہ: ان کا لقب طیب وطاہر ہے۔ مکہ معظّمہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ مکہ ہی میں وفات پائی۔ انہی کی وفات پر سورہ کوثر کا نزول ہوا۔ کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے زندہ نہ رہنے سے محمد کا کوئی نام لیوا نہیں رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر خیر نہ صرف ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا بلکہ کلمہ طیبہ' اذان و تکبیر اور تشہد و درود میں تمام اُمتیو ں کی زبانوں پر جاری وساری کر دیا۔

3. ابراہیم: مدینہ منورہ میں 9 ہجری میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ ولادت کی اطلاع ابورافع نے جو بچے کی دایہ سلمٰی کے شوہر تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپ نے انہیں ایک غلام عطا فرمایا اور بچے کا نام اپنے دادا ابراہیم کے نام پر رکھا۔ اُم بردہ نے انہیں دودھ پلایا۔ آپ نے اُم بردہ کو ایک قطعہ نخلستان عطا فرمایا تھا۔ ابراہیم کے ابھی ایام رضاعت باقی تھے کہ جنت کو سدھار ے۔ اسی روز سورج گرہن بھی ہوا۔ کچھ صحابہ نے کہا: ابراہیم کی موت پر سورج گہنا گیا ہے۔ آپ نے سنا تو فرمایا: ''سورج' چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے' وہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔''

بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں ہیں۔ چاروں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن مبارک سے ہیں۔

1. زینب رضی اللہ عنہا: یہ قاسم سے چھوٹی اور دیگر اولاد النبی میں سب سے بڑی ہیں۔ان کا نکاح خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوالعاص بن ربیع سے مکہ میں ہوا۔زینب اپنی والدہ کے ساتھ ہی اسلام لے آئیں۔ابوالعاص غزوہ بدر میں قریش کی جانب سے میدان جنگ میں آئے۔ قید ہوئے تو سیدہ زینب نے اپنا وہ ہار فدیہ میں بھیجا' جو ان کی والدہ نے انہیں جہیز میں دیا تھا۔ ابوالعاص نے رہائی کے بعد مکہ پہنچ کر وعدہ کے مطابق سیدہ زینب کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ آپ اللہ کی راہ میں بہت سے مصائب سے دوچار ہوئیں۔ابوالعاص نے 6 ہجری میں مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کر لیا تو نبی کریم نے اسی نکاح پر سیدہ زینب کو ان کے ساتھ رخصت کر دیا۔آپ نے فرمایا: ''یہ میری خاطر سب سے زیادہ تکالیف اٹھانے کے باعث میری سب سے افضل بیٹی ہے۔'' ایک بیٹا علی اور ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئیں۔حضرت زینب نے 8ھ میں مدینہ میں وفات پائی۔

2. رقیہ رضی اللہ عنہا: ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہا نے شادی کی اور ان کے بطن سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہوئے۔وہ چھ سال کے تھے کہ مرغ نے ان کی آنکھ میں چونچ ماردی' جس کے اثر سے بالآخر وہ وفات پا گئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر میں تھے کہ حضرت رقیہ وفات پا گئیں۔حضرت زید بن حارثہ فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے تو انہیں دفن کیا جا چکا تھا۔

3. اُم کلثوم رضی اللہ عنہا: سیدہ رقیہ کی وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ اُم کلثوم کی شادی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کر دی۔ان سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔انہوں نے شعبان 9 ہجری میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔رقیہؓ اور اُم کلثومؓ یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے نکاح میں آئیں تھیں۔اسی لئے حضرت عثمان کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔

4. فاطمہ رضی اللہ عنہا: یہ آپ کی سب سے چھوٹی اور سب سے محبوب صاحبزادی تھیں۔یہ اہل جنت کی عورتوں کی سیدہ ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر کے بعد ان سے شادی کی۔ان کے بطن سے دو صاحبزادے' حضرت حسن اور حضرت حسین اور دو صاحبزادیاں سیدہ زینب اور سیدہ اُم کلثوم پیدا ہوئیں۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات 3 رمضان المبارک 11 ہجری میں ہوئی۔ان کی وصیت کے مطابق اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر صدیق اور علی رضی اللہ عنہما

نے ان کو غسل دیا۔ حضرت عباس یا حضرت علی رضی اللہ عنہما نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اہل بیت میں سے وہی سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نصف رمضان 3 ہجری میں پیدا ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مینڈھے عقیقہ کے طور پر ذبح کئے اور سر کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ دیا۔ حضرت حسن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نصرت کرنے والوں اور ان کی حفاظت کرنے والوں میں سے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد چالیس ہزار بہادروں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ چار ماہ تک خلافت کی اور پھر امیر معاویہ سے لڑائی سے اس لئے دست بردار ہو گئے کہ اس طرح بہت خون خرابہ ہوگا' چنانچہ مدینہ منورہ چلے آئے' کسی بدنصیب نے انہیں زہر دے دیا جس سے وہ 59 ہجری میں وفات پا گئے۔ مدینہ میں ہی دفن ہوئے۔ آپ کے بارہ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے بیٹے' 5 شعبان 4 ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ مصعب الزبیری سے روایت ہے کہ حسین رضی اللہ عنہ نے پچیس حج پیادہ پا کئے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الٰہی میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔'' یزید بن معاویہ کے عہد خلافت میں کربلا میں 10 محرم 60 ہجری میں شہید ہوئے۔

اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے شادی ہوئی اور ان سے حضرت زید پیدا ہوئے۔ حضرت عمر کی وفات کے بعد اُم کلثوم کے چچیرے بھائی عون بن جعفر نے ان سے شادی کی۔

زینب بنت علی رضی اللہ عنہما: ان کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار سے ہوا تھا۔ میدان کربلا میں موجود تھیں۔ ان کے بیٹے عدی بن عبداللہ بن جعفر میدان کربلا میں شہید ہوئے۔

سیرت طیبہ۔ ماہ و سال کے آئینہ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے بلکہ دنیا کے دیگر مذاہب بھی اسے اپنے لئے مشعل راہ سمجھتے ہیں۔ سیرت کے حوالے سے سینکڑوں کتب لکھی گئیں، لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی لیکن پھر بھی آپ کی حیات مبارکہ کا کوئی نہ کوئی پہلو نظروں سے اگر او جھل نہیں رہتا تو تشنگی ضرور محسوس کرا جاتا ہے۔ ہم نے سیرت کے چند گوشوں کی سیر کرنے کے لئے جس انداز کا انتخاب کیا ہے وہ آپ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ ان صفحات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے چند اہم واقعات ماہ و سال کی روشنی میں ترتیب وار درج کر رہے ہیں تا کہ قارئین ایک نظر میں آپ کی زندگی کا اجمالی مشاہدہ کر سکیں۔

☆ ولادت با سعادت: مکہ مکرمہ، شعب بنی ہاشم میں موسم بہار میں 9 ربیع الاوّل، بمطابق 22 اپریل 571ء، واقعہ عام الفیل کے 55 یوم بعد بروز پیر صبح صادق کے وقت ہوئی۔ دایہ کے فرائض عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ شفاء بنت عمرو نے انجام دیئے۔ ولادت با سعادت سے قبل والد کا انتقال ہو چکا تھا، یعنی آپ یتیم پیدا ہوئے۔

☆ والدہ ماجدہ کا نام سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھا۔

☆ آپ ﷺ کی والدہ کے بعد سب سے پہلے ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے آپ کو دودھ پلایا۔

☆ آپ ﷺ رضاعت کے لئے قبیلہ بنی سعد کی دایہ حلیمہ سعدیہ کے پاس دو سال رہے۔ دستور کے مطابق وہ ہر چھ ماہ بعد آپ کو مکہ لے کر آتیں اور پھر واپس لے جاتیں۔ رضاعت کے دو سال مکمل ہونے پر وہ آپ کو مکہ لائیں لیکن والدہ نے اس خیال سے کہ قبیلہ بنی سعد کی آب و ہوا آپ کو خوب موافق ہے، مزید دو سال کے لئے حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیا۔

☆ چار سال کی عمر میں والدہ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے پاس رکھ لیا۔

☆ جب آپ ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو والدہ آپ کو لے کر مدینہ اپنے والدین کے پاس گئیں۔ ایک

ماہ بعد واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان ابواء کے مقام پر بیمار ہو کر انتقال کر گئیں۔

☆ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ کے والد کی لونڈی اُم ایمن گود کھلایا کرتی تھیں۔ جب آپ کی والدہ نے ابواء کے مقام پر وفات پائی تو یہ ساتھ تھیں۔ یہی آپ کو مکہ لے کر آئی تھیں۔ وہ حبشہ کی رہنے والی تھیں۔ ان کا نام برکت تھا۔ اسلام قبول کیا۔ آپ ان کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ اُم ایمن نے رسول اللہ کی وفات کے پانچ یا چھ ماہ بعد وفات پائی۔

☆ جب آپؐ کی عمر مبارک آٹھ سال دو مہینے دس دن ہوئی تو دادا عبدالمطلب کا انتقال ہو گیا' اس وقت ان کی عمر بیاسی سال تھی۔ آپ ان کی زیر کفالت تھے۔ ان کی وفات کے بعد آپ اپنے چچا ابوطالب کی کفالت میں آ گئے۔

☆ آپؐ نے تیرھویں سال میں اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا لیکن راہب جرجیس (جس کا لقب بُحیرا تھا) کے مشورے پر ابوطالب نے اپنے بعض غلاموں ساتھ آپ کو مکہ واپس بھیج دیا۔ راہب نے بتایا کہ آپ اللہ کے نبی ہونے والے ہیں۔

☆ جب آپ کی عمر بیس سال ہوئی تو جنگ فجار کا واقعہ پیش آیا۔ اس جنگ میں آپ اپنے چچاؤں کو تیر پکڑاتے رہے لیکن خود کوئی تیر نہیں چلایا۔

☆ جنگ فجار کے بعد ذوالقعدہ کے مہینے میں پانچ قبائل کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا' جسے حلف الفضول کہتے ہیں۔ ان قبائل کے نام یہ ہیں۔ 1. بنو ہاشم۔ 2. بنو عبدالمطلب۔ 3. بنو اسد 4. بنو زہرہ۔ 5. بنو تیم۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ میں بھرپور حصہ لیا۔

☆ جوان ہوئے تو سیدہ خدیجہ بنت خویلد کا سامان تجارت لے کر شام کا سفر کیا۔ جس میں بہت زیادہ منافع ہوا۔ اس سفر میں سیدہ خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا۔

☆ ٹھیک پچیس سال کی عمر میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شادی ہوئی۔ اس وقت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

☆ پینتیس سال کی عمر میں خانہ کعبہ کی تعمیر کے دوران حجر اسود نصب کرنے کا واقعہ پیش آیا تو بڑی خون ریزی کا خدشہ پیدا ہو گیا' آپ نے احسن انداز میں یہ مسئلہ حل کر دیا۔

☆ چالیس سال ایک دن کی عمر میں نبوت سے سرفراز ہوئے۔ پہلی وحی غار حرا میں نازل ہوئی۔

☆ سیدہ خدیجہ (زوجہ)' علی (چچا زاد بھائی)' ابوبکر صدیق (دوست) اور زید بن حارثہ (غلام) پہلے دن ہی مسلمان ہو گئے۔

☆ تین برس تک اسلام کی خفیہ تبلیغ ہوتی رہی۔ پھر اللہ کے حکم سے کھلم کھلا دین کی تبلیغ شروع ہوئی تو سخت مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ ان تین سالوں میں چالیس افراد نے اسلام قبول کیا۔

☆ نبوت کے پانچویں سال رجب میں سب سے پہلے عثمان بن عفان گھر بار چھوڑ کر اپنی زوجہ سیدہ رقیہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہجرت کے لئے مکہ سے حبشہ روانہ ہوئے تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''حضرت ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے بعد عثمان اور رقیہ پہلا جوڑا ہے جس نے اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑا ہے۔'' اس قافلے میں بارہ مرد اور چار عورتیں تھیں۔

☆ حبشہ ہجرت کرنے والے دوسرے قافلے میں بیاسی یا تراسی مرد اور اٹھارہ عورتیں تھیں۔

☆ نبوت کے چھٹے سال میں حضرت حمزہ (آپ کے چچا) اور ان سے تین دن بعد حضرت عمر بن خطاب مسلمان ہوئے۔ مسلمان اس وقت تک چھپ چھپ کر نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان بیت اللہ میں نمازیں ادا کرنے لگے۔

☆ نبوت کے ساتویں سال قریش نے سوشل بائیکاٹ کا ایک عہد نامہ لکھا کہ کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ لین دین اور رشتہ ناطہ نہ کرے۔ ہاشمی قبیلہ کے ساتھ بھی لین دین' رشتہ ناطہ بند کر دیں کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑ رہے تھے۔ یہ معاہدہ خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکا دیا گیا۔ آپ اپنے خاندان کے ساتھ شعب ابی طالب میں چلے گئے اور تین سال بند رہے لیکن دین کی تبلیغ برابر جاری رہی۔ تین سال کے بعد اس مقاطعہ کا خاتمہ ہوا۔ ایک طرف اللہ

تعالیٰ نے قریش کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ صحیفہ چاک کر کے بائیکاٹ ختم کر دیں اور دوسری طرف دیمک نے ظلم وستم والا حصہ چٹ کر دیا۔ یوں یہ مقاطعہ خود بخود ختم ہو گیا۔

☆ نبوت کے دسویں سال' شعب ابی طالب سے نکلنے کے چھ یا آٹھ ماہ بعد ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا۔ یہ سال عام الحزن کے نام سے مشہور ہے۔

☆ اسی سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا سفر کیا۔ زید بن حارثہ ساتھ تھے۔

☆ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے ایک ماہ بعد نبوت کے دسویں سال شوال میں سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے شادی ہوئی۔

☆ نبوت کے گیارھویں سال سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔

☆ نبوت کے گیارھویں سال میں مدینہ سے آئے ہوئے چھ آدمی مسلمان ہوئے۔

☆ نبوت کے بارھویں سال 27 رجب کو 51 سال 5 ماہ کی عمر میں آپ کو معراج کروائی گئی۔ مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس سے پہلے دو نمازیں فجر اور عصر پڑھی جاتی تھیں۔

☆ اسی سال موسم حج میں اٹھارہ افراد مدینہ سے مکہ آئے' انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ مدینہ بھیج دیا تا کہ وہ لوگوں کو اسلام سکھائیں اور اہل مدینہ میں اسلام کو دعوت دیں۔

☆ نبوت کے تیرھویں سال میں اہل مدینہ نے آپ کو مدینہ تشریف لے آنے کی دعوت دی جو آپ نے قبول فرمالی اور اللہ کے حکم سے ہجرت مدینہ کا سفر اختیار کیا۔ سفر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساتھ تھے۔ یکم ربیع الاوّل کو غار ثور سے نکل کر سفر کا آغاز کیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غلام عامر بن فہیرہ اور راستہ بتانے والا ایک شخص عبداللہ بن اریقط اس قافلے میں شامل تھا۔

1 ہجری یا نبوت کا چودھواں سال: ☆ 8 ربیع الاوّل بروز پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء

میں داخل ہوئے۔قباء میں چار روز کے قیام کے دوران اسلام کی پہلی مسجد بنائی گئی۔

☆ قباء سے مدینہ روانہ ہوئے تو راستے میں سالم بن عوف کی بستی کے قریب جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا تو وہاں پہلے جمعہ کی نماز ادا کی گئی۔سو آدمیوں نے شرکت کی۔

☆ مکہ مکرمہ میں ہر نماز دو' دو رکعت فرض تھے۔مدینہ منورہ میں ظہر' عصر اور عشاء کی نماز میں چار' چار رکعتیں مقرر ہوئیں البتہ سفر میں دو' دو رکعتیں ہی مقرر رہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے یہودیوں سے امن و سلامتی کا معاہدہ کیا اور مسلمانوں کے درمیان مواخات قائم فرمائی۔

2 ہجری: ☆ نماز کے لئے اذان شروع ہوئی۔

☆ اللہ کے حکم سے بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جانے لگی۔

☆ رمضان کے روزے فرض ہوئے۔

☆ 17 رمضان المبارک کو غزوہ بدر ہوا۔مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سفید جھنڈا عطا فرمایا گیا۔ بدر مدینہ کے جنوب مغرب میں 155 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

☆ غزوہ بدر میں عفراء بنت عبید الانصاریہ رضی اللہ عنہا کے دو نوجوان بیٹوں معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے ابوجہل کو قتل کیا۔

☆ اس غزوہ میں 14 مسلمان شہید ہوئے۔جن میں 6 مہاجرین اور آٹھ انصار تھے اور 70 مشرکین مارے گئے اور 70 قید ہوئے۔آپ تین دن بدر میں قیام پذیر رہے۔

3 ہجری: ☆ زکوٰۃ فرض ہوئی۔

☆ غزوہ احد ہوا' جس میں 70 صحابہ شہید ہوئے اور محقق قول کے مطابق 37 کفار مارے گئے۔

4 ہجری: ☆ بنو نضیر کا محاصرہ ہوا اور وہ شکست خوردہ ہو کر جلاوطن کر دیئے گئے۔

☆ شراب کا پینا حرام ہوا' نیز ہر قسم کی نشہ آور اشیاء حرام قرار دے دی گئیں۔

5 ہجری: ☆ غزوہ خندق ہوا' شوال میں شروع ہونے والے اس اعصابی غزوہ میں کفار نے ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کیئے رکھا لیکن دشمن بری طرح ناکام و نامراد واپس لوٹا۔

☆ عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہوا۔

☆ غزوہ بنو قریظہ: بنو قریظہ کی بے وفائی اور عہد شکنی کی بدولت انہیں سزا دی گئی۔ ان کے مردوں کو قتل کر دیا گیا۔ عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا گیا اور ان کے اموال تقسیم کر دیئے گئے۔

6 ہجری: ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 14 سو مہاجرین و انصار کی معیت میں عمرہ کے لئے مکہ تشریف لے گئے لیکن قریش نے مکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ قریش سے صلح کا ایک معاہدہ طے پایا جسے صلح یا معاہدہ حدیبیہ کہتے ہیں۔ طے پایا کہ دس سال تک صلح رہے گی۔ لین دین جاری رہے گا۔ مسلمان اگلے سال عمرہ کی غرض سے مکہ آئیں گے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور بادشاہوں کے پاس سفیر بھیجے' ان کو اسلام کی دعوت دی لیکن اکثر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔

7 ہجری: ☆ محرم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا قصد کیا۔ خیبر کے تینوں بڑے قلعے فتح ہو گئے۔ صفیہ (رضی اللہ عنہا) قید ہو کر آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کر کے ان سے شادی کر لی۔ سیدہ صفیہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی تھیں۔

☆ ذوالقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ عمرہ کی غرض سے مکہ تشریف لے گئے۔ مکہ میں تین دن قیام کیا۔ اس دوران سیدہ میمونہ بنت الحارث ہلالیہ سے شادی کی۔

8 ہجری: ☆ جمادی الاولی میں معرکہ موتہ ہوا۔

☆ اسی سال مکہ فتح ہوا۔ کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا' اسی سال شوال میں غزوہ حنین ہوا۔

9 ہجری: ☆ اس سال حج فرض ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاجیوں کے قافلے کا امیر بنایا گیا اور کئی سو مسلمانوں نے حج ادا کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان عرفات میں اعلان کیا کہ آئندہ کوئی مشرک خانہ کعبہ کے اندر داخل نہ ہوگا۔ کوئی عورت یا مرد ننگا ہو کر کعبہ کا طواف نہ کر سکے گا۔ جن لوگوں نے عہد شکنی کی ہے' ان کے ساتھ کوئی عہد باقی نہ سمجھا جائے گا۔

☆ رومیوں نے سرحد پر مسلمانوں کو للکارا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر تبوک کیا۔ رومیوں کو جب آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو لڑائی کے لئے نہ آئے۔ آپ نے بیس دن تبوک میں گزارے۔

☆ شعبان میں آپ کی صاحبزادی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے وفات پائی۔ آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی' بقیع میں دفن فرمایا اور ان کی وفات پر سخت غمگین ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو اس سے بھی تمہاری شادی کر دیتا۔''

☆ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔

10 ہجری: ☆ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج ادا کیا۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار صحابہ شامل حج تھے۔ قرآن کریم کی آخری آیت عرفات کے میدان میں نازل ہوئی' دین مکمل ہو گیا۔ اسلام کے سارے اصول سمجھا دیئے گئے۔ جاہلیت کی رسموں اور شرک کی باتوں کو ملیا میٹ کر دیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو الوداع کہا۔

11 ہجری: ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 23 سال پانچ دن تک اللہ کا حکم بندوں تک پہنچا کر تریسٹھ سال 5 دن کی عمر میں بارہ ربیع الاوّل' دوشنبہ (پیر) کے دن دنیا سے رخصت ہوئے۔

☆ منگل کو پورا دن نماز جنازہ پڑھی گئی۔ جنازے میں کوئی امام نہ تھا۔ پہلے بنو ہاشم نے نماز جنازہ پڑھی' پھر مہاجرین نے' پھر انصار نے۔ مردوں کے بعد عورتوں نے اور ان کے بعد بچوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ یہاں تک کہ بدھ کی رات آ گئی۔ چنانچہ بدھ کی رات میں جسد پاک سپردِ خاک کر دیا گیا۔ ((إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ))

باب:1

محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی 'محمد' ہے' محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی ۔قصی' عدنان کی اولاد سے اور عدنان' قیدار کی اولاد سے ہیں اور قیدار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے معروف بیٹے ہیں۔حضرت اسماعیل حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام کے بڑے صاحبزادے ہیں۔محمد' حمد سے اسم مفعول ہے جو حمد کی صفت اور کیفیت کو ظاہر کرتا ہے اور مضاعف سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

وَشَقَّ لَهُ مِنِ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَّ هٰذَا مُحَمَّدٌ

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے آپ کا نام اپنے نام سے مشتق کیا۔ دیکھو رب العرش تو محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔'' (رحمۃ للعالمین)

دادا عبدالمطلب نے آپ کا اسم گرامی 'محمد' اور والدہ ماجدہ نے خواب میں ایک فرشتے سے بشارت پا کر 'احمد' رکھا تھا۔محمد کے معنی ہیں 'بہت زیادہ تعریف کیا گیا' جس کی دنیا میں سب سے زیادہ خوبیاں بیان کی جائیں گی' جس کی تعریف تسلسل اور تواتر کے ساتھ کی جائے گی۔آپ کا نام محمد ہے اور اس کا مسمی بھی حقیقی طور پر محمد ہے۔حمد سے محمد اس طرح بنایا گیا ہے' جیسے کرم سے مکرّم۔قرآن کریم میں یہ اسم گرامی چار مرتبہ آیا ہے۔جو آپ کے منصب کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ [آل عمران: ١٤٤]

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صرف رسول ہی ہیں' ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔'' (آل عمران:144)

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ﴾
[الأحزاب : ٤٠]

''(لوگو!) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور سلسلہ بعثت انبیاء کو ختم کرنے والے ہیں۔'' (الاحزاب:40)

﴿ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَءَامَنُوا۟ بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ ﴾ [محمد : ٢]

''اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اُتاری گئی کتاب (قرآن مجید) پر بھی ایمان لائے۔'' (محمد:2)

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۖ ﴾ [الفتح : ٢٩]

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں' آپس میں رحم دل ہیں۔'' (الفتح: 29)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زمین پر میرا نام 'محمد' اور آسمان پر 'احمد' ہے۔ توراۃ میں میرا اسم 'محمد' اور انجیل میں 'احمد' ہے۔''

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم کو تعجب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیاں اور لعنت مجھ پر سے کیونکر ٹال دیتا ہے۔ وہ مذمم کو برا کہتے ہیں' اس پر لعنت کرتے ہیں۔ میں تو 'محمد' ہوں۔'' (بخاری:3533)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں اسماء 'محمد' اور 'احمد' سے آپ کے اوصاف کا کس شاندار انداز سے ظہور ہوا ہے! محمد کے لفظ میں صفات حمیدہ کی کثرت اور احمد میں دوسروں کی صفات سے افضلیت مقصود و مطلوب ہے۔ جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء کو آپ کے شب و روز کے آئینہ میں دیکھنے کی کوشش کریں' ان پر ''حقیقتِ محمدیہ'' پوری طرح منکشف ہو سکتی ہے اور

ایسے لوگ آپ کے مکارم اخلاق سے خود شاد کام اور آپ کے اسماء پاک کی معنی خیزی اور واقعیت کے عینی شاہد بھی ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرمائی اور جب بھی آپ کا ذکرِ خیر کیا' محبت و احترام بخشنے والے اور فرحاں و شاداں کر دینے والے صفاتی ناموں سے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکرِ خیر بلند اور لوگوں کی زبان پر جاری و ساری کر دیا۔ آپ کی تعریف میں جن و انس' جاندار اور بے جان سبھی شامل ہو گئے۔ آپ اہل دنیا کے لئے باعث رحمت اور قیامت کے روز شافع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دستِ مبارک سے پھینکی جانے والی کنکریوں کو اپنی طرف سے پھینکی جانے والی کنکریوں کے استعارے سے نوازا۔ آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ کلیہ و قانون بنا اور قیامت تک کے لئے اس کی پابندی لازم قرار دے دی گئی۔ اس لئے جو شخص اللہ تعالیٰ سے خوشی خوشی ملنے کا طالب ہو' اسے چاہئے کہ محمدی رنگ اپنائے۔

ہاں آپ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں' جو رسول ہیں' رحمۃ للعالمین ہیں اور معلم کتاب و حکمت ہیں۔ آپ ہی کے اسوہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا جو قیامت تک کے لوگوں کے لئے مینارہ نور ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شان سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور قیامت کے روز کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مقام شفاعت کا نام ہی مقام محمود رکھ دیا۔

ہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فاتح کہلائے۔ آپ کی فتح کی مثال دنیا کیا پیش کرے گی' آپ نے نہ صرف شہر فتح کئے بلکہ دل فتح کر لئے۔ وہ ملکوں پر نہیں' دلوں پر حکومت کرتے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام لیوا اس نام پر آج بھی اسی طرح کٹ مرنے کے لئے تیار ہیں جس طرح بدر و حنین میں کٹ مرے اور یہ جذبہ تا قیامت برقرار رہے گا۔ جو لوگ چیخ چیخ کر محمد محمد کی رٹ لگاتے ہیں وہ نہایت بے ادبی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ عرش والا بھی محمد کو مدثر اور مزمل کہہ کر پکارتا ہے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

باب:2

أحمد

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی 'احمد' بھی ہے۔ یہ اسم مبارک آپ کا ذاتی نام ہے۔ جس کے معنی ہیں ''بہت زیادہ حمد و ثناء کرنے والا۔ جس کا مصدر حمد ہے۔ احمد' حمد کا اسم تفضیل ہے۔ لفظ احمد کا سرچشمہ بھی حمد ہے۔ دونوں نام اپنے منبع و ماخذ کے اعتبار سے اتحاد تام رکھتے ہیں اور مشترکہ کلیہ کے ساتھ ساتھ انوار و برکات خاص سے مختص بھی ہیں۔

امام ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ میں روایت کی ہے کہ امام باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب آمنہ کے شکم مبارک میں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے تو اس وقت انہیں حکم ہوا تھا کہ وہ بچے کا نام 'احمد' رکھیں۔''

امام ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ ہی میں بروایت مرفوع بیان کیا ہے:

''محمد ابن حنفیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا نام 'احمد' رکھا گیا تھا۔''

آپ کا یہ اسم پہلی اُمتوں میں بھی معروف رہا ہے' جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے یوں دی:

﴿ وَإِذْ قَالَ عِيسَى ٱبْنُ مَرْيَمَ يَـٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ ٱلتَّوْرَىٰةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُولٍ يَأْتِى مِنۢ بَعْدِى ٱسْمُهُۥٓ أَحْمَدُ ﴾ [الصف : ٦]

''اور جس وقت عیسیٰ بن مریم نے بنی اسرائیل سے کہا بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تمہارے پاس آیا ہوں مجھ سے پہلے جو تورات اتر چکی ہے اس کو سچی بتاتا ہوں اور ایک

پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا' اس کا نام احمد ہوگا۔'' (الصف:6)

محمد اور احمد کے معانی میں فرق یہ ہے کہ محمد وہ ہے جس کی حمد ونعت جملہ اہل الارض و اہل السموات نے سب سے بڑھ کر کی اور احمد وہ ہے جس نے رب السموات والارض کی حمد وثناء جملہ اہل الارض والسموات سے بڑھ کر کی۔ لہٰذا احمد آپ کا اسم علم بھی ہے اور اسم صفت بھی جو اپنے معانی کے اعتبار سے کمالات نبوت پر دلیل بھی ہے اور مدلول بھی۔

ثناء وتکریم' رفعتِ شان' رفعتِ ذکر' استلزام اور جود وعطا کا مجموعہ حمد کہلاتا ہے۔ حمد کی یہ جملہ صفات بدرجہ اکمل ذات پاک سبحانہ وتعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ الحمد للہ کا الف لام یہی بتلا رہا ہے اور اسم پاک احمد بھی اس راز کا منکشف ہے۔ محمد' حمد (مضاعف) سے مبالغہ کے لئے ہے۔ یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کسی کے ہاں' ہر جگہ اور ہمیشہ محمود رہے ہیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب جلاء الأفھام میں تحریر فرمایا ہے کہ علماء کے ایک گروہ کا جن میں ابوالقاسم سہیلی رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں' قول ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک 'احمد' پہلے رکھا گیا اور اسم مبارک 'محمد' بعد میں رکھا گیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت میں آپ کا اسم مبارک 'احمد' واقع ہوا ہے۔

جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے پانچ نام ہیں' ان میں پہلا 'محمد' اور دوسرا 'احمد' ہے۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا ہے) قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان ناموں کو اپنے آخری رسول کے لئے خاص کر دیا اور ان ناموں کی اس سے حفاظت فرمائی کہ پہلی اُمتوں میں سے کوئی یہ نام رکھے۔ (فتح الباری)

یہ دونوں نام قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ انجیل یوحنا میں فارقلیط کے آنے کی بشارت دی گئی ہے جو یونانی لفظ 'پارکلوطوس' سے معرب ہے اور یہ لفظ 'احمد' کا مترادف ہے۔ انجیل میں اگرچہ بہت

سی تبدیلیاں کر دی گئی ہیں لیکن روم میں انجیل کے بعض قلمی نسخوں میں 'احمد' کا لفظ اب تک موجود ہے۔ یاد رہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کا نام 'احمد' پہلے رکھا' دادا نے آپ کا نام 'محمد' بعد میں رکھا۔

مولانا وحید الزمان کے قول کے بموجب لندن کے ایک کتب خانے میں انجیل کا ایک نسخہ آج بھی موجود ہے جس میں صراحتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام 'احمد' مذکور ہے۔ (تفسیر وحیدی)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اسم صحابہ کرام میں معروف تھا۔ حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے:

صلی الإ له علیه و من یحف بعرشه والطیبون علی المبارک أحمد

''اللہ تعالیٰ نے اور اس کے عرش کے گرد جھمگھٹا لگائے ہوئے فرشتوں نے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے بابرکت احمد پر درود بھیجا ہے۔''

تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک صرف محمد ہی نہ تھا بلکہ احمد بھی تھا۔ عرب کا پورا لٹریچر اس بات سے خالی ہے کہ آپ سے پہلے کسی کا نام احمد رکھا گیا ہو۔ آپ کے بعد احمد اس قدر لوگوں کے نام رکھے گئے جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا عقیدہ بنی اسرائیل کے ہاں اس قدر مشہور و معروف تھا کہ ''وہ نبی'' کہہ دینا گویا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بالکل کافی سمجھا جاتا تھا' جس کا نام 'احمد' ہوگا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی کہ: ''جس کی خبر توراۃ میں دی گئی ہے۔''

سچی حمد الٰہی کی نشانی یہ ہے کہ زبان پر اللہ کا نام رہے' حرکات و سکنات اس عمل پر گواہ ہوں اور زندگی کے مختلف شؤن و مظاہر صفات حمیدہ کے حامل رہیں۔ گویا حمد قولی' فعلی اور بدنی میں کوئی تفاوت نہ ہو۔ مساعی جمیلہ سے جو سراپا ان صفات کا حامل بنتا ہے' اسے عربی میں 'احمد اور محمد' کہتے ہیں۔ احمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے رب کی شان اسی طرح بیان کی جس طرح بیان کرنے کا حق تھا اور اُمت نے اپنے رسول کی تعریف اسی انداز میں کی جس کا خواہاں دادا عبد المطلب تھا۔

باب:3

حامد

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'حامد' ہے۔ جس کے معنی ہیں حمد کرنے والا' اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے والا۔ قیامت کے روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کریں گے' اس کا نام 'مقام محمود' اور آپ کا نام 'حامد' ہوگا۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا أَحْمَدُ وَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَ أَنَا الحَاشِرُ الَّذِي أَحْشُرُ النَّاسَ عَلَى قَدَمِي' وَ أَنَا الـمَـاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الكُفْرَ ' فَإِذَا كَانَ يومُ القِيَامَةِ كَانَ لِوَاءُ الْحَمْدِ مَعِي وَ كُنْتُ إِمَامَ الْمُرْسَلِينَ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ))

''میں احمد ہوں اور میں محمد ہوں' اور میں حاشر ہوں' جس کے قدموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے (یعنی میرے بعد قیامت آئے گی) اور میں ماحی ہوں' میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا' پس جس دن قیامت برپا ہوگی تو حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں رسولوں کا امام ہوں گا اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔'' (طبرانی)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے اسماء کا ذکر فرمایا ہے جن میں 'حمد کے جھنڈے' کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی قیامت کے روز حامد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علاوہ مقام محمود پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے والا اور کوئی نہیں ہوگا۔ صرف حامد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہی یہ فضیلت عطا کی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کریں۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان میں سے ذکر (حمد وثناء) کرنے والے مردوں اور عورتوں کی ایک

جیسی مدح وثناء بیان فرمائی:

﴿ إِنَّ ٱلْمُسْلِمِينَ وَٱلْمُسْلِمَٰتِ وَٱلْمُؤْمِنِينَ وَٱلْمُؤْمِنَٰتِ وَٱلْقَٰنِتِينَ وَٱلْقَٰنِتَٰتِ وَٱلصَّٰدِقِينَ وَٱلصَّٰدِقَٰتِ وَٱلصَّٰبِرِينَ وَٱلصَّٰبِرَٰتِ وَٱلْخَٰشِعِينَ وَٱلْخَٰشِعَٰتِ وَٱلْمُتَصَدِّقِينَ وَٱلْمُتَصَدِّقَٰتِ وَٱلصَّٰٓئِمِينَ وَٱلصَّٰٓئِمَٰتِ وَٱلْحَٰفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَٱلْحَٰفِظَٰتِ وَٱلذَّٰكِرِينَ ٱللَّهَ كَثِيرًا وَٱلذَّٰكِرَٰتِ أَعَدَّ ٱللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴾ [الأحزاب : ٣٥]

''بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں' روزے رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں' اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں ان (سب) کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' (الاحزاب:35)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جس قدر انسانی صفات کا ذکر فرمایا ہے' حامد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ تمام صفات بدرجہ اُتم موجود تھیں۔اس لئے آپ حامد کہلائے۔آپ سب سے زیادہ جامع اور کامل کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور تسبیح وتحمید کرنے والے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں اللہ کا ذکر کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں' فرشتے ان کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔رحمت ان پر چھا جاتی ہے' ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ قیامت کے روز جب تمام انبیاء حساب و کتاب شروع کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے سے معذرت کرلیں گے تو لوگ آخر میں حامد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئیں گے۔ آپ سے کہیں گے کہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوکر حساب و کتاب شروع کرنے کی سفارش کریں۔ چنانچہ آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عرش کے پاس تشریف لے جائیں گے اور سجدے میں گر جائیں گے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میرے دل میں اپنی حمد وثناء کی ایسی ایسی باتیں ڈال دے گا جو اس نے کسی کو نہیں بتلائیں حتیٰ کہ مجھے بھی معلوم نہیں۔ پھر ارشاد ہوگا کہ اے حمد کرنے والے، اپنا سر اٹھایئے۔ سوال کیجئے، عطا کئے جاؤ گے۔ سفارش کیجئے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔ چنانچہ آپ سر مبارک اٹھائیں گے اور فرمائیں گے کہ اے اللہ! میری اُمت، میری اُمت۔ ارشاد ہوگا، اپنی اُمت میں سے ان ستر ہزار آدمیوں کو جن کا حساب کتاب نہیں ہوگا، جنت کے داہنے دروازے سے جنت میں لے جایئے اور یہ لوگ باقی دروازوں میں سے بھی اور لوگوں کی طرح جا سکتے ہیں۔ (اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی اور دوسروں نے روایت کیا ہے)

جس حامد نے تمام عمر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی، اس نے اپنی اُمت کو بھی یہی سبق دیا کہ اللہ کی رحمت اور فضل تلاش کرنے کے لئے زندگی کے ہر لمحے اس کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھیں۔ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کو یاد کرنے اور نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔" (صحیح البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر لوگ کسی ایسی مجلس میں بیٹھیں جس میں نہ اللہ کو یاد کریں نہ اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجیں تو وہ مجلس (قیامت کے دن) ان کے لئے باعث حسرت ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو انہیں سزا دے گا اور اگر چاہے گا تو معاف کردے گا۔" (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو کلمے ایسے ہیں جو زبان سے ادا کرنے میں بڑے آسان ہیں لیکن میزان میں ان کا وزن بہت زیادہ ہے' اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہیں (وہ یہ ہیں) :((سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ.)) (اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

حامد نے اللہ تعالیٰ کی کس عجز و انکساری سے حمد و ثناء کی اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عَقُوْبَتِکَ وَبِکَ مِنْکَ لا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَیْکَ أَنْتَ کَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ))

''اے اللہ! میں تیری رضا کے وسیلے سے تیرے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بخشش کے وسیلے سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔اور (میں ہر معاملے میں) تجھ سے ہی پناہ مانگتا ہوں۔ میں تیری حمد و ثناء کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' تیری تعریف ویسی ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔'' (مسلم)

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: کیا میں تجھے چند کلمات نہ سکھاؤں جو تم کہہ لیا کرو' وہ تمہارے لئے کافی ہوں گے۔وہ کلمات یہ ہیں۔

((سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ خَلْقِہٖ)) تین بار

((سُبْحَانَ اللّٰہِ رِضَا نَفْسِہٖ)) تین بار

((سُبْحَانَ اللّٰہِ زِنَةَ عَرْشِہٖ)) تین بار

((سُبْحَانَ اللّٰہِ مِدَادَ کَلِمَاتِہٖ)) تین بار

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات والے کلمات کو بہت تھکا دینے والے درود و وظائف کی مقابلے میں کافی قرار دیا۔

باب:4

القاسم

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'القاسم' ہے۔ قاسم کے معنی ہیں' تقسیم کرنے والا' بانٹنے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ کے گھر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے پہلے مولود کا نام نامی قاسم ہے جو لڑکپن میں مکہ میں ہی وفات پا گئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت انہی کے نام سے ابوالقاسم ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے نام پر (اپنے بچوں کے) نام رکھو لیکن میری کنیت (یعنی ابوالقاسم) نہ رکھو کیونکہ قاسم مَیں ہوں۔ تم سے جو غنیمت یا زکوٰۃ کا مال ملتا ہے اس کو تقسیم کرنے والا ہوں۔''
(اسے مسلم نے روایت کیا ہے) (اس لئے اور کسی شخص کو ابوالقاسم نام رکھنا زیبا نہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں تھے تو ایک شخص نے ایک دوسرے شخص کو پکارا 'اے ابوالقاسم!' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا:

((تسمَّوا بِاسْمِي وَلَا تَكتَنُوا بِكُنْيَتِي))

''میرے نام سے نام رکھو لیکن میری کنیت مت رکھو۔'' (صحیح بخاری:3537)

کنیت رکھنا دراصل ایک طرح سے تعظیم وتکریم ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو ابو یحیٰی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کی کنیت مرحمت فرمائی۔ آپ صاحب

اولاد اور بے اولاد سب کو کنیت عطا فرماتے اور ابوالقاسم کے علاوہ آپ سے ثابت نہیں کہ آپ نے کسی کنیت سے منع فرمایا ہو۔ بعض فقہاء کا خیال ہے کہ یہ نہی آپ کے زمانے تک کے لئے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَاللّٰهُ الْمُعْطِي وَأَنَا الْقَاسِمُ))

''اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے میں تقسیم کرنے والا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

اسی ابوالقاسم کو محمد کہا گیا' صادق اور امین کہا گیا' لیکن جب آپ نے اپنے آباؤاجداد کے دین کو چھوڑ کر ایک اللہ کی طرف دعوت دی تو اپنے بھی دشمن ہو گئے اور پرائے بھی۔ کسی نے دکھ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا میں کشادہ روی اور عفو درگزر کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ دنیا ششدر رہ گئی۔

جب القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فیاضی اور برکات کے چشمے جاری ہوئے تو آپ کی نورانی تجلیات سے بہت سے انسان بصیرت افروز ہوئے۔ غموں اور دکھوں کی ستائی ہوئی انسانیت شادکام ہو گئی۔ القاسم نے لاتعداد نعمتوں اور علمی بصیرتوں کے ذریعے اہل ایمان کو ممتاز بنا دیا۔ آپ کی تقسیم کے پیمانے سب کو مطمئن کرنے والے ہیں۔ جس نے بھی سوال کیا اپنی جھولی بھر لے گیا۔ ان کے ہاں کبھی 'نہ' نہیں۔ آپ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں سے نوازنے والے ہیں۔ آپ کی عطا ایک وسیع اور لامحدود مضمون ہے' جسے لکھنے کے لئے دفتر درکار ہیں۔ آپ فطری نظام تعلیمات دیتے ہیں جس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہیں۔ آپ کی تعلیمات دین و دنیا کا ہر مسئلہ بتانے اور سمجھانے کے لئے کافی وشافی ہیں۔ ذرا اپنا دامن پھیلا کر تو دیکھئے' کیسے کیسے لعل و جواہر سے جھولی بھر دیتے ہیں۔

اسی ذات بابرکات و عالی شان القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہالت میں ڈوبے ہوئے عربوں کو ایسے علوم وفنون سکھائے کہ وہ دنیا کے حکمران بن گئے۔ جن علوم کو یہود و نصاریٰ

چھپائے ہوئے تھے' آپ نے انہیں آشکارا کیا تو وہ مطیع ہو گئے اور دنیا کی سیادت و قیادت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ یہ اسی القاسم کی تعلیمات تھیں کہ اپنے قریب تر ہو گئے' دشمن سینے سے لگ گئے اور رہزن رہنما بن گئے۔ بھائی چارے کی ایسی فضا قائم ہوئی کہ دشمنی دوستی میں بدل گئی۔ امیر و غریب کا فرق مٹ گیا۔ حاکم و محکوم ایک صف میں کھڑے ہو گئے۔ یہ اسی القاسم کی فیضیابی ہے کہ دنیا میں روشنی اور راحت و مودت ہے۔

القاسم نے حکمت کی ایسی برکھا برسائی کہ سب کے دلدر دور ہو گئے۔ فاقہ کش عرب سونے کی ڈلیاں ہاتھوں میں لئے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو ڈھونڈنے چل نکلے۔ قیادت و سیادت چھوڑ کر جہاد کی راہ اپنانے والوں کو اجازت ملنا مشکل ہو گئی۔ اس القاسم کی دولت کا کمال یہ ہے کہ قیصر و کسریٰ سر جھکائے کھڑے نظر آئے اور سمندروں کے پانی اور صحراؤں کے درندے خادموں کی طرح سر تسلیم خم کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔

یہ اسی القاسم کا کمال ہے کہ جب لٹانے پر آتے ہیں تو اپنے پرائے' دوست دشمن سب خوش ہو جاتے ہیں۔ بدر کے قیدی ہوں یا خیبر و حنین کے قیدی اور متاعِ حیات' آپ سب کچھ تقسیم کر کے سب کو مطمئن کرتے ہیں۔ جس کے لئے کچھ نہ بچا اس کے ساتھ خود ہو لئے اور وہ آپ کو اپنے ساتھ لے جانے پر دنیا کی دولت بھول گیا۔ وہ سب کچھ تقسیم کر کے خوش ہوتے ہیں لیکن ان کے اپنے گھر میں دو دو ماہ تک چولھا نہیں جلتا۔ وہ یہودی جیسے کینہ پرور دشمن کو بھی سب کچھ ساتھ لے جانے کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ وہ پیٹ پر دو پتھر باندھ کر قیصر و کسریٰ کی فتح کی خوشخبری سناتے ہیں۔ وہ ((لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ)) (آج کے دن تم پر کوئی ملامت نہیں اور تم آزاد ہو) کی نوید مسرت سناتے ہیں' اس لئے کہ وہ القاسم ہیں۔

آج بھی اگر دنیا میں امن و امان اور عدل و انصاف کا قیام عمل میں لانا ہے' راحت و مودت تلاش کرنی ہے اور آخرت کی کامیابیاں درکار ہیں تو اسی ابوالقاسم کی سنت پر عمل کرنا ہو گا' ورنہ گمراہی' جہالت' ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

باب:5

عبد اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'عبداللہ' ہے۔ جس کے معنی ہیں' اللہ کا بندہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت عبد کو 'نــا' اور 'ہ' کی ضمیر کے ساتھ متعدد بار ذکر فرمایا۔

سورہ البقرہ میں فرمایا کہ ہم نے اپنے بندے پر قرآن اُتار ہے اور اگر تمہیں اس میں شک ہے تو اس جیسا قرآن نہیں صرف ایک سورت ہی بنالاؤ۔

﴿ وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴾ [البقرة : ٢٣]

"اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے' یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنالاؤ' اپنے سارے ہمنواؤں کو بلالو' ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس جس کی چاہو مدد لے لو اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔" (البقرۃ:23)

﴿ إِن كُنتُمْ آمَنتُم بِاللَّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ﴾ [الأنفال : ٤١]

"اگر تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتاری ہے' جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا' جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں۔" (الانفال:41)

﴿ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۜ ﴾ [الكهف : ١]

"تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں

کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔'' (الکھف:1)

﴿ فَأَوْحَىٰٓ إِلَىٰ عَبْدِهِۦ مَآ أَوْحَىٰ ﴾ [النجم : ١٠]

''پس اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو بھی پہنچائی۔'' (النجم:10)

﴿ هُوَ ٱلَّذِى يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِۦٓ ءَايَٰتٍۭ بَيِّنَٰتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ﴾ (الحدید:9)

''وہ (اللہ) ہی ہے جو اپنے بندے پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لے جائے۔'' (الحدید:9)

﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [الفرقان : ١]

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان اتارا اپنے بندے پر تاکہ وہ تمام جہان والوں کے لئے خبردار کرنے والا ہو۔'' (الفرقان: 1)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی حفاظت اور تسلی کے لئے فرمایا:

﴿ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُۥ ﴾ [الزمر : ٣٦]

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے (کی مدد) کے لئے کافی نہیں؟'' (الزمر:36)

مقامِ عبدیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تکریم ہے۔ سورہ الاسراء میں لفظ عبدہ سے آپ کا وصف خاص ذکر کیا گیا ہے۔ سورہ الکھف کے شروع میں بھی یہی صفت مذکور ہے۔ یعنی مقامِ عبدیت بہت بلند ہے اور انسانوں میں سے جسے اس مقام پر فائز کیا گیا وہ سب سے بڑا اور اعلیٰ وارفع انسان تھا' اسی طرح سورہ النجم اور الحدید میں بھی آپ کی اسی صفت کا ذکر خیر آیا۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ یکتا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ

السلام بھی اللہ کے بندے' اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے سیدہ مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا' اور وہ اسی کی طرف سے بھیجی ہوئی روح ہیں۔ اور یہ کہ جنت برحق ہے اور جہنم (بھی) برحق ہے۔ تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ (بہر حال) جنت میں داخل کرے گا خواہ اس کے اعمال کیسے ہی ہوں۔'' (رواہ بخاری و مسلم)

حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَرْفَعُوْنِي فَوْقَ حقِّي' فإنّ اللّٰه تعالیٰ اتّخَذني عَبداً قبلَ أنْ يتَّخِذَنِي رَسُولًا))

''مجھے میرے حق سے زیادہ نہ بڑھاؤ' بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنانے سے قبل بندہ بنایا۔'' (طبرانی اور اس کی سند حسن درجے کی ہے)

شرفِ انسانیت اسی عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بلند ہے۔ نزول قرآن اسی عبدیت کاملہ پر ہوا۔ تقرب الٰہی کا سبب عبودیت ہے۔ عبداللہ نے حق بندگی ادا کیا تو خطابِ عالی کا شرف عطا ہوا۔ اسی لئے معراج نبوی کو عبودیت کا ثمر قرار دیا گیا۔

باری تعالیٰ نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمائی تاکہ اس کا بندہ تمام جہان والوں کو اللہ کے حضور پیش ہونے اور حساب کتاب کا سامنا کرنے کے عمل سے آگاہ کر دے۔ جب اہل مکہ اس بندے کے خلاف متحد ہو گئے اور اس اعلان حق کو دبانے کی کوشش کی تو باری تعالیٰ نے اپنے بندے کو تسلی دی اور اہل جہان کو خبردار کیا کہ ہم اپنے بندے کی حفاظت و نگہبانی کے لئے اکیلے ہی کافی ہیں۔ ہم اس کے مددگار اور حامی و ناصر ہیں۔ اس بندے کو دنیا کی کوئی طاقت مغلوب نہیں کر سکتی' نہ ڈرا سکتی ہے۔ وہ مالک الملک جو چاہتا ہے اپنے بندے پر نازل فرماتا ہے اور اس عمل سے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اسی لئے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبودیت' وہ شجر طیبہ ہے جس کا پھل نہایت شیریں ہے۔

باب:6

المصطفیٰ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'المصطفیٰ' ہے۔ مصطفیٰ کے معنی ہیں منتخب شدہ' انتخاب کیا ہوا' برگزیدہ اور پسندیدہ۔

مصطفیٰ اسم مفعول ہے اور یہ الصفو سے مشتق ہے جو الکدر کی ضد ہے۔ یہ اسم گرامی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص اسمائے مبارکہ میں سے ہے جو آپ کے لئے بطور علم مستعمل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱللَّهُ يَصۡطَفِي مِنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلٗا وَمِنَ ٱلنَّاسِۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعُۢ بَصِيرٞ ﴾ [الحج : ٧٥]

''اللہ (اپنے فرامین کی ترسیل وتبلیغ کے لئے) ملائکہ میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔'' (الحج:75)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اپنی شریعت کو اپنے رسول تک پہنچانے کے لئے جس فرشتے کو چاہتا ہے' مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح لوگوں میں سے بھی پیغمبری کی خلعت سے جسے چاہتا ہے' نوازتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنَّهُمۡ عِندَنَا لَمِنَ ٱلۡمُصۡطَفَيۡنَ ٱلۡأَخۡيَارِ ﴾ [ص : ٤٧]

''اور بے شک یہ سب ہمارے نزدیک چنے ہوئے اور بہترین لوگ تھے۔'' (ص:47)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمَاعِيلَ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے کنانہ کو اسماعیل کی اولاد میں سے چن لیا اور کنانہ کی اولاد میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا۔''
(صحیح مسلم)

حضرت آدم' نوح' ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام خصوصیت سے وہ برگزیدہ بندے ہیں جن پر فعل اصطفیٰ کا اطلاق ہوا ہے اور اس کا سبب وحی ربانی کا نزول تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ وجہ امتیاز بدرجہ اَتم واکمل موجود ہے۔ المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بائیس سال سے زیادہ عرصہ تک تسلسل کے ساتھ قرآن کریم نازل ہوتا رہا۔ اسی لئے آپ کا اسم گرامی المصطفیٰ ہوا اور آپ کا اصطفیٰ ہر مقدس کے اصطفیٰ سے برتر واعلیٰ ہے۔ اس المصطفیٰ کی آمد کی خبر آدم علیہ السلام سے آنا شروع ہوئی اور عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر تسلسل کے ساتھ یہ خبر دیتے رہے۔

قیامت کے روز المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی سب سے پہلے اپنی قبر مبارک سے اٹھیں گے۔ آپ ہی کو مقام محمود کے لئے منتخب کیا جائے گا۔ سفارش عظمیٰ کے لئے بھی آپ ہی کا انتخاب ہوگا اور جنت میں سب سے پہلے آپ ہی داخل ہوں گے۔

ہاں وہ المصطفیٰ ہیں۔ انہیں خاتم النبیین اور خاتم الرسل ہونے کے لئے چنا گیا۔ انہیں رحمۃ للعالمین ہونے کے لئے منتخب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جائے پیدائش کے لئے منتخب شہر اور منتخب دار الہجرت پسند فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے المصطفیٰ کے لئے منتخب خاندان کو پسند فرمایا' اس خاندان کو عزت وتکریم بخشی۔ وہ خاندان تمام عرب میں ممتاز اور حکمران رہا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے المصطفیٰ کو منتخب ازواج مطہرات سے نوازا۔ زوجیت میں آنے سے پہلے تمام ازواج مطہرات کی اپنی خواہش رہی کہ آپ انہیں اپنی زوجیت میں قبول فرمالیں۔ تمام ازواج مطہرات نے حق زوجیت کی ایسی مثالیں قائم کیں جو رہتی دنیا کے لئے مشعل راہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب دوستوں سے نوازا۔ ایسے جانثار ساتھی کائنات میں کسے میسر آئے ہوں گے! مکی صحابہ کی شان کے کیا کہنے' لیکن مدنی صحابہ بھلا کس سے کم رہے۔ آپ نے ہجرت کے وقت اپنے سب سے قریبی دوست کو جب شریک سفر بنایا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ سفر جان لیوا بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہجرت کی رات جن کو بستر پر سلایا' وہ بھی اس خطرے سے بخوبی آگاہ تھے لیکن وہ اپنے لئے اس خدمت کو باعث سعادت سمجھ رہے تھے۔

اسی المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معراج کرائی گئی' ہجرت کی برکتوں سے نوازا گیا' فتح مبین عطا فرمائی گئی' قرآن کریم جیسی عظیم کتاب کا امین بنایا گیا۔ المصطفیٰ کی صحبت و رفاقت کی بدولت ان کے اصحاب کو بھی بہت سے انعامات و اکرامات سے نوازا گیا۔ المصطفیٰ ہی کو شافع قرار دیا گیا۔ روز قیامت المصطفیٰ کی اُمت کے لئے حوض کوثر کا اہتمام کیا جائے گا۔ اسی المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے ۔۔۔ کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ بندوں کو بندوں کی غلامی سے نجات دلا کر ایک اللہ کے حضور لا کھڑا کیا جائے اور اس سلسلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروانہ کی جائے۔ المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ آ جانے کے بعد کسی دوسرے کے فیصلے اور رائے کو فوقیت دینے والوں کے لئے نظام مصطفیٰ میں کوئی جگہ نہیں۔

المصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے والوں کی یہ اجتماعی ذمہ داری ہے کہ وہ آپ کا لایا ہوا آفاقی پیغام دنیا کے ہر کونے میں بسنے والے ہر انسان تک پہنچائیں۔ جب تک یہ کام جاری و ساری رہے گا' اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عزت و توقیر سے رہے گی۔

باب:7

النبی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'النبی' ہے۔ جس کے معنی ہیں اللہ کا خاص نبی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو گیارہ مرتبہ یَاأَيُّهَا النَّبِيُّ کہہ کر مخاطب فرمایا اور بائیس مرتبہ 'النبی' کی صفت سے آپ کا ذکر فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴾ [الأحزاب: ٤٥]

''اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (الاحزاب:45)

النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم فریضہ اپنی اُمت کے ان لوگوں کے بارے میں گواہی دینا ہے جنہوں نے اسلام قبول کیا یا اس کی تکذیب کی۔ جن لوگوں نے اتباعِ رسول میں نیک عمل کئے ان کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی اور جنہوں نے آپ کی نافرمانی کی انہیں دوزخ کے عذاب سے ڈرایا گیا۔ آپ ان انبیاء کی بھی گواہی دیں گے جنہوں نے اپنے اُمتیوں کو اللہ کا پیغام پہنچایا اور 'النبی' کی آمد کی اطلاع دی اور یہ گواہی اللہ کے دیئے ہوئے یقینی علم کی بنیاد پر ہوگی نہ کہ آپ تمام انبیاء کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے 'النبی' کو حکم دیا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ جَٰهِدِ ٱلْكُفَّارَ وَٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ ٱلْمَصِيرُ ﴾ [التحريم: ٩]

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آو' ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔'' (التحریم:9)

النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کا عقیدہ بنی اسرائیل کے ہاں اس قدر مشہور و معروف تھا کہ ''وہ نبی'' کہہ دینا گویا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے بالکل کافی تھا جس کا نام 'احمد' ہوگا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی کہ: ''جس کی خبر توراۃ میں دی گئی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے 'النبی' کا اس تواتر کے ساتھ ذکر فرمایا کہ آپ کی نبوت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔ اہلِ مکہ آپ کی نبوت کا اقرار کرنے کے لئے تیار تھے۔ وہ جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہی معاشرے کے فرد ہونے کے باوجود ہم سے الگ صفات کے مالک ہیں' آپ کی پاکیزہ اور اعلیٰ صفات کے انکار کا کسی میں یارا نہیں تھا۔ وہ اپنے مال و متاع' جاہ و حشمت اور سرداری اس 'النبی' کے قدموں پر نچھاور کرنے کو تیار تھے' سب سے امیر اور شریف خاندان کی جس بیٹی سے آپ چاہتے' رشتہ کرنے پر آمادہ تھے۔ اس کے بدلے وہ صرف ایک اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے معبودوں کی عبادت کی اجازت بھی چاہتے تھے لیکن النبی نے ان کا مطالبہ یکسر مسترد کر دیا۔

النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد جتنے بھی جھوٹے نبی ہوئے' سب نے اس 'النبی' کی نبوت کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی نبوت کا دعویٰ کیا لیکن جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا' اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل و خوار کیا اور آخرت میں بھی اسے دردناک عذاب کا سامنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں 'النبی' کو مخاطب کرتے ہوئے گیارہ مرتبہ آپ کے ذاتی اور خاندانی مسائل پر تبصرہ کیا۔ اسی 'النبی' کے گھریلو معاملات احسن بنانے کے لئے قرآن کریم میں احکام نازل فرمائے اور انہیں ایک مثالی خاندان بنایا۔ اس گھر کی تعلیم و تربیت کا ایسا نظام نافذ کیا جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ بعض ذاتی نوعیت کے مسائل جنہیں قرآن میں اگر نہ بھی بیان کیا جاتا تو معاشرے پر کوئی منفی اثرات مرتب نہ ہوتے لیکن دنیا کو ایک ایسا اسوہ حسنہ اور نصب العین عطا کرنا مقصود تھا جو اصول و ضوابط کی بنیاد فراہم کرتا۔

النبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی خیر خواہی میں اکثر پریشان رہتے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَإِنْ أَعْرَضُواْ فَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ۖ إِنْ عَلَيْكَ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ﴾ [الشوری: ٤٨]

''اگر یہ منہ پھیر لیں تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا' آپ کے ذمہ تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔'' (الشوریٰ:48)

اللہ تعالیٰ نے النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کفار سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ایسی شرائط پر صلح کرنے سے منع فرمایا جن سے ایمان پر حرف آتا ہو۔ النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسوہ کو اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ وہ دوستوں میں ہوں تو سب سے بڑے مہربان و شفیق اور دشمنوں کے مقابلے میں ہوں تو نڈر' سب سے بہادر اور سخت جاں۔ غزوہ حنین میں جب اسلامی لشکر تتر بتر ہونے لگا تو صحیح بخاری کی روایت کے مطابق آپ اپنے سفید خچر پر سوار ہوئے اور علانیہ فرمانے لگے:

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

''میں النبی ہوں' اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔''

غزوہ حنین کے اختتام پر دوسرے قبائل تو مال غنیمت اپنے گھروں میں لے گئے اور انصار کے بارے میں فرمایا: وہ اپنے ساتھ اپنے 'النبی' کو لے جائیں گے۔ دنیا نے دیکھا وہ مخلصین اس بات پر مال و دولت لے جانے والوں سے زیادہ خوش وخرم نظر آئے۔

النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرت طیبہ آپ کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ آپ کے اخلاق جمیلہ اور اقوال و افعال حمیدہ اور روشن شریعت آپ کی نبوت کے دلائل میں سے ہیں۔ النبی کا علم' آپ کی حکمت' دین اسلام کے احکام اور اصول و ضوابط سب آپ کی نبوت و رسالت کے براہین ہیں۔ آپ کے صحابہ کرام کی دیانت' امانت' اخلاق و شجاعت اور علم و فراست اور کرامات النبی کی صداقت کے دلائل میں سے ہیں۔

یہ حقیقت اسی پر ظاہر ہوگی جو آپ کی پیدائش سے لے کر بعثت تک اور بعثت سے لے کر آپ کی وفات تک سیرت طیبہ کا بغور مطالعہ کرے گا۔

باب:8

رَسُول اللّٰہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'رسول اللہ' ہے۔ جس کے معنی ہیں' اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا۔ رسول' اسلامی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کئے ہوئے اس شخص کو کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام پہنچانے کے لئے خاص طور پر چن لیا ہو۔ جس کے پاس وحی آتی ہو اور صاحبِ کتاب و شریعت ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا والتجا کی تھی:

﴿ رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا۟ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ﴾ [البقرة : ١٢٩]

''اے پروردگار! میری اولاد میں سے ایک ایسا رسول بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے' کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور (شرک وکفر سے) ان کو پاک کر دے۔''
(البقرہ:129)

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کا آخری حصہ ہے جو انہوں نے اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کا نتیجہ ہوں۔'' (الفتح الربانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم کے پیدا ہونے سے پہلے اگرچہ میرا نام

لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا ہوا تھا لیکن انبیاء کے گروہ میں میرے نام کی شہرت پانے کی ابتدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور معلم کتاب وسنت کو مبعوث فرمایا اور حکم دیا:

﴿ قُلْ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَٰتِهِۦ وَٱتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴾ [الاعراف: ۱۵۸]

''اے پیغمبر کہہ دو! میں تم سب لوگوں کی طرف (عرب ہوں یا عجم) اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی آسمان اور زمین میں بادشاہت ہے اس کے سوا کوئی سچا الٰہ نہیں وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے تو (لوگو!) اللہ پر اس کے اَن پڑھ نبی پر جو اللہ اور اس کے کلاموں پر یقین رکھتا ہے ایمان لاؤ اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ۔'' (الاعراف: 158)

یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم گیر رسالت کے اثبات میں بالکل واضح دلیل ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیجئے کہ اے کائنات کے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے لئے رسول اور رحمت ہیں۔ اب نجات اور ہدایت نہ عیسائیت میں ہے نہ یہودیت میں نہ کسی اور مذہب میں۔ نجات اور ہدایت اگر ہے تو صرف اسلام کو اپنانے میں ہے۔ اس آیت میں اور اس سے پہلی آیت کریمہ میں بھی آپ کو 'النبی الامی' کہا گیا ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی ایک خاص صفت اور عالمگیر نبی اور رسول ہونے کی واضح اور قطعی دلیل ہے۔

رسول معظم نے دنیا کے سامنے اسوہ حسنہ پیش کیا۔ پتھروں کے سامنے سجدہ ریز انسانوں کو

ایک اللہ کے حضور لا کھڑا کیا۔ صنم کدوں سے اٹھا کر مساجد میں لا بٹھایا اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلا کر شرف بندگی سے نوازا۔ دکھی انسانیت کو سکھ کی راہ دکھائی جس سے وحشی انسان ایک دوسرے کے ہمدرد وغمگسار بن گئے۔ اسی رسول کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ ٱلرُّسُلُ ﴾ [آل عمران : ١٤٤]

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی ہیں' ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں۔'' (آل عمران:144)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہی ہیں' یعنی ان کا امتیازی وصف رسالت ہے۔ ان سے پہلے بہت سے انبیاء گزر چکے ہیں۔ جس طرح وہ دنیاوی مسائل سے دوچار رہے تھے اسی طرح آپ بھی اللہ کے رسول ہیں اور آپ کو بھی دنیاوی مسائل سے دوچار ہونا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ ۚ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ﴾ [الفتح : ٢٩]

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں۔'' (الفتح:29)

مذکورہ بالا آیت ﴿وما محمد الا رسول﴾ اور آیت ﴿محمد رسول اللہ﴾ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ ان سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی مطاع عالم اور سید الانبیاء مقرر فرمایا ہے۔ لفظ 'رسول' محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ان فرشتوں کے لئے بھی استعمال ہوا جو رسالت کا کام سرانجام دیتے تھے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جہاں بھی لفظ 'رسول' ذکر ہوا' مفسرین کے ہاں معروف ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتیازی وصف رسالت ہے۔ وہ اپنے منصب کے ساتھ ٹھیک ٹھیک انصاف کرنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور اپنی امت کے ذمہ یہ کام لگا گئے کہ وہ شریعت محمدی آنے والی نسلوں تک پہنچاتے رہیں۔ اسی سے یہ اُمت 'اُمت وسط اور خیر الامم کہلائی۔

باب: 9

نبی الرحمۃ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'نبی الرحمہ' ہے۔ جس کے معنی ہیں رحمت والا نبی' جس کے سبب رحمت نازل ہوتی ہے۔

اہل لغت کے ہاں نبی کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض اس کو لفظ نَبَا سے مشتق قرار دیتے ہیں۔ جس کے معنی 'خبر' کے ہیں۔ اس اصل کے لحاظ سے نبی کے معنی 'خبر دینے والا' کے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس کا مادہ نبُو ہے' یعنی رفعت و بلندی۔ اس معنی کے لحاظ سے نبی کا معنی 'بلند مرتبہ اور عالی مقام والا' ہے۔ ازہری نے کسائی سے ایک تیسرا قول بھی نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ یہ لفظ دراصل نبئ ہے جس کے معنی 'طریق' اور 'راستے' کے ہیں' اور انبیاء کو نبی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف جانے کا راستہ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٧]

''اور ہم نے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔'' (الانبیاء: 107)

اس کا دوسرا ترجمہ یہ ہوسکتا ہے کہ: ''ہم نے آپ کو دنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔'' دونوں صورتوں میں معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دراصل بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ہے کیونکہ آپ نے غفلت میں پڑی ہوئی دنیا کو چونکایا اور اسے ایسا علم عطا کیا جو حق اور باطل کا فرق واضح کرتا ہے۔ نبی الرحمہ نے واضح طور پر بتایا کہ جن و بشر کے لئے سلامتی اور ہلاکت وتباہی کی راہیں کون کون سی ہیں۔ کفار مکہ آپ کی بعثت کو اپنے لئے زحمت اور مصیبت سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس شخص نے ہماری قوم میں پھوٹ ڈال دی' اس

پر فرمایا گیا کہ ایسا سوچنے والے کم عقل ہیں۔قرآن کریم میں جہاں آپ کی بہت سی صفات کا تذکرہ ہے' وہاں آپ کی اس صفت کا بھی بار بار ذکر موجود ہے۔

﴿ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ﴾ [آل عمران : ١٥٩]

''یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ آپ کو نرم خو بنایا' اگر آپ درشت طبع' سخت دل ہوتے تو لوگ آپ سے بھاگ جاتے۔''(آل عمران:159)

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنے نام بیان فرمائے تھے۔آپ نے فرمایا:

((أَنَا مُحَمَّدٌ' وَ أَحْمَدُ' وَالْمُقَفِّي' وَالْحَاشِرُ ' وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ' وَ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ))

''میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں مقفی ہوں' میں حاشر ہوں' میں نبی التوبہ ہوں اور میں نبی الرحمہ ہوں۔''(رواہ مسلم:6108)

یوں تو نبی الرحمہ کے اسوہ حسنہ اور سیرت و کردار میں رحم دلی اور عفو و درگزر کے شاندار واقعات بے شمار گزرے ہیں' یہاں صرف ایک واقعہ عرض ہے:

غزوہ اُحد جس میں ستر عظیم صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا' جن میں مصعب بن عمیر' نبی الرحمہ کے چچا حضرت حمزہ' انس بن نضر' سعد بن ربیع' عمارہ بن زیاد رضی اللہ عنہم وغیرہ کی شاندار شہادتیں شامل تھیں' خود نبی الرحمہ کو زخم آئے لیکن جب صحابہ کرام نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ کاش نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کے لئے بددعا کریں تو آپ نے فرمایا:

((إِنِّي لَمْ أُبْعَثْ لَعَّانًا وَلَكِنْ بُعِثْتُ دَاعِيًا وَ رَحْمَةً ' اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ))

''میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ مجھے تو اللہ کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ یا اللہ میری قوم کو ہدایت عطا فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتی۔''
(شفا' قاضی عیاض)

فتح مکہ کے روز نبی الرحمہ کے تاریخ ساز الفاظ تاریخ کے ماتھے پر جھومر کی طرح سجے ہیں۔ جن لوگوں نے نبی الرحمہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں سال ہا سال جنگیں لڑیں' آپ کے خاندان اور صحابہ کو نہایت بے دردی اور ظلم و ستم کے ساتھ تہ تیغ کیا تھا' تمام سر جھکائے کھڑے تھے۔ نبی الرحمہ کے ایک اشارے سے سب کو موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا تھا لیکن وہ تو رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے' نبی الرحمہ کے تاریخ ساز الفاظ ہیں:

((لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَ اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِینَ))

''آج کے دن کسی پر کوئی قدغن نہیں' اور تم آزاد ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے' وہ رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

نبی الرحمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نفرت و حسد سے بھرپور' بغض و تعصب سے مخمور دنیا کی طرف تشریف لائے اور وادی بطحا میں صداقت اور امانت کے عملی نمونوں سے یہ شاندار سبق اپنے پیروؤں کو پڑھایا کہ زبان سے جو کچھ کہو اور جس بات کی تلقین کرو' اس پر خود بھی عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ نبی الرحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہیں اُمیوں کی طرف' غلاموں کی طرف' بچوں اور عورتوں کی طرف' عربوں اور عجمیوں کی طرف' مظلوموں اور مقہوروں کی طرف' پسماندہ اور مصیبت کے مارے ہوؤں کی طرف' کمزوروں اور اعمال میں سستی کے مارے ہوؤں کی طرف۔ آپ تمام بنی نوع انسان کے لئے ایسی رحمت ہیں جو اس دنیا میں بھی فائدہ مند اور آخرت میں بھی فائدہ مند ہیں۔

باب:10

الداعی الی اللّٰہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'الداعی الی اللہ' ہے۔ جس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا۔ یہ اسم مبارک آپ کے اسمائے خاص میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا ذکر خیر اسی صفت کے حوالے سے فرمایا:

﴿ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ﴾ [الأحزاب: ٤٦]

''اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا۔'' (الاحزاب:46)

کسی شخص کی طرف سے کسی کو دعوت دینے کا حق اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ اذن یافتہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی اختیار دیا کہ وہ اس کا پیغام دنیا کے ہر جن و بشر کو سنا دیں' سب کو اللہ کے گھر کا مہمان بنائیں اور تقرب و رضوان کی دعوت دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ [سبأ: ٢٨]

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔'' (سبا:28)

﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا﴾ [الفرقان: ١]

''نہایت برکت والا ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لئے خبردار کر دینے والا ہو۔'' (الفرقان:1)

یہ بات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نبوت دیئے جانے کے بارے میں بالکل بے خبر تھے' اسی طرح حضرت محمد صلی

اللہ علیہ وسلم بھی اس سلسلے میں بے خبر تھے کہ انہیں داعی الی اللہ بنایا جانے والا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا۟ أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ۖ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِّلْكَـٰفِرِينَ ﴾ [القصص: ٨٦]

''آپ اس بات کے ہرگز امیدوار نہ تھے کہ آپ پر کتاب نازل کی جائے' یہ تو محض آپ کے رب کی مہربانی سے (آپ پر نازل ہوئی ہے) پس آپ کافروں کے مددگار نہ بنیں۔''(القصص:86)

آپ نے دعوتِ دین پیش کرنے کے لئے اپنے اخلاق و کردار کو ایک برہان کے طور پر پیش کیا' جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے یوں دی:﴿وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (القلم:4)(بے شک آپ خلق عظیم پر فائز ہیں)۔لیکن داعی الی اللہ نے دعوتِ دین کا کام اپنی جان جوکھوں میں ڈالتے ہوئے اس قدر محنت سے سرانجام دیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿ طهٰ ۝ مَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لِتَشْقَىٰٓ ۝ إِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَن يَخْشَىٰ ﴾ [طه: ١-٣]

''طٰہٰ' ہم نے یہ قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔ یہ تو ایک یاددہانی ہے ہر اس شخص کے لئے جو ڈرے۔''(طٰہٰ:1۔3)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے 'داعی الی اللہ' ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے کوہ صفا پر کھڑے ہو کر کلمہ حق سے اس دعوت کا آغاز کیا اور فرمایا:((يَـا آلَ فِهْـرٍ وَ يَـا آلَ غَـالِبٍ)) اے آل فہر اور اے آل غالب' یعنی سب سے پہلے اپنے خاندان کو دعوت دی' کہ اس دین حق کو سمجھو اور اس کی تبلیغ میں میرا ساتھ دو۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا:

﴿ ۞ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ ﴾ [المائدة: ٦٧]

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے'

پہنچا دیجئے۔''(المائدہ:67)

چنانچہ داعی الی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زندگی کے ہر موڑ پر ہر لمحے یہ کام کرتے نظر آتے ہیں۔ مکہ میں ابن ارقم کا گھر ہو یا طائف کے بازار' عکاظ کے میلے ہوں یا عقبہ کی گھاٹیاں' ہجرت مدینہ کا سفر ہو یا مدینہ کے یہود و نصاریٰ سے بحث و مباحثہ' بدر و احد کے میدان ہوں یا صلح حدیبیہ کا موقع' فتح مکہ کا تاریخ ساز سفر ہو یا معرکہ تبوک درپیش' آپ ہر مقام اور ہر وقت اسی دعوت کو عام کرتے نظر آتے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اپنی دعوت کا کام اس وقت بامِ عروج تک پہنچا دیا جب یہ فریضہ اپنی اُمت کے سپرد کرتے ہوئے اسے الوداع کہا۔

داعی الی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''نیکی کا کوئی ایسا عمل نہیں جس کے بارے میں میں نے اطلاع نہ دے دی ہو اور برائی کا کوئی ایسا کام نہیں جس کے بارے میں میں نے خبردار نہ کر دیا ہو۔''(صحیح بخاری)

سفرِ آخرت سے پہلے آخری دنوں میں جب بیماری اور نقاہت نے اپنا کام دکھانا شروع کر دیا تھا' اس وقت بھی دعوت الی اللہ کا کام اسی سرگرمی سے جاری رہا۔ شدید بیماری میں بھی حضرت عباس اور علی رضی اللہ عنہما کے کندھوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لائے' منبر پر چڑھنا مشکل ہو گیا تو پہلے ہی زینہ پر بیٹھ کر داعی الی اللہ کا فریضہ انجام دیا۔

داعی الی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زندگی کے آخری دن' سفرِ آخرت سے چند لمحے قبل صبح کی نماز کے بعد ضعف اور شدت درد کے باوجود حجرہ کا پردہ ہٹایا' تھوڑی دیر تک تبسم کے ساتھ صحابہ کو دیکھا پھر گھسٹتے ہوئے آگے بڑھے اور مجمع کے سامنے آخری بار دعوت الی اللہ کا نورانی سبق پڑھایا۔ یہ سبق رہتی دنیا تک اُمت کے ہر فرد کو اپنی آنے والی نسلوں کو پڑھانا ہے۔ یہ کام جس قدر احسن انداز میں ہو گا اسی قدر نتائج بہتر برآمد ہوں گے۔ عصر حاضر میں جدید سائنس نے اس قدر ترقی کر لی ہے کہ جب تک اسی انداز میں تبلیغ کا کام نہ کیا جائے گا' نتائج کے اعتبار سے کامیابی کی شرح کم رہے گی۔

باب:11

خاتم المرسلین

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'خاتم المرسلین' ہے۔ جس کے معنی ہیں سلسلہ رسالت کو ختم کرنے والے۔ 'ختم' مہر کو کہتے ہیں۔ مہر کسی بھی کام کا آخری عمل ہوتا ہے۔ یعنی آپ کی رسالت کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث کرنے کا سلسلہ ختم کر دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ شریعت اور حاملِ کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ خاتم المرسلین بھی ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ امتیاز اور شرف بھی حاصل ہے کہ آپ پر دینِ اسلام کی تکمیل فرما دی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا:

﴿ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾
[المائدة : ٣]

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔'' (المائدہ:3)

یعنی اصول دین' احکام اور فروع کے تمام مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ابن جریر میں روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد پھر کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کا حکم نازل نہیں ہوا اور اس آیت کے نزول کے دو ماہ اکیس روز کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے تین طرح کے عہد لئے ہیں:

پہلا عہد سورہ الاعراف میں ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں) کے تحت لیا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اعتراف و اعتقاد رکھنے کا حکم دیا کیونکہ دین کی سنگ بنیاد

یہی ہے۔

دوسرا عہد ﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْكِتَٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُۥ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُۥ﴾

''اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں۔'' (آل عمران: 187)

کے تحت ہے۔ یہ عہد صرف اہل کتاب کے علماء سے لیا گیا تھا کہ وہ حق کو نہیں چھپائیں گے بلکہ آخری نبی کی جو صفات ہیں' انہیں لوگوں کے سامنے بیان کریں گے لیکن ان لوگوں نے دنیا کے تھوڑے سے مفادات کے لئے اللہ کے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا' حالانکہ وہ دنیاوی اغراض و مقاصد اور مفادات کی خاطر دین کو چھپانا بہت بڑا جرم سمجھتے اور جانتے تھے۔ روز قیامت ایسے لوگوں کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔ (جیسا کہ ابوداود اور ترمذی میں مذکور حدیث میں آیا ہے) تیسرا عہد سورہ آل عمران میں ﴿وَإِذْ أَخَذَ ٱللَّهُ مِيثَٰقَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ لَمَآ ءَاتَيْتُكُم مِّن كِتَٰبٍ وَ...﴾ کے تحت لیا گیا ہے۔ اس عہد میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ اگر وہ خاص رسول آ جائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہوگا تو تم سب اس نبی پر خود بھی ایمان لاؤ گے اور اس کے دعوتی مشن میں اس کے ساتھی بنو گے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں پانچ اولوالعزم رسولوں حضرت نوح' ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ساتھ ہی آپ کو آخری رسول اور نبی ہونے کا شرف بھی بخشا۔ یعنی آپ پر دین مکمل ہو گیا۔ انسان کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے جس قدر نصیحت دنیا میں بھیجنا تھی' وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قرآن کریم کی صورت میں بھیج دی۔ اب اس کے بعد کسی نئی شریعت کی نہ تو ضرورت ہے اور نہ ہی نئی شریعت آئے گی' جو کوئی اس کی علاوہ راستہ تلاش کرتا ہے' اسے گمراہی کے علاوہ کچھ نصیب نہیں ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ كَانَ مُوسَىٰ (عِيسَىٰ) حَيّاً بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتْبَعَنِي))

''اگر آج موسیٰ (علیہ السلام) بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہوتا۔'' (قرطبی)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

''جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو وہ بھی قرآن کریم اور تمہارے نبی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔'' (تفسیر ابن کثیر)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴾ [البقرة: ٤]

''اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اس پر جو آپ کی طرف اتارا گیا اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔'' (البقرہ:4)

اس آیت مبارکہ میں پہلے نازل شدہ کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا۔ اگر اس کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی نازل ہونا ہوتی تو اس کا ذکر بھی ضرور ہوتا بلکہ اس کی ضرورت زیادہ تھی کیونکہ تورات و انجیل اور تمام کتبِ سابقہ پر ایمان لانا تو پہلے سے جاری اور معلوم تھا' اگر آپ کے بعد بھی سلسلہ وحی اور نبوت جاری رہنا ہوتا تو ضرورت اس امر کی تھی کہ اس کتاب اور اس نبی کا ذکر زیادہ اہتمام اور تفصیل سے کیا جاتا تاکہ کسی کو اشتباہ نہ رہتا۔ قرآن کریم میں الہامی کتب کے حوالے سے یہ مضمون کم و بیش چالیس مرتبہ آیا ہے۔ ہر مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء' پہلی وحی اور پہلی کتابوں کا ذکر ہے' کسی ایک آیت میں بھی اس طرف اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے والا ہے۔

باب:12

خاتم النبیین

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'خاتم النبیین' ہے۔ جس کے معنی ہیں، آپ سلسلہ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ ٱللَّهِ وَخَاتَمَ ٱلنَّبِيِّـۧنَ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴾ [الأحزاب : ٤٠]

''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی کے باپ نہیں لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے (سلسلہ نبوت کو) ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو (بخوبی) جاننے والا ہے۔'' (الاحزاب:40)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اگر نبی نہیں آسکتا تو رسول کیسے آسکتا ہے؟ کیونکہ مقام رسالت مقام نبوت سے زیادہ خاص ہے۔ ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت کے نزول سے قبل بنی اسرائیل میں سینکڑوں ہزاروں انبیاء کو تسلیم کیا گیا۔ کسی نبی نے یہ نہیں کہا کہ میں آخری نبی ہوں بلکہ تمام ہی بعد میں آنے والے ایک نبی کی خبر دیتے رہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي))

''میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں کیا جائے گا۔'' (صحیح بخاری)

اس فیصلہ کن فرمان میں اتنی سچائی اور قوت تھی کہ سب نے تسلیم کر لیا کہ ہاں آپ ہی خاتم النبیین ہیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ہی ٹھہرنے کا حکم دیا تو حضرت علی نے اسے اپنے لئے عار سمجھا اور فرمایا: اے اللہ کے رسول مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم میرے لئے اسی طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہارون تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری و مسلم)

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح معاشرہ کے تمام پہلوؤں پر مکمل احکام جاری کر دیئے ہیں۔ زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں رہ گیا جس کی اصلاح کے لئے کسی دوسرے نبی یا حکم کی ضرورت ہو۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اس کے پیروکاروں سے زیادہ اس کے مخالفین بنے اور ہر نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو کذاب ہی کہا گیا۔ اس کا انجام ہمیشہ برا ہوا' وہ دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوا اور آخرت میں بھی اسے بربادی کا ہی سامنا کرنا پڑے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ))

''میں ساری خلقت کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔'' (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری مثال انبیاء میں ایسی ہے جیسے ایک آدمی نے خوبصورت مکان بنایا لیکن اس میں ایک اینٹ نہ رکھی۔ لوگوں نے کہا ایسا کیوں ہے اور تعجب کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں اس عمارت کی آخری اینٹ ہوں۔'' (صحیح بخاری)

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ نام بتائے ہیں۔ حدیث میں پہلے دو ناموں کے معنی نہیں بتائے گئے' باقی تین کے معنی بتائے گئے یعنی آپ نے اپنے دو ذاتی ناموں محمد اور احمد کی تشریح تو نہیں کی اور اس کے بعد صفاتی ناموں کی تشریح کی' جن میں ماحی' حاشر اور عاقب ہیں اور یہ نام بتا رہے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ خاتم النبیین کی توقیر اسی میں ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تُقَدِّمُوا۟ بَيْنَ يَدَىِ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ○ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَرْفَعُوٓا۟ أَصْوَٰتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ ٱلنَّبِىِّ وَلَا تَجْهَرُوا۟ لَهُۥ بِٱلْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَـٰلُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَٰتَهُمْ عِندَ رَسُولِ ٱللَّهِ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ ٱمْتَحَنَ ٱللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ ۚ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴾ [الحجرات : ١-٣]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت آگے بڑھو اللہ اور اس کے رسول کے اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اوپر نہ کرو اور نہ اس سے اونچی آواز سے بات کرو' جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو' کہیں (ایسا نہ ہو کہ) تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ بیشک جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیز گاری کے لئے جانچ لیا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔'' (الحجرات: 1۔3)

خاتم النبیین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آداب کو مدنظر رکھنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے جس شاندار انداز میں تعریف کی ہے' وہ ان کے بلند مرتبے کی روشن دلیل ہے۔ ہمارے لئے بھی عزت وتکریم اسی میں ہے کہ آپ کی لائی ہوئی تعلیمات کے مقابلے میں کسی اور کی بات نہ سنیں۔

باب:13

رحمۃ للعالمین

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'رحمۃ للعالمین' ہے۔رحمت کے معنی ہیں کرم' مہربانی' درود وسلام' صلاۃ' کلمہ تحسین وآفرین' شاباش' بارش وغیرہ۔رحمۃ للعالمین کے معنی ہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ ۝ قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَـٰهُكُمْ إِلَـٰهٌ وَٰحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٧-١٠٨]

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔آپ کہہ دیجئے! میرے پاس تو بس وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے' تو کیا تم بھی اس کی فرمانبرداری کرنے والے ہو؟'' (الانبیاء:107-108)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی بتلایا ہے۔آپ کے آفاقی پیغام کی نوعیت بیان فرمائی اور عوام الناس سے اس کا جواب طلب کیا ہے۔جس نے اس دعوت کو سنا اور قبول کرلیا گویا اس نے اس رحمت سے استفادہ کرلیا اور جس نے انکار کیا گویا اس نے اس رحمت سے استفادہ کرنے سے انکار کردیا۔آپ مؤمنین کے لئے دنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کے ذریعے انہیں ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں رحمت ہیں کہ آپ کی شفاعت نصیب ہوگی۔منافقین کے لئے رحمت ہیں کہ ان کو قتل نہ کیا گیا اور کافروں کے لئے رحمت ہیں کہ آپ کی وجہ سے ان پر دنیا میں عذاب نازل نہ کیا گیا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا كَانَ ٱللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنتَ فِيهِمْ ۚ ﴾ [الأنفال : ٣٣]

''اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب (اس وقت تک) کرنے والا نہیں ہے' جب تک آپ ان

میں موجود ہیں۔"(الانفال:33)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تمام انسانوں کے لئے رحمت بنایا مگر اس رحمت سے استفادہ وہی لوگ کریں گے جن میں طلب ہوگی۔آپ نے کافروں کو بآواز بلند سنا دیا:

﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾ [الكفرون : ٦]

"تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔"(الکافرون:6)

رحمت للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) دین اور مذہب کے متعلق تمام دنیا کو یہ اصول سکھاتے ہیں:

﴿ لَآ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَيِّ ﴾ [البقرة : ٢٥٦]

"دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ہدایت روشن ہو کر ضلالت سے الگ ہو چکی ہے۔"(البقرۃ:256)

اپنی حیثیت بھی ساتھ ساتھ سنا دیتے ہیں: ﴿ مَّا عَلَى ٱلرَّسُولِ إِلَّا ٱلْبَلَٰغُ ﴾ [المائدة : ٩٩]

"رسول کا کام لوگوں کو احکام الٰہی سنا دینا ہے اور بس۔"(المائدہ:99)

رحمت للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گرے پڑوں کو اٹھایا' ان کو سینے سے لگایا' انہیں آدمیت سکھائی' زمان و مکان کے بُعد کو سمیٹا اور بنی نوع انسان کو ایک صف میں لا کھڑا کیا۔انسانیت کو ایک عقیدہ اور اجتماعی نظام بخشا' چنانچہ رحمت للعالمین یہ ارشاد فرمانے میں حق بجانب ہوئے:

"قیامت کے روز رحمی رشتوں کا قاطع جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک وہ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رحم کے رشتوں سے صلح کر کے راضی نہ ہو جائے۔اللہ تعالیٰ جو بڑا رحیم و کریم ہے' اس کی خاص رحمت و مہربانی ایسے بندوں پر ہوتی ہے جو رحم دل اور رقیق القلب ہوتے ہیں۔"

نیز رحمت للعالمین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''میں رحمتِ مجسم بن کر آیا ہوں' جو اللہ کی طرف سے اہل جہان کے لئے ایک ہدیہ ہے۔''(صحیح الجامع الصغیر)

لیکن اس کے ساتھ ہی رحمت للعالمین کا یہ فرمان بھی یاد رکھنا چاہیے:

((لَا تُطْرُونِیْ کَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰی))

''مجھے (شریعت کی قائم کردہ) حد سے نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے غلو سے کام لیا۔''(صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کو نیکی اور عمدہ سلوک کی تعلیم اس طرح دی:

﴿ لَا يَنْهَىٰكُمُ ٱللَّهُ عَنِ ٱلَّذِينَ لَمْ يُقَٰتِلُوكُمْ فِى ٱلدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَٰرِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓا۟ إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يُحِبُّ ٱلْمُقْسِطِينَ ﴾ [الممتحنة : ٨]

''جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا' ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا' بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''(الممتحنہ:8)

رحمۃ للعالمین جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں سے ایک امن معاہدہ کیا جس میں یہ شرائط بھی تھیں.

''یہودی بھی مسلمانوں کی طرح ایک قوم سمجھی جائے گی' جو کوئی ان سے لڑے گا' مسلمان یہودیوں کی مدد کریں گے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات خیر اندیشی' نفع رسانی اور نیکی کے کاموں میں ہوں گے۔ یہودیوں کے حلیف بھی اس معاہدہ میں اس کے ساتھ شامل ہیں۔ مظلوم کی ہمیشہ مدد کی جائے گی۔''

رحمۃ للعالمین نے مفتوح عیسائیوں کے ساتھ ان الفاظ میں معاہدہ کیا:

''اہل نجران کو اللہ کی حفاظت اور محمد رسول اللہ کی ذمہ داری حاصل ہوگی' ان کی جان مذہب' ملک اور اموال کے متعلق تمام موجودہ اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کے پیرو اسی ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔ ان کی موجودہ حالت تبدیل نہیں کی جائے گی۔ ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہیں جائے گا۔ اور جو کچھ ان کے قبضہ میں ہے اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔''

رحمۃ للعالمین نے دشمنوں کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کا حکم دیا:

''بدی کا بدلہ نیکی سے دو' پھر جس شخص کے ساتھ تمہاری عداوت ہے' وہ تمہارا گرم جوش حامی بن جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کو انصاف کے معاملات میں جذبات' عداوت اور تعلق داری کے تاثرات سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا اور خالص انصاف کرنے کا حکم دیا:

﴿ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ أَلَّا تَعْدِلُوا۟ ۚ ٱعْدِلُوا۟ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [المائدة : ٨]

''کسی قوم سے مخالفت تمہیں انصاف کرنے سے کھینچ نہ لے جائے' انصاف ہی کرو یہی پرہیزگاری سے قریب تر ہے' اور تقویٰ اختیار کرو تم جو کچھ کرتے ہو اللہ خوب جانتا ہے۔'' (المائدہ:8)

رحمۃ للعالمین کی ذات بابرکات کے مماثل کوئی رحمدل انسان اس روئے زمین پر نہ پیدا ہوا' نہ ہوگا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے کیا خوب فرمایا:

''مبارک ہیں وہ دل جنہوں نے اپنے عشق و شیفتگی کے لئے رب السموات والارض کے محبوب کو چنا اور کیا پاک و مطہر ہیں وہ زبانیں جو سید المرسلین اور رحمۃ للعالمین کی مدح و ثناء میں زمزمہ سنج ہیں۔''

باب:14

برھان

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'برھان' ہے۔جس کے معنی ہیں دلیل۔حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے دین کی دلیل ہیں اور آپ جس دین کو لے کر آئے وہ آپ کے نبی ہونے پر دلیل ہے۔

برہان' ایسی دلیل قاطع' کو کہتے ہیں۔جس کے بعد کسی کو عذر کی گنجائش نہ رہے اور ایسی حجت جس سے لوگوں کے شبہات زائل ہو جائیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ قَدْ جَآءَكُم بُرْهَٰنٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴾ [النساء : ١٧٤]

''اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے برھان آ پہنچی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتار دیا ہے۔'' (النساء:174)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صفاتی اسم کے دو معانی ہیں۔ایک یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی برہان ہیں۔دوسرے یہ کہ آپ برہان کے ساتھ اللہ کا پیغام لائے۔آپ میں یہ دونوں صفات بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں' جن کا بین ثبوت قرآن کریم ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلائل کے ساتھ مبعوث فرمایا:

﴿ قُل لَّوْ شَآءَ ٱللَّهُ مَا تَلَوْتُهُۥ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَدْرَىٰكُم بِهِۦ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِۦٓ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴾ [یونس : ١٦]

''اے نبی ان سے کہو کہ اگر اللہ نے نہ چاہا ہوتا تو میں کبھی یہ قرآن تمہیں نہ سناتا بلکہ اس کی خبر تک تم کو نہ دیتا۔آخر میں اس سے پہلے ایک عمر تمہارے درمیان گزار چکا ہوں کیا

تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے ؟'' (یونس:16)

برہان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اسوہ اور اللہ کے قرآن کریم کو برہان کے طور پر اہل مکہ کے سامنے پیش کیا۔آپ کی تعلیمات حقائق اور دلائل پر مبنی ہیں۔ برہان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے پہلے اپنی قوم کے سامنے جو بات رکھی وہ یہی تھی کہ میں نے تمہارے درمیان چالیس سال زندگی گزاری ہے۔ بتاؤ! تم نے مجھے کیسا پایا؟ سب نے بیک زبان ہو کر کہا کہ آپ امین ہیں' آپ صادق ہیں اور آپ سے بڑھ کر ہم نے لوگوں سے ہمدردی کرنے والا کوئی نہیں پایا۔اس جواب پر آپ نے اپنے لئے کسی منصب' دولت یا دنیاوی چیز کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ اسی قوم کی خیرخواہی میں اللہ کا پیغام پہنچایا کہ لوگو کہو: **لا الہ الا اللہ**۔

برہان (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیشہ دلائل کے ساتھ مسائل سمجھائے۔آپ نے فرمایا میری تمام باتیں فطری اور سچی ہیں تو پھر تم ایمان کیوں نہیں لاتے۔اہل مکہ نے مخالفت میں جادوگر' کاہن اور شیطان کے اثر والا قرار تو دیا' ظلم وزیادتی تو روا رکھی حتیٰ کہ جان کے دشمن بھی ہو گئے لیکن پھر بھی اگر کوئی امانت دار نظر آیا تو وہی نظر آیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے 'برھان' تھا۔

برہان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سچا ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ نے اللہ کا پیغام سب سے پہلے اپنی بیوی کو پہنچایا جو پندرہ سال سے رفیقہ حیات تھیں۔وہ ایک مال دار اور بڑے خاندان کی جہاں دیدہ خاتون تھیں۔ وہ آپ کے شب و روز کو اچھی طرح جانتی تھیں۔ خاوند کی کوئی بات بیوی سے پوشیدہ نہیں ہوتی' چنانچہ جب زوجہ محترمہ نے آپ سے وحی کے احوال سنے تو فوراً پکار اٹھیں کہ آپ نے جو کچھ دیکھا اور سنا' سچ دیکھا اور سچ سنا ہے۔

یہود و نصاریٰ کی کتب میں آپ کے نبی ہونے کی 'برہان' موجود تھی۔انہوں نے آپ کو دیکھ کر تکذیب نہیں بلکہ آپ کی تصدیق کی اور تسلیم کیا کہ آپ ہی اللہ کے رسول ہیں۔ مخالفت صرف مخالفت برائے مخالفت کی بنیاد پر کی' ورنہ دل سے وہ آپ کو سچا تسلیم کرتے تھے۔

باب:15

الاُمیّ

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب 'الامیؐ' ہے۔عربی زبان میں اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی استاذ سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔

آپ کا اس دنیا میں کوئی استاذ نہیں تھا۔اس لئے اُمّی کہلائے۔یہ محقق ہے کہ یہ لقب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کا نہ تھا۔سابقہ انبیاء اور اُمم کو آپ کا یہی لقب بتلایا گیا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کو اس بات کی تعلیم دیتے جس کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا۔

اُمی' اُم القریٰ کی نسبت سے بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلِتُنذِرَ أُمَّ ٱلْقُرَىٰ وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ [الأنعام : ٩٢]

''تاکہ اُم القریٰ کو اور اس کے اردگرد کی بستیوں کو ڈرائے۔''(الانعام:92)

اسم اُمی' اُم کی طرف بھی منسوب ہو سکتا ہے' اس اعتبار سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوجہ پاکیزگی فطرت وعصمت منجانب رب العزت جملہ عیوب ونقائص سے ایسے ہی پاک وصاف ہیں جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ پاک صاف ہوتا ہے۔

اُمی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ولادت سے لے کر جوانی تک اکتساب علوم وفنون کی جانب کسی قسم کی رغبت تھی نہ آپ کی لوح قلب پر تقریراً یا تحریراً کسی ایک حرف کا نقش بھی ثبت تھا۔عرب قوم کی حالت بھی یہی تھی۔وہ لکھنے پڑھنے پر کوئی توجہ نہ دیتے۔یہودیوں نے اسی لئے اہل عرب کا نام 'اُمی لوگ' رکھ دیا تھا۔جس کا ذکر قرآن کریم نے یوں کیا:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ ﴾ [آل عمران : ٧٥]

''یہ اس لئے کہ انہوں (یہودیوں) نے کہہ رکھا ہے کہ ان اُمّی لوگوں کے ساتھ خواہ کچھ ہی برتاؤ کریں' ہم پر کچھ مواخذہ نہ ہوگا۔'' (آل عمران:75)

یہی نام اہل عرب کے لئے معرفہ بن گیا تھا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ ﴾ [الجمعة : ٢]

''وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر انہی میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا۔'' (الجمعہ:2)

دوسرے مقام پر فرمایا

﴿ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ ﴾ [الأعراف : ١٥٧]

''یہ وہ لوگ ہیں جو اس پیغمبر اُمی نبی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں۔'' (الاعراف:157)

مزید فرمایا:

﴿ وَمَا كُنتَ تَتْلُوا مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ ۖ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ ﴾ [العنكبوت : ٤٨]

''اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب پڑھتے نہ تھے اور نہ کسی کتاب کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے کہ یہ باطل پرست لوگ شک وشبہ میں پڑتے۔'' (العنکبوت:48)

اگر آپ پڑھے لکھے ہوتے یا کسی استاذ سے کچھ سیکھا ہوتا تو لوگ کہتے کہ یہ قرآن مجید فلاں کی مدد کا یا اس سے تعلیم حاصل کرنے کا نتیجہ ہے۔اگرچہ آپ نے اس دنیا میں کسی سے باضابطہ تعلیم حاصل نہیں کی تاہم آپ صاحبِ کتاب کہلائے۔قرآن کریم جو دنیا کی سب سے عظیم کتاب ہے' آپ پر نازل ہوئی۔

اُم القریٰ (مکہ کا دوسرا نام) کی عزت وتوقیر اسی نسبتِ قدسیہ سے ہے کہ وہاں ایک ایسا اُمی آیا جس کے ہاتھ میں تمام دنیا کے لئے دستورِ حیات تھا۔ جس کی زبان مبارک سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دنیا کے لئے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک ایسے قانون کی حیثیت جس کو قیامت تک کوئی فلسفہ غلط ثابت نہ کر سکے گا۔ جس کا ہر لفظ آج بھی اسی طرح قابل عمل ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے تھا اور قیامت تک اسی طرح قابل عمل رہے گا۔

اس اُمی نے پوری نوع انسانی کو چیلنج کیا کہ اگر تمہیں اپنی فصاحت و بلاغت پر زعم ہے تو اس قرآن جیسی ایک آیت ہی پیش کرو لیکن دنیا آج تک اس چیلنج کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

آپ کی وساطت سے دنیا کو ایسا دستورِ حیات نصیب ہوا جس سے پوری دنیا کے اندھیرے چھٹ گئے۔ کفر و شرک کے تمام طاغوت دم توڑ گئے۔ جانی دشمن دوست بن گئے اور رہزن' رہنما بن گئے۔ صحراؤں کے بدو مہذب دنیا کے امام بن گئے۔ اس اُمی نے حقوق انسانی کا ایسا چارٹر عطا فرمایا جس سے ہر قوم اور مذہب رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر اہل ایمان کو ایسا شرف حاصل ہوا جو دوسرے مذاہب کے لئے باعث حسرت بن گیا۔

عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کے بارے میں بتائیں جو توراۃ میں مذکور ہیں تو انہوں نے کہا:

''ہاں اللہ کی قسم! بے شک ان کی بعض وہ صفات جو قرآن کریم میں ہیں' توراۃ میں بھی مذکور ہیں۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! بے شک ہم نے تجھ کو بھیجا' گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اُمیوں (اَن پڑھ لوگوں) کے لئے پناہ۔ تو میرا خاص بندہ اور رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا۔ تو بدخو اور سخت گو نہیں اور نہ بازاروں میں غل مچانے والا ہے۔ تو بدی کو بدی سے دور کرنے کی بجائے درگزر کرنے والا ہے۔'' (مشکوۃ)

باب:16

عبد کریم

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'عبد کریم' ہے۔ جس کے معنی ہیں عزت دار، نرم دل اور مہربانی کرنے والا بندہ۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی اُمت کے ساتھ سب سے زیادہ شفقت اور پیار و محبت کرنے والے تھے۔

عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بکری کا گوشت دیا تو آپ نہایت سادگی کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے' تو اعرابی نے کہا' یہ کیسا بیٹھنا ہوا؟ تو آپ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَنِي عَبْدًا كَرِيمًا، وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا عَنِيدًا))

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے نرم دل بندہ بنایا ہے اور مجھے جابر اور سخت دل نہیں بنایا۔''
(سنن ابن ماجہ:3263 شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے)

نسائی میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ہم جنازے کے ساتھ جا رہے تھے کہ لوگ آہستہ آہستہ چل رہے تھے تو میں نے کہا:

((خَلُّوا فَوَالَّذِى أَكْرَمَ وَجْهَ أَبِى الْقَاسِمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ !لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ إِنَّا لَنَكَادُ نَرْمُلُ بِهَا رَمْلًا))

''اس ذات کی قسم ! جس نے ابوالقاسم کے چہرے کو عزت بخشی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہم اتنا تیز چل رہے تھے گویا کہ قدر رمل میں چل رہے ہوں۔'' (سنن نسائی:1913)

اُم المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

((كَانَ رَسُول اللّٰه صلى اللّٰه عَلَيْه وَسَلَمَ حَيِيًّا كَرِيمًا يَستَحْيِي))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیاء دار تھے' کریم تھے اور شرمیلے (شرم کھانے والے) تھے۔'' (مسند احمد جلد:6: صفحہ 314)

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے ایک طویل حدیث روایت کی جس میں انہوں نے فرمایا کہ جب ہم حدیبیہ کے مقام پر تھے اور صلح کا معاہدہ ہو گیا تو میں ایک درخت کے پاس آ کر لیٹ گیا۔ اتنے میں اہل مکہ میں سے چار مشرکین آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے۔ مجھے غصہ آیا۔ میں دوسرے درخت کے پاس چلا گیا۔ انہوں نے اپنے ہتھیار درخت کے ساتھ لٹکا دیئے اور لیٹ گئے۔ اتنے میں وادی کے نشیب سے کسی نے آواز دی' اے مہاجرین دوڑو۔ ابن زنیم (صحابی) مارے گئے۔ یہ سنتے ہی میں نے اپنی تلوار سونتی اور ان چاروں پر حملہ کر کے ان پر قابو پالیا' چونکہ وہ سو رہے تھے۔ میں نے ان کے ہتھیار لے لئے اور ان کا گٹھا بنا کر ایک ہاتھ میں لے لیا اور پھر ان سے کہا:

((وَالَّذِيْ كَرَّمَ وَجْهَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَرْفَعُ اَحَدٌ مِّنْكُمْ رَاْسَهُ اِلَّا ضَرَبْتُ الَّذِى فِيهِ عَيْنَاهُ))

''اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے کو عزت دی' تم میں سے جس نے سر اٹھایا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔''

پھر میں ان کو ہانکتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اور تمام ماجرا کہہ سنایا تو عبد کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کرم اور فیاضی سے کام لیتے ہوئے فرمایا:

''ان کو چھوڑ دو۔'' (صحیح مسلم:1807)

باب:17

اَلْمُزَّمِّلُ

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب 'مزمل' ہے۔ جس کے معنی ہیں چادر اوڑھ کر یا لپیٹ کر سونے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے محبت و شفقت کا ایک یہ انداز اپنایا اور آپ کی ایک وقتی حالت اور کیفیت کو آپ کا لقب بنا دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ ٱلَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ○ نِّصْفَهُۥٓ أَوِ ٱنقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ○﴾
[المزمل: ۱-۳]

''اے اوڑھ لپیٹ کر سونے والے' رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم' آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو' یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''
(المزمل:1-3)

ابتدائے نبوت میں قریش نے دارالندوہ میں جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ کیا کہ آپ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہئے۔ کسی نے کہا کہ کاہن ہیں' کسی نے کہا مجنون ہیں۔ سب لقب مسترد ہوتے رہے۔ آخر کار کسی نے کہا ساحر ہیں کہ بھائی کو بھائی سے جدا کر دیتے ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجلس کی خبر ہوئی تو آپ کو رنج ہوا اور پریشان ہو کر لیٹ گئے۔ سوچ اور رنج کی کیفیت میں آدمی اس طرح کر لیتا ہے۔ ایسی صورتحال میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوش کرنے کے لئے اسی کیفیت کو عنوان بنا لیا اور جبرائیل اس سورت کا پہلا حصہ یعنی 19 آیات لے کر نازل ہوئے۔ فرمایا: اے مزمل' اے کپڑوں میں لپٹے

ہوئے' اے دشمن کی تدبیروں سے پریشان حال اور غم زدہ اٹھ' اب تیرے سونے کا وقت نہیں رہا' اب جدوجہد کی طویل منزل آپ کے سامنے ہے۔ سورہ کا دوسرا حصہ طویل آیت نمبر 20 پر مشتمل ہے' جو ایک سال بعد نازل ہوا۔ اس سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے ساتھ صحابہ نے راتوں کو اس قدر قیام کیا کہ پاؤں سوج گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک سال کے بعد اسی سورہ کے آخری حصہ میں رات کی عبادت میں تخفیف فرمادی۔

اللہ تعالیٰ نے مزمل (صلی اللہ علیہ وسلم) کو 'اے نبی' یا 'اے رسول' کہنے کی بجائے 'اے چادر اوڑھ کر سونے والے' کہہ کر پکارا جو ایک نہایت لطیف انداز خطاب ہے۔ اس انداز خطابت میں جہاں لطف وکرم' محبت وفریفتگی کا اظہار ہوتا ہے' وہاں اس جانب بھی اشارہ ہے کہ رسالت کی ذمہ داری اس قدر زیادہ ہے کہ اس طرح بے فکری کی نیند سونے کا دور اب گزر چکا ہے۔ رسالت کی ذمہ داری کا بوجھ آپ سے محنت ومشقت کا متقاضی ہے۔ رات کی چند گھڑیاں تو آرام کرلو پھر اللہ کے حضور کھڑے رہو' کیونکہ دن بھر اس کے دین کی تبلیغ سے فرصت کم ملے گی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بلند و بالا آواز تھی' جس میں اس شخصیت کو نیند سے جگایا گیا ہے جو دنیا بھر کے سونے والوں کو جگانے والی تھی اور نبوت ورسالت کا بوجھ اس کے کندھوں پر رکھ کر منزل کی طرف رواں دواں کردیا۔

عظیم کام عظیم تیاری کے متقاضی ہوتے ہیں۔ اپنے نفس کی خاطر زندگی گزارنے والا عیش و راحت کے ساماں تو مہیا کرلیتا ہے' مگر اس کی زندگی اور موت دونوں رسوا کن ہوتے ہیں لیکن جو عظیم انسان یہ بڑا بوجھ اٹھائے' اسے سونے سے کیا کام؟ راحت سے کیا واسطہ؟ ایسا انسان راحت بخش ساز وسامان مہیا نہیں کیا کرتا۔ مزمل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس امر کی حقیقت کو جان لیا تھا اور اس کا اندازہ کرلیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہلے مرحلے میں خبردار کیا:

﴿ إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ﴾ [المزمل : ٥]

''یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری بات عنقریب نازل کریں گے۔'' (المزمل:5)

قول ثقیل یہی قرآن کریم ہے کہ جس عقیدہ کی طرف یہ دعوت دیتا ہے لوگوں کے لئے اپنے معبودان باطل کو چھوڑ کر اس کی طرف پلٹنا نہایت مشکل اور بوجھل کام ہے۔اس قرآن کو لے کر چلنا اور اس کا پیغام لوگوں تک پہنچانا ایک عظیم اور مشکل امر ہے نیز یہ کہ اپنی واقعیت اور سچائی کی بنا پر میزان میں یہ ثقیل ہوگا۔علامہ ابن کثیر نے حسن بصری اور قتادہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ وحی کے نزول کے وقت یہ قرآن بہت ثقیل ہوتا ہے۔

دنیا میں لاکھوں انسان ظلمت و گمراہی سے تنگ آ کر پہاڑوں' غاروں اور جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے زندگی گزار رہے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اہل مکہ کی حالت سے بیزار غار حراء میں گوشہ نشین ہو گئے' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو تاج رسالت سے نوازا اور پھر حکم دیا کہ اس فرض کی بجا آوری کے لئے کمربستہ ہو جائیے۔آپ فوراً اٹھے اور اپنی تمام تر توانائیاں اس پیغام کو پہنچانے پر صرف کرنا شروع کر دیں۔

مزمل (صلی اللہ علیہ وسلم) فرعون صفت لوگوں کے لئے موسیٰ جیسا شکوہ' اہل ایمان کے لئے عیسیٰ جیسا یقین اور مذموم عاقبت والوں کے لئے شریعتِ محمدی لے کر آئے۔ ہدایت ابدی کی ترسیل کا یہ سلسلہ نہ مکہ میں ٹھہرا نہ مدینہ میں۔غزوہ بدر ہو یا احد' احزاب ہو یا حدیبیہ' خیبر کا معرکہ درپیش ہو یا فتح مکہ' سفر تبوک ہو یا حجۃ الوداع کا موقع' آپ کا سفر بلا تکان جاری رہا' یہاں تک کہ آپ کے سفر آخرت کا وقت آ گیا۔آپ نے اس وقت بھی عورتوں' غلاموں اور بچوں کے حقوق اور اُمت کی گمراہی کے اسباب کو فراموش نہیں کیا اور ان تمام امور کو دہرایا جن سے اُمت کے گمراہ ہونے کے خدشات ہو سکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جس عظیم ذمہ داری کے لئے تیار کیا' اسی ذمہ داری کے لئے اُمت کو بھی تیار ہونا ہے۔اس تیاری کا سلیقہ قرآن و حدیث سے سیکھنا ہوگا۔جن لوگوں نے المزمل کی اتباع کی وہ دنیا میں بھی کامیاب رہے اور آخرت میں تو جنت ان کی منتظر ہے۔

باب:18

المُدَّثِّرُ

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک لقب 'مدثر' ہے۔ جس کے معنی ہیں چادر لپیٹ کر لیٹنے والا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ سے مروی حدیث کا مفہوم ہے کہ پہلی وحی کے نزول کے بعد کچھ مدت تک نزول قرآن کا سلسلہ بند رہا' جس کو زمانہ فترۃ الوحی کہا جاتا ہے۔ اسی فترۃ کے آخر میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں کسی جگہ تشریف لے جا رہے تھے کہ اوپر سے کچھ آواز سنائی دی تو آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ جو غار حراء میں آپ کے پاس آیا تھا' آسمان کے نیچے فضا میں ایک معلق کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ فرشتے کو اس حالت میں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی طبعی رعب و ہیبت کی کیفیت طاری ہوگئی جو غار حراء میں پہلی وحی کے وقت طاری ہوئی تھی۔ آپ شدت خوف وفزع سے سخت سردی محسوس کرنے لگے' اسی حالت میں آپ گھر تشریف لائے اور اپنے اوپر چادر (کمبل) ڈالنے کے لئے فرمایا۔ آپ بستر پر لیٹ گئے۔ جب آپ پر چادر ڈال دی گئی تو آپ نے اپنے جسم اطہر کو چادر میں لپیٹ لیا۔ اس کیفیت اور منظر کو اللہ تعالیٰ نے نہایت لطیف اور محبت وشفقت بھرے الفاظ میں قرآن پاک میں بیان فرما کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَٱلرُّجْزَ فَٱهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَٱصْبِرْ ﴾ [المدثر: ١-٧]

''اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے' اٹھو اور خبردار کرو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور گندگی سے دور رہو اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے احسان نہ کرو اور اپنے رب کی راہ میں صبر کرو۔'' (المدثر: 1-7)

نزول وحی کی ابتدائی پانچ آیات کے بعد جب دوبارہ نزولِ وحی کا آغاز ہوا تو آپ کو رسالت کے منصب پر فائز کیا گیا۔ آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ مجاہدہ کے لئے تیار ہو جایئے اور خلق خدا کو اس روش کے انجام سے ڈرائیں جس پر وہ چل رہی ہے۔ برائی کے مقابلے میں اللہ کی بڑائی کا اعلان کیجئے۔ اس لطیف انداز خطاب سے خود بخود یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اے ہمارے بندے' مجاہدہ کا وقت آیا ہے تو پریشان ہو کر لیٹ کیوں گئے ہو۔ اہل مکہ کو اللہ کے عذاب اور سخت پکڑ سے ڈرائیں تاکہ وہ ایمان لائیں۔

آپ نہایت سلیقہ شعار' پاک طینت' صفائی پسند اور معاشرتی برائیوں سے پاک صاف تھے لیکن اس کے باوجود شروع میں ہی صفائی و ستھرائی کا حکم دے کر اس جانب اشارہ کر دیا گیا کہ آپ کا دین نہایت صفائی پسند اور فطری اصولوں پر مبنی ہے۔ دینِ اسلام روحانی' ذہنی' اور باطنی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ جسم و لباس اور ظاہری پاکیزگی کا بھی حکم دیتا ہے۔ پاکیزہ روح گندے جسم اور ناپاک لباس میں نہیں رہ سکتی۔

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بعد آپ نے محنت اور لگن کے ساتھ اللہ کا پیغام پہنچانے کا فریضہ نبھانا شروع کیا۔ شروع میں جن خدشات کا ذکر کیا گیا تھا' وہ درست ثابت ہوئے۔ کفار مکہ نے پوری شد و مد کے ساتھ آپ کے پیغام کو ٹھکرایا۔ بات انکار تک محدود نہ رہی بلکہ مخالفت کرنے اور پیغام دوسروں تک پہنچانے میں رکاوٹ ڈالنے تک بڑھ گئی۔ پھر ایذا رسانی اور پھر قتل کی سازشوں تک نوبت پہنچی۔ صادق اور امین کہنے والے جان کے اس لئے دشمن ہو گئے کہ آپ لا الہ الا اللہ کا حکم سنا رہے تھے۔ ان پریشان کن حالات میں آپ کی دلجوئی کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت لطیف اور شاندار انداز سے خطاب فرما کر آپ کی تکان کو کم کیا۔ اللہ عزوجل کا انداز خطابت کس قدر نفیس ہے' اس پر جس قدر غور کیا جائے' راز کھلتے چلے جائیں گے اور پھر یہ انداز خطابت بھی اس ذات کی جانب سے ہے جو آپ کا خالق و مالک ہے۔ (سبحان اللہ)

بنی نوع انسان عمومی طور پر اور اُمت مسلمہ خصوصی طور پر اس مدثر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

احسانات سے اتنی زیر بار ہے کہ جس قدر بھی اتباع کرے، کم ہے۔ ہر حکم کے لئے صرف اور صرف اس ذات کی طرف رجوع کیا جائے جس کی دلجوئی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اتنے لطیف اشارے کنائے استعمال کئے۔ خود محسن انسانیت نے اپنی شریعت کی اتباع کے لئے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ))

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنی خواہشات کو میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ کردے۔'' (مشکوٰۃ)

محسن انسانیت کی ابدی شریعت کا آغاز جس قدر طاہر اور انسانی طبیعت کے موافق ہے۔ انتہا بھی اسی طرح طاہر ہے۔ ہر انسان فطری طور پر پاک صاف اور خوبصورت نظر آنے کی خواہش رکھتا ہے اور اگر یہ طہارت اسلامی اصولوں کے مطابق ہو تو اس کی شان ہی نرالی ہے۔ مدثر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمام شریعت طاہر ہے، تمام دینی و دنیاوی قوانین طاہر ہیں خواہ ان کا تعلق گھرانہ سے ہوں یا خاندان سے، سیاست سے ہو یا معاشرت، تجارت سے ہو یا اخلاقیات سے ہر طرف انصاف اور پاکیزگی نظر آتی ہے۔ ذرا اس طاہر شریعت کا مطالعہ کر کے اسے اپنا کر تو دیکھیں، کسی اور ازم کی ضرورت نہیں رہے گی۔ آپ خود یہ آفاقی نظام دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لئے چل نکلیں گے۔

مدثر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ابدی طہارت کا یہ پیغام آپ کا ورثہ ہے جسے آپ کے صحابہ نے آنے والی نسلوں تک پہنچایا۔ یہ پیغام نسل در نسل چلتا ہوا ہم تک پہنچا اور قیامت تک یہ پیغام پہنچانا اُمت محمدیہ کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ جن لوگوں نے اس پیغام پر محنت کی، صبر و شکر اور ہمت سے کام لیتے ہوئے دوسروں تک پہنچاتے رہے، اہل دنیا نے دیکھا کہ وہ اس دنیا میں بھی سرخرو ہوئے اور آخرت میں بھی سرخرو ہوں گے اور جن لوگوں نے اس طریقے کو چھوڑ دیا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی گمراہ کیا۔

باب:19

اَلشَّاهِدُ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'شاہد' ہے۔ جس کے معنی ہیں گواہی دینے والا۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے 'شاہد' کا ترجمہ 'اظہارِ حق کنندہ' فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صفاتی اسم گرامی کی سند اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین مقامات پر بیان فرمائی۔

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ﴾ [الأحزاب : ٤٥]

''اے نبی بے شک ہم نے ہی آپ کو شاہد بنا کر بھیجا اور (جنت کی) خوشخبری سنانے والا اور (دوزخ سے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔'' (الاحزاب:45)

سورہ الفتح میں فرمایا:

﴿ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَٰكَ شَٰهِدٗا وَمُبَشِّرٗا وَنَذِيرٗا ﴾ [الفتح : ٨]

''بے شک ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (الفتح:8)

قیامت کے روز جس کی گواہی کام آنے والی ہے' اس کے بارے میں فرمایا:

﴿ إِنَّآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَيۡكُمۡ رَسُولٗا شَٰهِدًا عَلَيۡكُمۡ كَمَآ أَرۡسَلۡنَآ إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ رَسُولٗا ﴾ [المزمل : ١٥]

''بے شک ہم نے تمہاری طرف بھی تم پر گواہی دینے والا رسول بھیج دیا ہے جیسا کہ ہم

نے فرعون کے پاس رسول بھیجا تھا۔'' (المزمل:15)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گواہ ہونا اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ آپ نے قولی' عملی اور اخروی شہادت دی۔ آپ دنیا میں لوگوں کے سامنے اپنے قول وعمل سے حق کی شہادت دینے والے ہیں اور آخرت میں جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی' اس وقت پہلے انبیاء کی امتیں اپنے انبیاء کو اللہ تعالیٰ کے روبرو جھٹلا دیں گی اور کہیں گی کہ ہم کو کسی نبی نے اللہ کا حکم نہیں پہنچایا۔ آخر قرآن کے حوالے سے شاہد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت اور آپ کی گواہی پر یہ معاملہ طے ہوگا اور اللہ کے تمام رسول سچے ٹھہریں گے' قرآن کریم نے اسی بات کو اس انداز میں بیان فرمایا: ''اے نبی بیشک ہم نے ہی آپ کو شاہد بنا کر بھیجا ہے۔''

آپ نے گواہی دی کہ اللہ ایک ہے جو الوہیت' عبودیت اور اپنی صفات عالیہ میں یکتا ہے۔ آپ کی اس شہادت کی گواہی بدترین دشمن یہود ونصاری اور اہل مکہ کے مشرکین نے بھی دی لیکن تسلیم اسی نے کیا' جس کے نصیبے میں دین ودنیا کی کامرانی لکھی تھی۔ شاہد کی شہادت نہ صرف جن وبشر نے دی بلکہ حجر وشجر نے بھی گواہی دی کہ آپ شاہد ہیں۔ آپ کی گواہی میں اس قدر وزن ہے کہ دنیا نے اسے تسلیم کیا۔ بعض نے ثبوت مانگے اور بہت سے ایسے تھے جنہوں نے ثبوت مانگنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی۔

آپ کی گواہی نے بے خبروں کو باخبر اور بے علموں کو عالم بنا دیا۔ سینکڑوں مذاہب عبادات اور استعانت کے مسئلہ میں حیران وپریشان تھے' آپ کی شہادت نے ان حقائق کو آشکارا کیا۔ آپ اتنی زبردست شہادت اور صداقت کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ آپ کے پیروکار بھی شاہد بن گئے۔ جنہیں ﴿أنتم شهداء الله على الأرض﴾ ''تم اللہ کی زمین پر اللہ کے گواہ ہو'' کی سند مل گئی۔

باب:20

البشیر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'بشیر' ہے۔ جس کے معنی ہیں بشارت دینے والا' خوشخبری سنانے والا۔

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بشیر اور مبشر دونوں الفاظ استعمال کئے' چونکہ یہ فضیلت و جامعیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات مبارک میں پائی گئی ہے' اس لئے یہ اوصاف آپ کے علو مرتبت اور صدق نبوت کا اظہار کرنے میں خاص ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُل لَّآ أَمۡلِكُ لِنَفۡسِي نَفۡعٗا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ ٱللَّهُۚ وَلَوۡ كُنتُ أَعۡلَمُ ٱلۡغَيۡبَ لَٱسۡتَكۡثَرۡتُ مِنَ ٱلۡخَيۡرِ وَمَا مَسَّنِيَ ٱلسُّوٓءُۚ إِنۡ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٞ وَبَشِيرٞ لِّقَوۡمٖ يُؤۡمِنُونَ ١٨٨ ﴾ [الأعراف: ١٨٨]

''آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا' مگر اتنا جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا' میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔'' (الاعراف:188)

مشرکین مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سوال کرتے کہ قیامت کب آئے گی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلۡ إِنَّمَا عِلۡمُهَا عِندَ رَبِّيۖ لَا يُجَلِّيهَا لِوَقۡتِهَآ إِلَّا هُوَۚ ثَقُلَتۡ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ لَا تَأۡتِيكُمۡ إِلَّا بَغۡتَةٗۗ ﴾ [الأعراف: ١٨٧]

''آپ فرما دیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے' اس کے وقت کو اس اللہ کے سوا کوئی اور ظاہر نہ کرے گا' وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہو گا۔ وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی۔'' (الاعراف:187)

انسان کوئی بھی عمل کرے اس کے پیچھے دو جذبے کارفرما ہوتے ہیں' ایک اُمید اور دوسرا خوف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کے اندر دونوں جذبے ابھارے۔ اس لئے آپ بے عملوں کے لئے ڈرانے والے اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم سے ﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ کے عنوان سے مخاطب ہوئے اور اس انداز میں بشارت سنائی کہ جس نے ایک مرتبہ اس بشارت کو سن لیا' دنیا و مافیہا اس کو ہیچ نظر آئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَن يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴾ [الزمر: ١٧]

''اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے پرہیز کیا اور (ہمہ تن) اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے وہ خوشخبری کے مستحق ہیں' میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔'' (الزمر:17)

بشیر (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیم و تربیت اور تہذیب و تمدن کی بات کرتے ہیں۔ آپ کی تعلیم معاشروں کو برائیوں سے نکال کر امن و آشتی' صلح و صفائی اور محبت کا پیغام دیتی ہے۔ آپ کے پیغام میں محبت ہے' پیار ہے' امن ہے' خلوص ہے' مودت ہے' حکمرانی ہے' عزو شرف ہے' مساوات اور ایک دوسرے کے لئے خیر خواہی کا جذبہ ہے۔ آپ کی بشارت کے بعد دنیا کی ہر نعمت ہیچ ہے۔ اس بشارت میں اگر آزمائش بھی آ جائے تو وہ ایسی لذت سے آشنا کرتی ہے جس میں انسان دنیاوی نفع و نقصان کی حدود سے ماوراء ہو جاتا ہے۔

باب:21

المُبَشِّر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مبشر' ہے۔ جس کے معنی ہیں بشارت دینے والے اور خوشخبری سنانے والے۔ آپ اپنی اُمت کے متقی لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾ [الفتح: ٨، ٩]

''یقیناً ہم نے تجھے گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ اے لوگو! تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب کرو اور اللہ کی صبح وشام تسبیح کرتے رہو۔'' (الفتح: 8-9)

سورہ الاسراء میں فرمایا:

﴿ وَبِٱلْحَقِّ أَنزَلْنَٰهُ وَبِٱلْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴾ [الإسراء: ١٠٥]

''اور ہم نے اس قرآن کو حق کے ساتھ اتارا اور یہ بھی حق کے ساتھ اترا، ہم نے آپ کو صرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (الاسراء: 105)

یعنی قرآن کریم بحفاظت مبشر (صلی اللہ علیہ سلم) تک پہنچا دیا گیا۔ راستے میں اس میں کوئی کمی بیشی، کوئی تبدیلی یا آمیزش نہیں کی گئی۔ اس لئے کہ اس کو لانے والا فرشتہ شدید القویٰ، الامین، المکین اور المطاع فی الملا الاعلیٰ تھا۔ یہ وہ صفات ہیں جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق قرآن میں بیان کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَـذِيرًا ﴾ [الأحزاب : ٤٥]

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (الاحزاب:45)

مبشر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ اہل ایمان کو جنت کی خوشخبری سنائی اور اہل دنیا کو امن وسلامتی کے زریں اصولوں کی بشارت دی۔ برائی کا بدلہ برائی اور نیکی کا بدلہ نیکی سے ملنے والے ابدی اصول سمجھائے۔ مبشر (صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا:

''نیکی کا کوئی ایسا عمل نہیں جس کے بارے میں میں نے اطلاع نہ دے دی ہو اور برائی کا کوئی ایسا کام نہیں جس کے بارے میں میں نے خبردار نہ کر دیا ہو۔'' (صحیح البخاری)

جنہوں نے مبشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغام پر لبیک کہا انہیں اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی پڑی' مصائب سے نبرد آزما ہونا پڑا' دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹنا پڑا اور گھربار اور وطن چھوڑنا پڑا لیکن کسی نے بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھا کیونکہ آپ نے انہیں یہ خوشخبری سنا دی تھی۔

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ قَالُواْ رَبُّنَا ٱللَّهُ ثُمَّ ٱسْتَقَـٰمُواْ تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ٱلْمَلَـٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُواْ وَلَا تَحْزَنُواْ وَأَبْشِرُواْ بِٱلْجَنَّةِ ٱلَّتِى كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾ [فصلت : ٣٠]

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے (یہ کہتے ہوئے) آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو (بلکہ) اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دیئے گئے ہو۔ (فصلت:30)

آپ نے خوشخبری اس شاندار طریقے سے سنائی کہ قبول کرنے والے اور نہ کرنے والے دو قوموں میں بٹ گئے۔ آپ کی بشارت نے دو قومی نظریے کو جنم دیا۔ بشارت پر لبیک کہنے والے دنیا اور آخرت کی ہر نعمت سے مالا مال ہوئے اور ظلم وستم کرنے والے تہ تیغ ہو گئے۔

باب:22

النذیر

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'نذیر' ہے جس کے معنی ہیں ڈرانے والا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں کو اس کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَـٰكَ شَـٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَـذِيرًا ﴾ [الأحزاب: ٤٥]

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا' ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' (الاحزاب:45)

مولانا مودودی رحمہ اللہ تفہیم القرآن میں ان آیات کی شرح میں لکھتے ہیں:

''کسی شخص کا بطور خود ایمان و عمل صالح پر اچھے انجام کی بشارت دینا اور کفر و بدعملی پر برے انجام سے ڈرانا اور بات ہے اور کسی کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبشر و نذیر بنا کر بھیجا جانا بالکل ہی ایک دوسری بات۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس منصب پر مامور ہو وہ اپنی بشارت اور اپنے انذار کے پیچھے لازماً ایک اقتدار رکھتا ہے' جس سے احکم الحاکمین کی بشارتوں اور اس کی تنبیہوں کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کا کسی کام پر بشارت دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ جس احکم الحاکمین کی طرف سے وہ بھیجا گیا ہے وہ اس کام کے پسندیدہ اور اجر کے مستحق ہونے کا اعلان کر رہا ہے' لہٰذا وہ یقیناً فرض یا واجب یا مستحب ہے اور اس کا کرنے والا ضرور اجر و ثواب پائے گا اور اس کا کسی کام کے برے انجام کی خبر دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ قادر مطلق اس کام سے منع کر رہا ہے لہٰذا وہ

ضرور گناہ اور حرام ہے اور یقیناً اس کا مرتکب سزا پائے گا۔ یہ حیثیت کسی غیر مامور کی بشارت اور تنبیہ کو کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔"

ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نذیر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((وَإِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْعُرْيَانُ))

"بے شک میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔" (صحیح بخاری: 6482)

یعنی میں اپنی بات کو کھلم کھلا بیان کرنے والا ہوں۔ کسی سے نہ ڈرنے والا ہوں' نہ دبنے والا۔ کسی کو میری بات اچھی لگے یا نہ لگے' مجھ سے کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہو جائے' مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ میں جس منصب پر فائز ہوا ہوں اس کو پورا کرنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ کئے بغیر حق بات پہنچاتا رہوں۔ میرا پیغام مصلحتوں کو نہیں دیکھتا' صرف حق کو پیش نظر رکھتا ہے اور حق یہ ہے کہ قیامت آنے والی ہے۔ جس میں حساب و کتاب ہو گا' میزان رکھا جائے گا اور جنت و دوزخ حاضر کی جائے گی۔ اسی دوزخ سے ڈرانے کے لئے مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔

نذیر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر جو سب سے پہلا خطاب فرمایا' اس میں یہی بات کہی تھی۔ "لوگو! کہو: لا الٰہ الا اللہ فلاح پا جاؤ گے۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تین اہم صفات شاہد' بشیر اور نذیر ہیں۔ آپ نے اپنی اُمت تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور آپ خود اس پر گواہ ہیں۔ دوسری صفت بشیر ہے۔ آپ اپنی اُمت کے مؤمنین اور اطاعت کرنے والوں کو جنت کی بشارت دینے والے ہیں اور کفار و فجار کو عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَبَارَكَ ٱلَّذِى نَزَّلَ ٱلْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِۦ لِيَكُونَ لِلْعَٰلَمِينَ نَذِيرًا ﴾ [الفرقان: ١]

"نہایت برکت والی ہے وہ ذات جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ

سارے جہان والوں کے لئے نذیر ہو۔''(الفرقان:1)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کرنے والے' متنبہ کرنے والے' غفلت اور گمراہی کے برے نتائج سے ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے۔آپ تمام جہان والوں کے لئے نذیر ہیں۔آپ کی دعوت کسی خاص مقام' ملک اور قوم کے لئے نہیں بلکہ تمام موجودہ اور آئندہ آنے والوں کے لئے ہے۔آپ کا فریضہ ومنصب ہی یہ ہے کہ آپ اللہ کا پیغام من وعن تمام بنی نوع انسان تک پہنچادیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر واضح الفاظ میں فرمایا:

''میرا یہ پیغام ان لوگوں تک پہنچادیں جو یہاں موجود نہیں ہیں' شاید وہ تم سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوں۔''

آپ کے یہ الفاظ اس بات کی طرف واضح اشارہ ہیں کہ خوشخبری سنانے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کا کام قیامت تک جاری وساری رہے گا۔اللہ تعالیٰ نے اس پیغام کو پہنچانے کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ اُمتِ مسلمہ کے ذمہ لگادیا۔

نذیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت شروع سے ہی تمام جہان والوں کے لئے تھی۔قرآن کے نزول کی غرض وغایت تمام جہان والوں کو ڈرانا تھا' اگرچہ اس کے اوّلین مخاطب اہل مکہ ہیں لیکن اس کا پیغام آفاقی ہے۔اس لئے یہ پیغام جس پر نازل ہوا وہ بھی تمام جہان والوں کے لئے ڈرانے والے تھے۔آپ کو صرف اہلِ مکہ اور عربوں کا رسول کہنا کفر ہے۔اسلامی تاریخ کے چودہ سو سال اس بات پر گواہ ہیں کہ نذیر نے جس کام کو برا کہا' اس کے نتائج کبھی اچھے نہیں نکلے اور جس کام کو اچھا کہا وہ کبھی برا ثابت نہیں ہوا۔یہ بات انصاف کے اصولوں کے خلاف ہے کہ اچھائی کا بدلہ اچھائی سے نہ دیا جائے یا برائی کی سزا نہ دی جائے۔لہٰذا ہر وہ شخص جو برائی سے باز نہیں آتا وہ نذیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں کو پیش نظر رکھے' ان پر غور کرے اور اپنے انجام کو نہ بھولے۔

باب:23

سراج منیر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'سراج منیر' ہے۔ سراج کے معنی چراغ اور منیر کے معنی روشن کرنے والا۔ یعنی آپ روشن کرنے والے چراغ ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہل ایمان کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرنے والے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴾ [الأحزاب: ٤٥-٤٦]

''اے نبی! یقیناً ہم نے ہی آپ کو (رسول بنا کر) گواہیاں دینے والا' خوشخبریاں سنانے والا' آگاہ کرنے والا بھیجا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور روشن چراغ۔'' (الاحزاب:45۔46)

یعنی آپ کی صفت داعی الی اللہ تو ظاہر اور زبان کے اعتبار سے ہے اور سراج منیر صفت آپ کے قلب مبارک کے اعتبار سے ہے۔ جس طرح سارا عالم آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے اسی طرح تمام مؤمنین کے قلوب آپ کے نورِ قلب سے منور ہوتے ہیں۔

تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: ''جاؤ خوشخبری سنانا' نفرت نہ دلانا' آسانی کرنا' سختی نہ کرنا' دیکھو مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔'' طبرانی میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا: ''مجھ پر یہ نازل ہوا ہے کہ اے نبی! ہم نے تجھے تیری اُمت پر گواہ

بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا اور جہنم سے ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی توحید کی شہادت دینے والا اور قرآن کریم کے ساتھ روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ صفات بیان فرمائی ہیں۔ آپ حق کی طرف بلانے والے اور سیدھی راہ دکھانے والے ہیں۔ جس طرح روشن چراغ سے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں' اسی طرح اس سراج منیر کے ذریعے کفر وشرک کی تاریکیاں دور ہو گئیں۔ آپ کی تبلیغ کا یہ اعجاز تھا کہ گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبے ہوئے مشرکین مکہ' دنیا کو حق کی راہ بتلانے والے بن گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ ٱلنَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [سباء: ۲۸]

''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبریاں سنانے والا اور ڈرا دینے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔'' (سبا:28)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ کو بیان فرمایا ہے کہ آپ پوری نسل انسانیت کے ہادی اور رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اب اگر کوئی سراج منیر کی باتوں پر یقین نہیں کرتا تو اس میں سراج منیر کا کوئی نقصان نہیں بلکہ نقصان انہی لوگوں کا ہے جو اس نیر عالم سے فیض حاصل کرنے کی کوشش نہیں کر رہے۔

نظام شمسی میں سورج کو سب سے اہم سیارہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی لئے اسے نیر اکبر اور عالم مادی کا آفتاب کہا جاتا ہے کیونکہ نظام اجرام فلکی میں جملہ سیارگان اسی نیر اکبر کے گرد گھومتے ہیں۔ نیر اکبر کی بدولت عالم کون وفساد برپا ہے۔ اس کی حرارت کا نور ہر شے کے وجود اور قیام پر گہرا اثر رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی ضرورت و اہمیت دوچند ہے۔ اس کے مقابلے میں روحانیت کے نیر اکبر اور آفتاب عالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' جنہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کے سامنے سراج منیر کی صفت سے روشناس کرایا۔

سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے سامنے تمام شریعتیں منسوخ ہوگئیں اور باطل عقائد ونظریات دم توڑ گئے۔ اس چراغ سے کسب فیض کر کے جو کمال وسعادت حاصل کرنا چاہے' کر سکتا ہے۔اس لئے کہ یہ چراغ قیامت تک روشن ہے۔

سراج منیر کا کام نافرمانوں کو ان کی خطرناک حالت سے آگاہ کرنا' انجام بد سے ڈرانا' اللہ کی ربوبیت' کبریائی اور عظمت وجلال سے آگاہ کرنا ہے۔ آپ کا کام لوگوں کے اعتقاد' اعمال اور اخلاق کو ظاہری اور باطنی نجاستوں سے پاک کرنا ہے۔اس سلسلے میں جس قدر مصائب کا سامنا کرنا پڑے' اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کے لئے آپ کی تعلیمات عزیمت کا درس دیتی ہیں اور ایسا جذبہ ایمانی پیدا کرتی ہیں جو زمانے کے ہر طاغوت سے ٹکرا جانے کا حوصلہ پیدا کرے۔

سراج منیر (صلی اللہ علیہ وسلم) بیک وقت روحانی' جسمانی' دینی اور دنیاوی تربیت کرتے ہیں لیکن اس سلسلے میں کسی ذاتی مفاد کے طلب گار نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے سراج منیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اجر وثواب اپنے ہاں لکھ رکھا ہے۔ چودہ سو سال سے سراج منیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ضیا پاشیاں جاری ہیں' دنیا عدل وانصاف اور امن وآشتی کے لئے انہی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ سراج منیر کی نورانی کرنیں ان کے اصولوں پر چلنے والوں کو مایوس نہیں کرتیں۔

سراج منیر کی روشنی میں بیٹھنے والے نجوم بن گئے' انہیں خود آگاہی کا ایسا سبق ملا کہ وہ دنیا کے لئے منبع نور بن گئے اور اللہ رب العزت نے پکار کر کہا کہ اے دنیا والو دیکھو! جو ہمارے سراج منیر کی محفل میں آیا ہم نے اسے تابندہ وپائندہ کر دیا۔اس لئے قیامت تک اگر کوئی سیدھا راستہ ہے تو اسی سراج منیر کی شریعت میں ہے۔

صاحب الرحیق المختوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرنور چہرہ کے بارے میں چند ایک احادیث اکٹھی کی ہیں جو پیش خدمت ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت تھا اور آپ کے اخلاق سب سے بہتر تھے۔ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تلوار جیسا تھا' انہوں نے کہا: نہیں بلکہ چاند جیسا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ آپ کا چہرہ گول تھا۔ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو لگتا کہ تم نے طلوع ہوتے ہوئے سورج کو دیکھا ہے۔(مسند دارمی/مشکوۃ)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا' آپ پر سرخ جوڑا تھا۔میں آپ کو دیکھتا اور چاند کو دیکھتا۔آخر (اس نتیجہ پر پہنچا کہ) آپ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔(جامع ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی۔لگتا تھا سورج آپ کے چہرے پر رواں دواں ہے اور میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو تیز رفتار نہیں دیکھا۔لگتا تھا زمین آپ کے لئے لپیٹی جارہی ہے۔ہم تو اپنے آپ کو تھکا مارتے تھے اور آپ بالکل بے فکر ہوتے۔''(جامع ترمذی مع شرح تحفۃ الاحوذی)

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب آپ خوش ہوتے تو چہرہ مبارک دمک اٹھتا' گویا چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔(صحیح بخاری)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف فرما تھے۔پسینہ آیا تو چہرے کی دھاریاں چمک اٹھیں۔یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابو کبیر ہذلی کا یہ شعر پڑھا۔

وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ   بَرِقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

''جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرے کی دھاریاں دیکھو تو وہ یوں چمکتی ہیں جیسے روشن بادل چمک رہا ہو۔''(رحمۃ للعالمین)

باب:24

رسول الرحمۃ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'رسول الرحمۃ' ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ رسول جن کی بدولت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اسلام سراپا امن و سلامتی کا نام ہے اور اس کا رسول تمام بنی نوع انسان کے لئے رحمت ہے۔ جس کی گواہی قرآن کریم نے یوں دی:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَـٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَـٰلَمِينَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٧]

''اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تو تم کو دنیا والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (الانبیاء:107)

وکیع الاعمش اور وہ ابی صالح سے مرسلا روایت کرتے ہیں کہ رسول الرحمہ نے فرمایا:

((أَيُّها النَّاس إِنَّما أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاة))

''اے لوگو! سوائے اس کے نہیں میں رحمہ مھداء ہوں۔''

بادی النظر میں دیکھا جائے تو دورِ جاہلیت میں عرب معاشرے میں کوئی ایسا ظلم نہیں تھا جو روا نہ رکھا جاتا ہو۔ باہم لڑائیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ جو خون کی ندیاں بہا دیتا تھا' سارے جزیرہ عرب میں پھیلا ہوا تھا۔ جنگ و جدل اور قمار بازی فخر کی بات سمجھی جاتی تھی۔ شراب نوشی' عزت نفس کی دلیل تھی۔ زنا کاری عام عادت تھی اور معصوم بچیوں کو زندہ درگور کر دینا عظمت و شرافت کا ثبوت تھا۔ جزیرہ عرب سے باہر کی دنیا بھی کسی طرح ظلم و ستم سے مبرا نہ تھی۔ فلسطین میں یہودیوں نے ''نَحْنُ أَبْنَاءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّاؤُهُ'' کا نعرہ لگایا اور عیسائیوں کے خون سے علاقے کی

سرزمین لالہ زار بنادی۔ مدائن سے قسطنطنیہ تک کی سرزمین پر قیصر وقصریٰ کی شہنشاہیت کا بوجھ انسانوں کی کھوپڑیاں اٹھائے ہوئے تھیں۔ ایران میں فحاشی اور زنا کاری ثقافت کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ یونان میں غلاموں کو انسانیت کے ابتدائی حق زندگی سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔ ذرا ذرا سی غلطی پر بپھرے ہوئے شیروں کے سامنے ڈال دیا جاتا تھا اور غلاموں کی ہڈیوں سے گوشت کو جدا کرنا' حکمرانوں کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ مکہ میں مشرکین بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ عورتوں کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے۔ ہندوستان میں لوگوں کو ذات پات میں تقسیم کر کے نچلی ذات کے لوگوں کو عبادت کرنے کے حق سے بھی محروم کر دیا گیا تھا۔ غرض تمام بنی نوع انسان انتہائی غیر انسانی حالت میں زندگی گزار رہی تھی۔ ان حالات میں انسانیت کو رسول رحمہ کی اشد ضرورت تھی جس کی سیرت طیبہ کی رہنمائی میں پائیدار امن و امان حاصل کیا جا سکے۔ چنانچہ رسول الرحمہ نے رحمت کی ایسی برکھا برسائی کہ سب کی مشکلات دور ہو گئیں۔

رسول رحمہ نے دنیا کو امن وسلامتی کا ایسا منشور عطا فرمایا جس میں انسان اپنے انسان ہونے پر فخر کرنے لگے۔ دنیا ظلم وستم کے چنگل سے نجات پا گئی۔ امن و عافیت کا ایسا دور آیا کہ اکیلی عورت رات بھر سفر کرتی اور کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہ ہوتا۔

رسول الرحمہ دنیا کی ہر ذی روح کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے حتیٰ کہ چوپایوں کے لئے احکام جاری کئے کہ ان سے ضرورت سے زیادہ کام نہ لیا جائے اور پرندوں کو بے جا تنگ نہ کیا جائے اور جب کسی جانور کو ذبح کیا جائے تو چھری تیز کر لی جائے۔

بیوی بچوں' رشتہ داروں اور ہمسایوں کے حقوق کی بار بار نصیحت فرمائی۔ خصوصا اہل خانہ کے لئے بھلائی کی وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِهِ ' وَ أَنَا خَيْرُكُمْ لأَهْلِيْ))

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے لئے زیادہ بہتر ہو اور میں تمہاری نسبت اپنے اہل خانہ کے لئے زیادہ بہتر ہوں۔'' (رواہ طبرانی)

باب:25

الخَازِنُ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'خازن' ہے۔ جس کے معنی ہیں محافظ' نگہبان' جمع رکھنے یا کرنے والا۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اسلام کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِهِ! مَا اُعْطِیکُمْ شَیْئًا وَ لَا اَمْنَعُکُمُوهُ اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ))

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں تمہیں اپنی طرف سے کوئی چیز عطا نہیں کرتا نہ کوئی چیز تم سے روکتا ہوں' میں تو صرف خازن ہوں۔'' (صحیح مسلم اور فتح الباری: 163/1)

مسند امام احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَنَا الْخَازِنُ اَضَعُ حَیْثُ اُمِرْتُ))

''میں خازن ہوں' اور اسی جگہ خرچ کرتا ہوں جہاں (خرچ کرنے کا) حکم دیا جاتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

((لَقد خِبْتُ وَ خَسِرْتُ اِن لَمْ اَکُنْ اَعْدِلُ))

''اگر میں انصاف نہ کرسکا تو یقیناً ناکام رہوں گا اور خسارے میں رہوں گا۔''

خزانہ اسی کو عطا کیا جاتا ہے جو امین ہو۔ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے

بہت پہلے امین کا لقب عطا کر دیا تھا۔ چالیس سالہ زندگی کا ایک ایک دن گواہ تھا کہ آپ ہی امین ہیں' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑی امانت اس امین کے سپرد کر کے اسے خازن بنا دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ﴾ [النساء : ۱۱۳]

''تجھے علم سکھایا ان چیزوں کا جن کا تجھے پہلے سے علم نہ تھا۔'' (النساء:113)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ خازن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہر چیز آپ کے مبارک ہاتھوں سے تقسیم ہوتی ہے۔ احکام شریعت اُمت تک پہنچانا' آپ ہی کا خاصہ ہے۔ خزانچی کی اجازت اور مرضی کے بغیر کسی چیز کو ہاتھ لگانا معصیت کا کام ہے۔ اس لئے شریعت کی ہر چیز اسی ید مبارک سے حاصل کرنا ہوگی۔

خازن (صلی اللہ علیہ وسلم) دین اسلام کے خازن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے علم وحکمت کا یہ خزانہ اس یقین کے ساتھ عطا ہوا کہ پھر دنیا کی کوئی طاقت آپ کے قدموں میں لرزش پیدا نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے خازن کو ایسا علم عطا فرمایا جس سے ان کا سینہ کھل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ضمانت فراہم کی کہ ہمارا خازن ہماری اجازت کے بغیر اپنی زبان مبارک سے ایک لفظ بھی نہیں بولتا۔ اس لئے اس خازن کا فرمایا ہوا ایک ایک لفظ اہل دنیا کے لئے قانون' ضابطہ اور اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔

خازن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے دنیاوی خزانے پیش کئے گئے لیکن آپ نے آخرت کو پسند فرمایا۔ دنیا میں فقر وفاقہ کی زندگی کو ترجیح دی لیکن اپنی اُمت کے لئے شفیع بننا پسند فرمایا۔ الخازن کو دنیاوی اشیاء سے کیا رغبت' اپنے پیٹ پر دو دو پتھر باندھ کر خندق کھودنے کا ایسا اسوہ پیش کیا جس میں امیر غریب سب کے لئے یکساں رہنمائی موجود ہے۔ آپ نے دین کی حفاظت کی اور دنیا کے ہر ایسے معاہدے کو ٹھکرا دیا جس سے دین پر حرف آ سکتا تھا۔ یقیناً اس

خازن سے بڑھ کراس دین کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں۔آپ نے ان معاہدوں کی حفاظت کی جو طے پا گئے۔آپ نے اپنے اصحاب کی حفاظت کی جنہوں نے اپنی زندگی آپ کے لئے وقف کررکھی تھی۔اس خازن کی دنیاوی زندگی کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔الخازن (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زہد کا یہ عالم تھا کہ آپ نے فرمایا:

''الٰہی ! میں ایک دن بھوکا رہوں' ایک دن کھانے کو ملے' بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں' تجھ سے مانگا کروں اور کھا کر تیرا شکرادا کیا کروں۔'' (شفاء)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ہمارے گھر ایک ایک مہینہ چولہے میں آگ روشن نہیں ہوتی تھی۔خازن کا گھرانہ پانی اور کھجور پر گزران کرتا تھا۔'' (صحیح البخاری)

''جب خازن (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انتقال فرمایا تو اس وقت ان کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔'' (صحیح البخاری)

''خازن (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی مبارک کی آخری شب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پڑوسن سے چراغ کے لئے تیل منگوایا تھا۔''

خازن (صلی اللہ علیہ وسلم) دعا فرمایا کرتے:

''الٰہی آل محمد کو صرف اتنا دے' جس قدر وہ پیٹ میں ڈال لیں۔''

یادرہے کہ خازن کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں' لاچاری کچھ نہ تھی۔

یہ ہے خازن (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دنیاوی زندگی کی ایک جھلک۔کیا دنیا کا کوئی مذہبی پیشوا' حکمران یا سیاسی لیڈر اس اسوہ کی ایک معمولی سی نظیر پیش کرسکتا ہے؟

باب:26

المُعلِّمُ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مُعلِّم' ہے۔ جس کے معنی ہیں تعلیم دینے والا' علم وحکمت سکھانے والا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى بَعَثَ فِى ٱلۡأُمِّيِّـۧنَ رَسُولًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَـٰتِهِۦ وَيُزَكِّيهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَـٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ ﴾ [الجمعة : ٢]

''وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے' اُن کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔''
(الجمعہ:2)

قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت چار مقامات پر بیان کی گئی ہے اور ہر مقام پر بیان کرنے کی غرض و غایت مختلف ہے۔ البقرہ کی آیت نمبر 129 میں آپ کی اس صفت کا ذکر اہل عرب کو یہ بتانے کے لئے کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جسے وہ اپنے لئے زحمت و مصیبت سمجھ رہے ہیں' درحقیقت ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کے لئے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ البقرہ کی آیت نمبر 151 میں یہ صفت اس لئے بیان کی گئی کہ مسلمان اس معلم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قدر پہچانیں اور اس نعمت سے پورا پورا فیض حاصل کریں جو ان کی بعثت کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے۔ آل عمران کی آیت نمبر 164 میں اہل ایمان کو احساس دلانے کے لئے اس صفت کا اعادہ کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جو اس نے ان میں سے اپنا رسول

بھیجا ہے۔ چوتھی بار سورہ الجمعہ کی آیت نمبر 2 میں یہودیوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری آنکھوں کے سامنے جو کام کر رہے ہیں وہ صریحاً ایک رسول کا کام ہے۔ وہ اللہ کی آیات سنا رہے ہیں جن کی زبان' مضامین اور انداز بیان اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ یہ اللہ ہی کی آیات ہیں۔

معلم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان آیات کے ذریعے لوگوں کی زندگیاں سنوار رہے تھے۔ ان کے اخلاق' عادات اور معاملات کو ہر طرح کی آلائشوں سے پاک کر رہے تھے اور انہیں اعلیٰ درجے کے اخلاق و فضائل سے آراستہ کر رہے تھے اور انہیں اس حکمت و دانائی کی تعلیم دے رہے تھے جو انبیاء کے سوا آج تک کسی نے نہیں دی۔ ایسی ہی سیرت و کردار سے انبیاء پہچانے جاتے ہیں۔

لفظ **کتاب** کے تحت جملہ شرائع الٰہیہ اور لفظ **حکمت** کے تحت جملہ علوم و فنون اور **ما لم تکونوا تعلمون** کے تحت عالم ملکوت اور جہان قلب کے وہ سب اسرار و رموز اور باریکیاں آجاتی ہیں جن سے بعثت المعلم سے قبل مہذب دنیا نا آشنا تھی۔ معلم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ چار کام تھے۔ تلاوت آیات' تزکیہ نفس' کتاب اور حکمت کی تعلیم۔ آپ نے یہ تمام کام جس احسن انداز میں سرانجام دیئے اس کی شہادت قرآن و حدیث میں جا بجا نظر آتی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے المعلم کو علم سکھانے پر خاص توجہ دی۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

﴿ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰٓ ﴾ [الاعلیٰ : ٦]

''ہم تجھے پڑھاتے رہیں گے اور تجھ سے نسیان نہ ہوگا۔'' (الاعلیٰ:6)

آپ عالم دنیا کے ایسے استاذ تھے جن کو اللہ رب العالمین سے علم حاصل ہوا اور آپ کے شاگرد ایسے لائق و فائق تھے جو استاذ سے صرف وہی کچھ سیکھتے تھے جو ان کی اور ان کے بعد تمام اُمت کی ضرورت تھی۔ اسی لئے ان کی جانب سے اٹھائے جانے والے ایک ایک سوال اور معلم کے جوابات میں اتنی جامعیت تھی کہ آج بھی ان کے ذریعے مسائل حل ہو رہے ہیں۔

باب:27

الہادی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'ہادی' ہے۔ جس کے معنی ہیں راہ ہدایت دکھانے والا' کسی کو ایمان و یقین کی طرف بلانے والا اور اپنی دعوت کی حقانیت کو دلائل و براہین روحانی و عقلی نیز اپنے افعال حمیدہ اور اقوال حکیمانہ سے مستحکم کرنے والا۔

ہادی برحق نے زندگی کے تمام شعبہ جات میں رہنمائی فرمادی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِنَّكَ لَتَهۡدِيٓ إِلَىٰ صِرَٰطٖ مُّسۡتَقِيمٖ ﴾ [الشوری : ٥٢]

''تو بالضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرنے والا ہے۔'' (الشوریٰ:52)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۚ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ ﴾ [القصص : ٥٦]

''اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اسے ہدایت نہیں دے سکتے جسے آپ پسند کرتے ہوں' مگر اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ہدایت قبول کرنے والے ہیں۔'' (القصص:56)

ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام نیکی کی راہ دکھانا تھا' آپ یہ کام زندگی بھر انجام دیتے رہے لیکن ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے' جسے وہ ہدایت کے لئے چن لے۔ اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ جب ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا وقتِ انتقال آیا تو آپ نے کوشش فرمائی کہ چچا اپنی زبان سے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں تا کہ روز قیامت میں اللہ

تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی سفارش کر سکوں لیکن رؤسائے قریش کی موجودگی میں ابوطالب نے ایمان قبول کرنے میں عار محسوس کی اور کفر پر ہی ان کا خاتمہ ہو گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا بڑا قلق اور صدمہ تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح کیا کہ آپ کا کام صرف دعوت و تبلیغ اور رہنمائی کرنا ہے۔ ہدایت کے راستے پر چلانا' یہ ہمارا کام ہے' ہدایت اسے ہی ملے گی جسے ہم ہدایت سے نوازنا چاہیں گے نہ کہ اسے جسے آپ ہدایت پر دیکھنا پسند کریں۔ (صحیح بخاری)

قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ ان احباب کے لئے کافی ہے جو ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمین کا اقتدارِ اعلیٰ اور مالک و مختارِ کل بنا دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلانِ نبوت سے قبل اہل مکہ کے نزدیک نہایت اعلیٰ اقدار والے' امین' صادق اور اپنی قوم کے بہترین انسان مانے جاتے تھے لیکن جب آپ نے اللہ کا پیغام سنانا شروع کیا تو آپ کو مجنون' آسیب زدہ اور ورغلایا ہوا کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی دل جوئی فرمائی اور عز و شرف عطا کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ نٓ ۚ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَآ أَنتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ ۝ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ ۝ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ۝ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ ۝ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴾ [القلم: ۱-۷]

''ن۔ قسم ہے قلم کی اور اُس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں' تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہو اور یقیناً تمہارے لئے ایسا اجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ختم ہونے والا نہیں اور بے شک تم اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہو۔ عنقریب تم بھی دیکھ لو گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون جنون میں مبتلا ہے۔ تمہارا رب ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں' اور وہی ان کو بھی اچھی طرح جانتا ہے جو راہ

راست پر ہیں۔‘‘(القلم:1-7)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دعوتِ حق پیش کرنے کی وہ تمام صفات جمع فرمادی تھیں جو اس عظیم مقصد کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ کشادہ روئی‘ نرم خوئی اور اپنے ساتھیوں کے لئے خیرخواہی اور خیرسگالی کے جذبات‘ ایسی صفات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ اسی لئے آپ ہادی کہلائے۔

ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دلائل منطق اور فلسفہ سے پاک‘ نہایت سادہ اور عام فہم تھے جو دل میں گھر کر جاتے۔ آپ فطری حوالے سے دلائل پیش کرتے جن میں آفاقی وسعت ہوتی۔ اسی لئے ہر ملک وقوم کا باشندہ ان احکام پر عمل کرنا اپنے لئے خوش نصیبی اور سعادت سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ نے ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ان قوانینِ فطرت کو آشکارا کر دیا جن پر مخلوق کی آفرینش ہوئی ہے‘ اس لئے آپ کے دلائل براہ راست سرشت انسانی اور خلقت بشری کو متوجہ‘ بیدار اور مخاطب کرنے والے ہیں۔ کسی انسان کی دائمی رہنمائی‘ وقتی رہنمائی کے مقابلے میں محکم ہوتی ہے۔ ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رہنمائی دائمی رہنمائی ہے‘ جن کی ہدایت طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اسی طرح دنیا کے ہر علاقے میں قابل عمل ہے۔

کج بحث ہیں وہ لوگ جو ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصولوں کو قدیم و جدید کے نظریے پر پرکھتے ہیں۔ ایسی باتیں کرنے والے ہدایت کے مفہوم سے عاری ہیں۔ ان میں ہادی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصولوں کو براہ راست رد کرنے کا تو یارا نہیں‘ اس لئے ان اصولوں کو جدید اور قدیم کے ترازو پر رکھ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ ایک ہی بات ہوتی ہے جسے ایک سلیم الطبع اور صحیح الفکر آدمی سنتا ہے اور سیدھے طریقے سے اس کا سیدھا مطلب سمجھ کر سیدھی راہ اختیار کر لیتا ہے۔ اسی بات کو ایک ہٹ دھرم‘ کج فہم اور راستے سے گریز کرنے والا آدمی سنتا ہے اور اس کا ٹیڑھا مطلب نکال کر اسے حق سے دور بھاگ جانے کے لئے ایک نیا بہانہ بنا لیتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ ہدایت چاہنے والوں کو ہدایت دیتا ہے اور ہدایت قبول نہ کرنے والوں کو ہدایت سے دور رکھتا ہے۔

باب:28

صابر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم مبارک 'صابر' ہے۔ صابر کے معنی ہیں صبر کرنے والا' برداشت کرنے والا' بردبار۔ صبر کے لغوی معنی ہیں حبس (روکنا)۔ عربی میں کہا جاتا ہے: ((قُتِلَ فُلَانٌ صَبْرًا)) (فلاں شخص باندھ کر مارا گیا)۔ اصطلاحاً صبر کرنے والا دل کو گریہ وزاری سے' زبان کو شکوہ سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین حنیف کی تبلیغ کے سلسلے میں سب سے زیادہ ستائے گئے اور آپ نے کمال صبر سے تمام تکالیف برداشت کیں۔ اس لئے صابر کہلائے۔

صبر کی تین اصناف ہیں: طاعتِ الٰہی پر صبر۔ معصیتِ الٰہی سے اجتناب پر صبر۔ امتحانِ الٰہی پر صبر۔ اسی طرح صبر کی تین حالتیں ہیں: 1. صبر باللہ 2. صبر للہ 3. صبر مع اللہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں 90 مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا ہے اور 16 طریقوں سے صبر کی توصیف فرمائی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا:

﴿ وَٱصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِٱللَّهِ ﴾ [النحل: ١٢٧]

''صبر کرو' تیرا صبر تو اللہ کے لئے ہے۔'' (النحل:127)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ فَٱصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُو۟لُوا۟ ٱلْعَزْمِ مِنَ ٱلرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ ﴾ [الاحقاف: ٣٥]

''پس (اے نبی) صبر کرو جس طرح اُولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے اور ان کے معاملہ میں جلدی نہ کرو۔'' (الاحقاف:35)

اہل صبر سے اپنی معیت کا اعلان فرمایا:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ مَعَ ٱلصَّـٰبِرِينَ ﴾ [البقرة: ١٥٣]

''بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (البقرہ:153)

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں کی تعریف فرمائی:

﴿ وَٱلصَّـٰبِرِينَ فِى ٱلْبَأْسَآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَحِينَ ٱلْبَأْسِ ۗ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ صَدَقُوا۟ ۖ وَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُتَّقُونَ﴾ [البقرة: ١٧٧]

''جو تکلیف میں اور تنگی میں اور لڑائی میں صبر کرتے ہیں وہی ہیں جنہوں نے (اپنا دعوائے ایمان) سچ کر دکھایا اور یہی لوگ متقی بھی ہیں۔'' (البقرہ:177)

اللہ تعالیٰ نے صبر کا ذکر فرقان حمید میں اسلام و ایمان' یقین و تقویٰ اور توکل و شکر کے ساتھ ساتھ فرمایا ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ عزوجل کے ہاں صبر کا کیا درجہ ہے۔

صابر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے دریافت کیا گیا کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

((الصَّبْرُ وَ السَّمَاحَةُ)) ''صبر اور درگزر۔''

عمل کی کامیابی کی ضمانت صبر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ صبر کریں' ساتھیوں کو صبر کی تلقین کریں' اور قرآن کریم کی روشنی میں کافروں سے جہاد کریں کیونکہ قرآن کریم واضح حجت اور مضبوط برہان ہے۔

سیرتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے احکام الٰہی کی تبلیغ' اہل ایمان کی تعلیم' اہل خسران کے انذار' اہل عالم کو تنبیہ' اور اعلائے کلمۃ الحق کی تدبیر

میں مصائب کو کس طرح صبر کے ساتھ برداشت کیا۔

صابر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر غلاظت گرائی جاتی' راستے میں گڑھے کھودے اور کانٹے پھیلا دیئے جاتے۔ گردن میں چادر ڈال کر اسے کھینچا جاتا تاکہ دم گھٹنے سے موت واقع ہو جائے۔ کبھی پشت مبارک پر (بحالت سجدہ) اونٹ کی اوجھڑی رکھ دی جاتی اور کفار کی تفریح طبع کا سامان مہیا کیا جاتا۔ کبھی گھر میں پتھر پھینکے جاتے تاکہ آپ خوفزدہ ہو کر قرآن پڑھنے سے رک جائیں۔ صابر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا اور خوردونوش کی رسد بند کر دی گئی۔ آپ نے ان تمام مصائب کا نہایت خندہ پیشانی اور صبر کے ساتھ سامنا کیا' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے صبر کا تمغہ جاری فرمایا: (وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰه) اور ایسے رسول کو ہی یہ زیبا تھا کہ وہ لب کشائی فرماتے:

((اَلصَّبْرُ رِدائِي)) "صبر میری ردا (چادر) ہے۔"

جب اہل مکہ نے عذاب کے لئے جلدی مچا دی تو اللہ تعالیٰ نے صابر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تلقین فرمائی کہ جو لوگ مذاق کے طور پر عذاب کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کی باتوں پر صبر کریں۔ یہ لوگ اللہ کے عذاب کو دور سمجھ رہے ہیں حالانکہ ہم اسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ (المعارج:5)

اہل ایمان کی پوری زندگی صبر کی زندگی ہوتی ہے۔ ایمان لانے کے بعد سے مرتے دم تک کسی شخص کا اپنی ناجائز خواہشوں کو روکنا' اللہ کی مقرر کردہ حدود کی پابندی کرنا' اللہ کے عائد کئے ہوئے فرائض کو بجالانا' اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنا وقت' مال' محنتیں اور قوتیں حتیٰ کہ ضرورت پڑنے پر اپنی جان تک قربان کر دینا ایک ایسا طرز عمل ہے جو مومن کی پوری زندگی کو صبر کی زندگی بنا دیتا ہے یعنی دائمی' ہمہ گیر اور عمر بھر کا صبر۔ صبر کرنے والے کو عفو و درگزر سے کام لینا ہوتا ہے' اسی لئے صابر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا: "لازم ہے کہ لوگ معافی دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔" (النور:22)

باب:29

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'حلیم' ہے۔ لفظ حِلْم کے معنی ہیں' بردباری' دانشوری اور کمالِ عقل ۔ نیز اس کے معنی مصائب کو برداشت کرنے کے بھی ہیں اور اس کا فاعل حلیم کہلاتا ہے۔

حلم کے بغیر علم کسی کام نہیں آتا' حِلم پہلے آتا ہے علم بعد میں ۔ اسی لئے حلیم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دشمن کے ہاتھوں پتھر کھا کر جواہر لٹائے' گالیاں سن کر دعائیں دیں۔ حلیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ اسم گرامی قبل از نبوت مشہور تھا۔ سردار ابوطالب کہتے ہیں:

حَلِيمٌ رَشِيْدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ يُوَالِي اِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلٍ

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حَلیم ہیں' آپ کی دانشوری سے قضیہ حجر اسود کے شاندار فیصلے نے اہل دنیا پر آپ کی دانشوری عیاں کی ۔ آپ نے قیام امن اور انسانی حقوق کی نگراں سوسائٹی (حلف الفضول) کا انعقاد فرما کر دنیا کو امن و آشتی کا پیغام دیا۔ آپ نے نہ صرف سوسائٹی بنائی بلکہ اس کا دستور العمل بھی بنایا جس سے آج بھی اسی طرح رہنمائی حاصل کی جا رہی ہے جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے حاصل کی جاتی تھی۔ آپ نے اس وقت اہل مکہ کو مسافروں کی حفاظت' غریبوں کی مدد اور مظلوم کو طاقتور کے پنجے سے نجات دلانے کا ضابطہ پیش کیا' ان ضابطوں کو آج بھی 'رہنما اصول' کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ حلیم نے راست بازی سے عدل وانصاف کرنے کے ضابطے بیان فرمائے۔

جب حلیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نبوت کے عظیم منصب پر فائز کیا گیا تو آپ حلم کی ان جملہ

صفات سے مزین تھے۔صدیوں سے بگڑے ہوئے تہذیبی' تمدنی 'مذہبی' معاشی اور اخلاقی اقدار سے عاری معاشرے کو سنوارنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جہالت کے مارے ہوئے اہل مکہ اپنے بے ہودہ عقائد کے خلاف ایک لفظ سننا گوارا نہ کرتے تھے لیکن حلیم کی عقل سلیم' جرات و مردانگی اور صبر و استقامت نے یہ کام کر دکھایا۔ وہ قوم جو کسی نکتہ پر اکٹھی نہیں ہوتی تھی' آپ کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی' نہ صرف اپنی قوم بلکہ دوسری قوموں کو اس پیغام سے دور رکھنے کے لئے منصوبہ بندیاں ہونے لگیں۔ کمزور اور غلام مسلمانوں کو تنگ کیا جاتا رہا' مار پیٹ کے بعد قتل و غارت گری کا دور شروع ہوا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے پر قوم متفق و متحد نظر آئی اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کتنی ہی سازشیں کی گئیں۔ ان تمام حالات میں بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حَلیم نظر آتے ہیں۔ اسی طرح جب سرداروں کا سردار بیٹا' جو خود ان کی زبان میں امین' صادق اور حَلیم ہیں' شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیئے جاتے ہیں۔ صدیوں سے آباد اپنے آبائی وطن کو چھوڑتے ہوئے وہی حَلیم خانہ کعبہ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"تجھے چھوڑنے کا غم ہے لیکن جو ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ڈالی ہے اس کی تکمیل کے لئے تیری جدائی قبول ہے۔"

مسند بزار میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد ایسی اُمت بھیجوں گا جو مسرت و خوشی کے وقت حمد و شکر سے اور مصیبت و تکلیف کے وقت صبر و احتساب سے کام لے گی جب کہ کوئی علم و حلم نہ ہوگا' حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ ایسا کس طرح ہوگا' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں انہیں اپنا علم اور حلم عطا کر دوں گا۔"

طائف میں جب فرشتہ اہل طائف کی بربادی کا ساماں لے کر آتا ہے تو حلیم نے فرمایا: "نہیں نہیں' انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو' اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو شاید ان کی اولاد ایمان لے آئے۔"

باب:30

الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'الصادق المصدوق' ہے۔ صادق کے معنی ہیں سچا اور مصدوق کے معنی ہیں جس کے صدق کی تصدیق کی گئی ہو' جس کو سچی باتیں بتائی گئیں۔ صادق کا مصدر صدق ہے۔ صدق کے معنی ہیں سچ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام یوحنا کو مکاشفات میں بھی بتایا گیا ہے۔ صحابہ کرام آپ کو صادق المصدوق کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا نبی سچا دین لے کر آیا ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے' وہ ہماری طرف سے وحی ہوتی ہے:

﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ﴾ [الزمر : ٣٣]

''اور جو سچے دین کو لائے اور جس نے اس کی تصدیق کی۔'' (الزمر:33)

اس سے پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو سچا دین لے کر آئے۔ بعض کے نزدیک یہ عام ہے اور اس سے ہر وہ شخص مراد ہے جو توحید کی دعوت دیتا ہے اور اللہ کی شریعت کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ بعض ائمہ نے صدق سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لئے ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور ان پر ایمان لائے۔ بعض نے اسے بھی عام کہا ہے' جس میں سب مؤمن شامل ہیں۔

صَادِقُ الْوَعْدِ (وعدے کا سچا) اس شخص کو کہتے ہیں جو عملاً اپنا وعدہ پورا کرتا ہو اور کبھی اس کی خلاف ورزی نہ کرتا ہو۔ صدیق (سچا دوست) اسی کو کہا جاتا ہے جس نے آزمائش کے ہر موقع پر دوستی کا حق ادا کیا ہو اور کبھی کسی کو اس سے بے وفائی کا تجربہ نہ ہوا ہو۔ آپ کے دین کی بنیاد صدق

ہے جس کے مفہوم میں وفا، خلوص اور عملی راستبازی بھی شامل ہے۔ آپ کے وعدوں کے پورا ہونے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے غزوہ احزاب کے موقع پر مؤمنین کی زبان سے فرمایا ہے۔

﴿ هَٰذَا مَا وَعَدَنَا ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَصَدَقَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ ۚ وَمَا زَادَهُمْ إِلَّآ إِيمَٰنًا وَتَسْلِيمًا ﴾ [الأحزاب : ٢٢]

''یہ تو وہی چیز ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے کیا تھا اور اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سچ فرمایا تھا۔'' (الاحزاب:22)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے ایک گھوڑا خریدا۔ اعرابی آپ کے پیچھے پیچھے آپ کے دولت خانہ کی طرف رقم لینے کے لئے چلا۔ آپ تو ذرا جلد نکل گئے اور وہ آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔ لوگوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ گھوڑا فروخت ہو چکا ہے۔ انہوں نے قیمت لگانی شروع کی یہاں تک کہ جتنے داموں میں اس نے آپ کے ہاتھ بیچا تھا اس سے زیادہ دام لگ گئے۔ اعرابی کی نیت بدل گئی اور اس نے آپ کو آواز دے کر کہا کہ حضرت یا تو گھوڑا اسی وقت نقد قیمت دے کر لے لو یا میں کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہوں۔ آپ یہ سن کر رکے اور فرمایا: تم تو اسے میرے ہاتھ فروخت کر چکے ہو، پھر یہ کیا کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا نہیں، اللہ کی قسم! میں نے تو نہیں بیچا۔ آپ نے فرمایا، غلط کہتا ہے، میرے تمہارے درمیان معاملہ ہو چکا ہے، اب لوگ اِدھر اُدھر سے بھی بولنے لگے، اس گنوار نے کہا اچھا تو گواہ لائیے کہ میں نے آپ کے ہاتھ بیچا ہے۔ مسلمانوں نے ہر چند کہا کہ بدبخت آپ تو اللہ کے پیغمبر ہیں آپ کی زبان سے تو حق ہی نکلتا ہے لیکن وہ یہی کہتا رہا کہ لاؤ گواہ پیش کرو۔ اتنے میں حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ آ گئے اور اعرابی کی اس بات کو سن کر فرمانے لگے: میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا فروخت کر دیا ہے۔ آپ نے حضرت خزیمہ سے فرمایا کہ تم کیسے شہادت دے رہے ہو۔ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، آپ کی تصدیق اور سچائی کی بنیاد پر یہ شہادت دی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ آج سے خزیمہ کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے۔ یہ ہیں صادق المصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم)

باب:31

الأمین

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب 'امین' ہے جس کے معنی ہیں 'امانت دار۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام یوحنا میں بتایا گیا ہے اور اہل مکہ نے بھی آپ کو اسی صفت سے جانا اور آپ ان کے ہاں امین ٹھہرے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھتے۔

أمین مصطفیٰ بالخیر یدعو　کضوء البدر زایله الظلام

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) امین، منتخب اور برگزیدہ ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں، گویا ماہ کامل کی روشنی ہیں جس سے تاریکی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔" (خلاصۃ السیر ص 20)

پانچ الوالعزم پیغمبروں نوح، ھود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام نے قوم سے اپنی امانتداری کو شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم امانت دار ہیں لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو یہ باور کرانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ آپ کی قوم نے بہت پہلے اس بات کا اعتراف کر لیا تھا کہ آپ ایک سچے اور کھرے انسان ہیں۔ چنانچہ قریش نے آپ کو اس لقب سے پکار کر آپ کی عظمت و رفعت اور امانت و دیانت کا اعتراف کیا۔

نزول وحی سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خالی الذہن تھے کہ انہیں نبی بنایا جا رہا ہے۔ اس چیز کا طالب یا متوقع ہونا تو درکنار آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا کوئی معاملہ پیش آنے والا ہے لیکن جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو اس کی کیفیت اور مشکلات کا ادراک ہو جانے کے باوجود اس پیغام کو چھپانے کی بجائے علانیہ سب کچھ بتایا۔ قوم نے کہا کہ آپ پر جادو کا اثر ہو گیا ہے۔ کسی نے کہا کہ آپ پر جنوں کا اثر ہے لیکن کسی کی زبان پر یہ لفظ نہ

آیا کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں یا آپ نے امانت میں خیانت کی ہے' چنانچہ آپ کا بدترین دشمن ابوجہل بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

''اے محمد! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا۔'' (شفاء ص:59)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی صفت امین بیان فرمائی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو وحی لے کر آئے' وہ تو قوی اور امین ہو اور جس کے سپرد یہ امانت کی جا رہی ہو وہ امانت کی حفاظت نہ کر سکے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی حفاظت فرمائی اور قرآن کریم کی ایک ایک آیت حفاظت کے ساتھ اُمت تک پہنچائی۔ امین (صلی اللہ علیہ وسلم) اکثر اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے:

((لَا اِيمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ))

''جو امانت کی صفت نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا۔'' (مسند احمد)

امین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''جس میں چار خصلتیں پائی جائیں وہ خالص منافق ہے اور جس میں کوئی ایک پائی جائے اس کے اندر نفاق کی ایک خصلت ہے' جب تک کہ وہ اسے چھوڑ نہ دے۔ جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو خیانت کرے' جب بولے تو جھوٹ بولے' جب عہد کرے تو توڑ ڈالے اور جب کسی سے جھگڑے تو (اخلاق و دیانت کی) ساری حدیں پھلانگ جائے۔'' (بخاری ومسلم)

معاشرے میں امانت و دیانت کے کس قدر خوش گوار نتائج مرتب ہوتے ہیں' قرون اولیٰ میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں لیکن موجودہ دور میں نہ تو امانت و دیانت کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ عہد کو پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے (الا ماشاء اللہ)۔

باب:32

الماحی

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'ماحی' ہے جس کے معنی ہیں نیست کرنے والا' محو کرنے والا' مٹانے والا۔ اللہ تعالیٰ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کفر کو مٹانے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ ٱلْبَـٰطِلُ وَمَا يُعِيدُ﴾ [سباء: ٤٩]

''کہہ دیجئے! حق آ گیا اور باطل کی چلت پھرت ختم ہو گئی۔'' (سبا:49)

محمد بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے پانچ نام ہیں۔ میں 'محمد' ہوں اور 'احمد' اور 'ماحی' یعنی مٹانے والا ہوں' اللہ کفر کو میرے ہاتھ سے مٹائے گا اور 'حاشر' ہوں یعنی لوگ میرے بعد حشر میں اکٹھے کئے جائیں گے اور میں 'عاقب' ہوں' یعنی خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔'' (صحیح بخاری)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پانچ ناموں کا ذکر فرمایا۔ پہلے دو ناموں کی تشریح نہیں فرمائی جو آپ کے ذاتی نام ہیں۔ باقی تین ناموں کی تشریح فرمائی ہے جو آپ کے صفاتی نام ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

''میرا نام 'ماحی' ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کفر کو میرے ہاتھ سے مٹائے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے ماحی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کا وعدہ فرمایا اور حکم دیا کہ آپ اپنے ایمان و یقین پر سختی کے ساتھ گامزن رہیں اور ہمارا پیغام اپنی اُمت تک پہنچاتے رہیں۔ کفار جس قدر ظلم و ستم

کرتے ہیں اس کو خاطر میں نہ لائیے اور نہ انہیں یہ احساس ہونے دیں کہ آپ ان سے دب جائیں گے۔ انجام کار آپ ہی غالب رہیں گے اور کفر آپ کے ہاتھوں ہی مٹے گا۔

اور تاریخ نے دیکھا کہ کفر کس طرح ذلیل و خوار ہو کر مٹا۔ غزوہ بدر' غزوہ احد اور پھر غزوہ احزاب میں کفار کی رسوا کن شکست کے بعد آپ جس شان سے مکہ میں داخل ہوئے اس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ فتح مکہ کے روز جب آپ حرم میں داخل ہوئے تو خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے دیکھے۔ آپ ایک لکڑی سے انہیں کچوکے لگاتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے:

﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَـٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَـٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ [الإسراء : ٨١]

''حق آ گیا اور باطل چلا گیا' یقیناً باطل جانے ہی والا ہے۔'' (الاسراء: 81)

اس کے ایک سال بعد آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ کرام کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''آج میں کفر کے تمام مقدمات و دعوے اپنے قدموں تلے روندتا ہوں۔ تمام سود ختم کرتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود ختم کرتا ہوں۔ جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی' جاہلیت کے خوں بہا کے دعوے بھی ختم کر دیئے گئے اور اپنے خاندان میں سے پہلا دعوائے خون' جسے میں ختم کر رہا ہوں' وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔'' (یہ بچہ بنو سعد میں دودھ پیتے میں بنو ہذیل کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا)

یہ ہے وہ تاریخ ساز ماحی (صلی اللہ علیہ وسلم) جس نے ناانصافیاں ختم کرنے کے لئے زندگی بھر جدوجہد کی اور اُمت کو یہ سبق دیا کہ اگر کامیابی چاہتے ہو تو رات کا چین اور دن کا سکون تج کرنا ہوگا۔ چنانچہ آپ کی زندگی ہی میں صحابہ کرام ماحی کی شریعت کا پیغام تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے چل نکلے۔

باب:33

الحاشر

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'حاشر' ہے۔ جس کے معنی ہیں' اکٹھا کرنے والا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ اسم مبارک خود بیان فرمایا۔

محمد بن جبیر بن مطعم کی اپنے باپ سے بیان کردہ حدیث گذشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے پانچ نام ہیں۔ میں 'محمد' اور 'احمد' ہوں' میں 'ماحی' یعنی مٹانے والا' اللہ تعالیٰ کفر کو میرے ہاتھ سے مٹوائے گا اور 'حاشر' ہوں یعنی روز حشر لوگ میرے بعد اٹھائے جائیں گے اور میں 'عاقب' یعنی خاتم النبیین ہوں' میرے بعد دنیا میں کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ آپ آخری نبی اور آخری رسول ہیں' آپ کی شریعت آخری شریعت اور آپ کی اُمت آخری اُمت ہے' یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ قیامت کے روز سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے سر مبارک اٹھائیں گے۔ آپ ہی اللہ رب العالمین کی ندا پر سب سے پہلے لبیک پکاریں گے۔ قیامت کے روز آپ ہی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر حساب و کتاب شروع کرنے کی استدعا کریں گے اور آپ ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولیں گے اور اس میں داخل ہوں گے۔

حاشر (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کا مکمل دین لے کر بنی نوع انسان کی طرف آئے اور تکمیل دین کا اعلان بھی حاشر نے کر دیا۔ قرآن کریم نے اس کی گواہی یوں دی:

﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾ [المائدة : ٣]

''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے۔'' (المائدہ:3)

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ حاشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد قیامت تک نہ تو کوئی اور ہدایت دینے والا آئے گا اور نہ کوئی اور دین آئے گا یہاں تک کہ حشر برپا ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس حیثیت کو قسم کھا کر بیان فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥]

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔'' (النساء:65)

حاشر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین اور خاتم الرسل ہیں۔ آپ کی شریعت آخری شریعت ہے اور آپ حاشر ہیں۔ آپ کی شریعت میں جو فیصلہ کر دیا گیا ہے، صرف اسے ہی تسلیم کیا جائے گا۔ اگر کسی مسئلہ میں اختلاف اور نزاع پیدا ہو گیا تو اس کے لئے بھی صرف قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کیونکہ یہ حاشر کے فیصلے ہیں۔ حاشر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ان پر مکمل دین نازل فرمایا۔ ہر رسول ایک محدود مدت اور مخصوص علاقے کے لئے شریعت لے کر آیا، اور اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خوشخبری سناتا رہا لیکن حاشر نے اپنے بعد حشر تک نہ تو کسی نبی اور رسول کے آنے کی خبر دی اور نہ کسی شریعت کی۔ اس لئے آپ ہی حاشر ہیں۔

باب:34

العاقب

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'عاقب' ہے جس کے معنی ہیں سب سے آخر میں آنے والا۔ یعنی جن کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ میں عاقب ہوں۔''

عیسیٰ علیہ السلام کو دنیا سے رخصت ہوئے پانچ سو ستر سال گزر چکے تھے۔ لوگ اپنے خالق و مالک کو اور اپنے انجام کو بھول چکے تھے۔ مذہب کے نام پر رہنمائی کرنے والے مذہب کا استحصال کرنے والے بن چکے تھے۔ ان کے پاس رہنمائی کے لئے الہامی رہنمائی نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے ہی ہاتھوں الہامی کتابوں میں اس قدر تحریف کر چکے تھے کہ انہیں خود معلوم نہیں تھا کہ ان کی منزل کہاں ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان پر احسان فرمایا اور ان کی ہدایت کے لئے 'عاقب' کو بھیجا۔

تمام انبیاء کی تعلیمات کا پہلا اور لازمی جز و توحید الٰہی ہے۔ اس میں کوئی پیچیدگی' کوئی ابہام اور کوئی غلط فہمی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے موحد بننے' خالص توحید کا عقیدہ رکھنے اور فقط اس کی عبادت کرنے کا ہر اُمت کو حکم دیا' یعنی شروع سے اصل دین ایک ہی رہا' فروع میں حالات اور واقعات کے تقاضوں کے مطابق احکام بدلتے رہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہی بنیادی عقائد کے ساتھ ساتھ مکمل دین کے ساتھ بھیجے گئے۔ قرآن کریم نے دین کے مکمل ہونے کا واضح اعلان کیا۔ ایسا اعلان ایک 'عاقب' ہی کر سکتا ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نئی شریعت لے کر آنے والا نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾ [الجاثية : ١٨]

''اس کے بعد اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم نے آپ کو دین کے معاملے میں ایک صاف شاہراہ (شریعت) پر قائم کیا ہے۔لہٰذا تم اسی پر چلو اور ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع نہ کرو جو علم نہیں رکھتے۔'' (الجاثیہ:18)

دنیا میں جب بھی گمراہی کے اندھیرے چھائے' اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرما کر بنی نوع انسان کی رہنمائی فرمائی اور ساتھ ہی اکثر انبیاء نے ایک آخری نبی کے آنے کی خوشخبری سنائی اور حکم دیا کہ وہ جب بھی آ جائیں ان کی پیروی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی بشارت اس تواتر کے ساتھ اپنے انبیاء سے دلائی کہ عاقب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی کے پاس یہ کہنے کی گنجائش نہیں کہ کوئی اور آنے والا آئے گا اور ہماری رہنمائی کرے گا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ترتیب نزولی کے اعتبار سے نازل ہونے والی آخری آیت میں فرمایا:

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾ [المائدة : ٣]

''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔'' (المائدہ:3)

عاقب (صلی اللہ علیہ وسلم) دعوتِ توحید کے ساتھ ساتھ قیامت تک کے لئے رشد و ہدایت کا پیغام لے کر تشریف لائے اور اپنا پیغام احسن انداز میں پیش کرنے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ آپ کے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ کوئی نئی شریعت۔ خاتم الانبیاء والرسل کی لائی ہوئی شریعت قیامت تک رہنے والی ہے۔ آپ ہر اسود و احمر' عربی و عجمی کے لئے اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ العاقب کی آمد سے ادیان باطلہ اور خیالات فاسدہ کا خاتمہ ہو گیا۔ آپ کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا' کذاب و دجال ہی کہلایا۔

باب:35

سیّد الأنبیاء

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'سید الانبیاء' ہے۔ جس کے معنی ہیں' تمام انبیاء کے سردار۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ ٱلرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾ [البقرة: ٢٥٣]

''یہ رسول ہیں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' (البقرہ:253)

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ بعض نبی نبوت کے کم تر درجے پر تھے اور بعض مکمل واکمل درجے پر تھے بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کو ایسی فضیلتیں عطا فرمائیں جو دوسروں کو نہیں دی گئیں۔

سید الانبیاء نے معراج کی رات تمام انبیاء کی امامت کے شرف سے نوازے گئے اور یوں سید الانبیاء کا لقب حاصل کیا۔ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ آپ نے وہاں نزول فرمایا اور تمام انبیاء کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی' اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔ (زاد المعاد' مختصر السیر ہ اور رحمۃ للعالمین)

بالضبط یہ طے کرنا کہ کل رسول کتنے ہیں' ذرا مشکل ہے لیکن پانچ اولعزم رسول نوح' ابراہیم' موسیٰ' عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معروف ہیں۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اس دنیا میں بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً مبعوث فرمائے جو اپنی

اپنی اُمت کی اصلاح کے لئے کوشاں رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام انبیاء ورسل کے سردار ہیں۔ یہ شان کسی دنیاوی فضیلت یا عمل کا صلہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود عطا فرمائی ہے۔ قرآن وحدیث سے آپ کی افضیلت کی چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

☆ تمام انبیاء ورسل ایک آنے والے نبی کی خوشخبری سناتے رہے اور اس خواہش کا اظہار کرتے رہے کہ انہیں بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہونے کا شرف حاصل ہوتا لیکن سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسی کسی خواہش کا اظہار نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: میں عاقب ہوں' حاشر ہوں' آخری نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

☆ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وارث ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل میں ہزاروں انبیاء آئے جو ایک دوسرے کے وارث ہوتے رہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نبی وارث نہیں۔

☆ کسی نبی کی رسالت مکمل اور جامع نہیں تھی ہر نبی ایک خاص وقت اور خاص قوم کی طرف بھیجا گیا اور اس کی وفات یا دوسرے نبی کی آمد پر اس کی شریعت ختم ہو جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل شریعت کے ساتھ تشریف لائے جس کی گواہی قرآن کریم نے دی۔

☆ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام جیسے عظیم پیغمبروں نے سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے لئے دعا فرمائی۔

☆ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قرآن کریم جیسی ایک جامع کتاب عطا کی گئی۔ جس میں سابقہ اُمتوں کے احوال ہیں۔ جب کہ دوسری تمام الہامی کتب اس قدر مکمل اور جامع بیان سے قاصر ہیں۔ قرآن مجید ان تمام سوالوں کا جواب خود دیتا ہے جو انسان کے ذہن میں ابھرتے ہیں یا ابھر سکتے ہیں۔ قران کریم خود تفصیل سے بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا ہے۔. جس کا نام دین اسلام ہے۔ بعض احادیث قرآنی آیات کی تشریح کرتی ہیں۔ اب قیامت تک نہ کوئی نبی آئے گا نہ کوئی نیا دین بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے بھیجا جائے گا۔

باب:36

فاتح

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'فاتح' ہے۔ فاتح کے معنی ہیں فتح کرنے والا' جیتنے والا' منصور ومظفر' کھولنے والا' شروع کرنے والا اور فاتح کی جمع فاتحین ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مبین اور نصرت عزیز کی نوید سنائی:

﴿ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ۝ وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ﴾ [الفتح : ١-٣]

''بے شک (اے نبی) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے' تاکہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے اور تجھے سیدھی راہ چلائے' اور آپ کو ایک زبردست مدد دے۔'' (الفتح:1۔3)

سورہ فتح کا آغاز ہی فتح مبین کی خوشخبری سے ہوا کیونکہ صلح حدیبیہ فتح مکہ کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور اس کے دو سال بعد ہی مسلمان مکہ میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے۔ اسی لئے بعض صحابہ کہتے تھے کہ تم فتح مکہ کو فتح شمار کرتے ہو لیکن ہم حدیبیہ کی صلح کو فتح شمار کرتے ہیں۔ فاتح (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس سورہ کے بارے میں فرمایا:

''آج رات مجھ پر وہ سورہ نازل ہوئی ہے جو مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔''
(صحیح البخاری)

لیکن ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

''طاقتور وہ نہیں جو مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔''

فاتح (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی مدنی زندگی میں اپنے دفاع اور کلمۃ اللہ بلند کرنے کے لئے کئی غزوات میں شرکت فرمائی' ہر غزوہ میں فتح و کامرانی نصیب ہوئی لیکن کہیں بھی ملک گیری نہیں کی۔ اگر فتح کے معنی کشور کشائی و ملک گیری ہیں تو یقیناً آپ کی سیرت میں اس کی مثال نہیں ملے گی۔ آپ تو فاتح ہیں' صراط مستقیم کے' آپ فاتح ہیں دلوں کے جو کفر و شرک کو چھوڑ کر اللہ وحدہ لاشریک کے سامنے آن کھڑے ہوئے۔ آپ حریت' آزادی دین' آزادی بنی نوع انسان کے علمبردار اور دوست دشمن سب کو فتح کر لینے والے ہیں۔

یہ بات عام انسانی رویوں کے خلاف ہے کہ فاتح کی حیثیت سے کوئی شخص کسی شہر میں داخل ہو' مفتوح قوم کے لوگ غلاموں کی طرح سامنے ہاتھ باندھے کھڑے ہوں۔ ان میں سے پھر کوئی آدمی فاتحین کی مرضی کے خلاف بات کرے' فاتحین کی خواہشات کا احترام نہ کرے بلکہ عین اس وقت جب کہ انتقامی جذبات عروج پر ہوں' ایسی حرکات کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا لیکن ایسے ہی حالات اور لمحات میں صرف اللہ کی رضا کے لئے انتقامی جذبات کے طوفان کو قابو میں لانا' دشمنی کو محبت و شفقت کے دامن میں لپیٹ کر دشمن کو سینے سے لگا لینا اسی فاتح (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات کا حصہ ہیں۔ دشمن بھی ایسا جس نے بھرپور دشمنی کی ہو' لہو کا پیاسا' ساری زندگی دکھ دینے والا' ہر دم گھات میں رہنے والا' ایسے دشمن سے انتقام لینا فطری تقاضا ہے۔ لیکن ایسے وقت میں معاف کرنا اور درگزر سے کام لینا' جب کہ بدلہ لینے کی پوری طاقت بھی ہو اور حالات بھی سازگار ہوں' نہایت عظمت کی بات ہے۔ یہ خاصہ صرف فاتح (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہی رہا ہے۔ فاتح (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فتح مکہ کے روز اپنے دشمنوں کو یہی جاں فزا نوید سنائی: ((لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ' اذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ)) ''کہ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

فاتح نے بدر و حنین فتح کیا' غزوہ احزاب اور غزوہ خیبر میں فتح حاصل کی مگر ہر جگہ عفو و درگذر کی ایسی مثالیں قائم کی کہ دنیا ان کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔

باب:37

الحاکم

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'الحاکم' ہے۔ حاکم کے معنی حکم کرنے والا' فیصلے کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امام اور حاکم مقرر فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّآ أَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَـٰبَ بِٱلْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ٱلنَّاسِ بِمَآ أَرَىٰكَ ٱللَّهُ ﴾ [النساء : ١٠٥]

''(اے نبی) یقیناً ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے۔ تاکہ جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔''

(النساء:105)

اور فرمایا:

﴿ وَأَنِ ٱحْكُم بَيْنَهُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَهُمْ ﴾ [المائدة : ٤٩]

''پس (اے نبی) تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔'' (المائدہ:49)

اور پھر ایمان کی تکمیل کے لئے نہ صرف آپ کی حاکمیت کو تسلیم کرنا لازمی قرار دے دیا بلکہ کھلے دل سے آپ کے فیصلوں کو قبول نہ کرنے والے کو بھی اہل ایمان سے خارج کر دیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا

يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ٦٥]

''تیرے رب کی قسم! یہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے آپس کے تمام اختلافات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کرلیں اور پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں' اس سے اپنے تئیں کسی طرح کی تنگی نہ پائیں اور (اسے) صحیح طور پر تسلیم کرلیں۔''(النساء:65)

حاکم کے لئے جب تک دل میں عزت واحترام اور وفاشعاری کے جذبات نہ ہوں' خوشگوار ماحول کا میسر آنا ممکن نہیں ہوتا۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهِ وَوَلِدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ))

''اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہوسکتا' جب تک کہ میں اس کے ہاں اس کی اولاد' (ماں) باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔''(صحیح البخاری وصحیح مسلم)

لیکن اسی حاکم نے لوگوں کو قضاء کی اہمیت وذمہ داری کا احساس دلاتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ جُعِلَ قَاضِيًا فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ))

''جسے قاضی بنادیا گیا وہ بغیر چھری کے ذبح ہوا۔''(رواہ الترمذی)

اور فرمایا:

((سَيَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ' فَنِعْمَ الْمُرْضِعَةُ' وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ))

''عنقریب لوگ امیر بننے کی حرص کریں گے اور عنقریب یہ امارت قیامت کے دن ندامت کا باعث ہوگی' کیونکہ دودھ پلانے والی اچھی اور چھڑوانے والی بری ہوتی ہے۔''(صحیح البخاری)

باب:38

سیّد النّاس

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام نامی اسم گرامی 'سید الناس' ہے۔ جس کے معنی ہیں تمام بنی نوع انسان کے سردار۔ یہ اسم گرامی صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی زیب دیتا ہے کیونکہ آپ ہی بنو آدم کے حقیقی سردار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''میں قیامت کے روز تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔'' (صحیح مسلم باب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی طویل حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میں تمام بنی نوع انسان کا سردار ہوں گا۔

آپ سید ہیں اور سیادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں لیکن سید کہلانے سے بے نیاز رہے۔ خود کو عبد کہلانے میں شرف محسوس کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید وُلد آدم ہیں۔ وُلد جمع ہے ولد کی۔ اس خطاب سے حضور کا سید اولاد آدم ہونا آشکار ہے۔ صحیح حدیث میں الفاظ ہیں:

((آدَمُ وَمَنْ دُونَهُ تَحْتَ لِوَائِي))

''آدم اور ان کی تمام اولاد میرے جھنڈے تلے ہوگی۔''

ولد آدم کے دائرہ میں ہر بشر، ہر انسان اور ہر ایک آدم زاد داخل ہے اور تمام اولین و آخرین اس جملہ میں شامل ہیں۔ یہ دونوں احادیث نہایت درجہ راحت افزا ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں آدم کی اولاد کا قیامت کے روز سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول ہو گی۔'' (صحیح مسلم' کتاب الفضائل)

نبی کریم سیّد ہیں' آپ کے حلقہ نشین اسی اسم گرامی سے آشنا تھے۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی سواری دیکھ کر آپ نے انصار سے فرمایا تھا۔ (قُومُوا اِلیٰ سَیِّدِ کُمْ) اپنے سردار کی عزت و تکریم کے لئے کھڑے ہو جاؤ لیکن جب وفد بنی عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: (اَنْتَ سَیِّدُنَا) آپ ہمارے سردار ہیں۔ تو فرمایا: ((السَّیِّدُ ھو اللّٰہُ تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ))

سید الناس کے اخلاق کے بارے میں جب انہی کی زوجہ محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تو جواب آیا: ''کیا تم قرآن نہیں پڑھتے' آپ کا اخلاق قرآن مجید تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سید ہیں لیکن دنیاوی سرداروں جیسے رویے سے کوسوں دور ہیں۔ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''میں نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ نے کبھی میری کسی بات پر اُف تک نہ کی۔ کبھی میرے کام پر یہ نہ فرمایا کہ تو نے یہ کیوں کیا' اور کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا کہ یہ کیوں نہ کیا۔'' (بخاری و مسلم)

اسی سید الناس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''اپنی ضروریات کی تکمیل عزتِ نفس کے ساتھ کرو اس لئے کہ معاملات تقدیر کے پابند ہوتے ہیں۔ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاملات کی باگ ڈور اللہ کے حوالے کر دے اور اس پر بھروسہ کرے۔ اپنے دین کی اہمیت اور عظمت کا احساس رکھے اور اسے کمتر تصور نہ کرے۔''

باب:39

رؤف

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'رؤف' ہے۔ رؤف کے معنی ہیں بہت زیادہ پیار کرنے والا۔ رؤف' رافت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جو صیغے مبالغہ کے اوزان پر آتے ہیں' ان کے معنی میں کثرت وفراوانی کا اظہار پایا جاتا ہے۔ لہٰذا رؤف کے معنی کامل العطوف کے ہیں۔

جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِي أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ ' وَ أَنَا أَحْمَدُ' وَأَنَا الْمَاحِيُ الَّذِىْ يَمحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ ' وَ أَنَا الْحَاشِرَ الَّذِى يُحشَرُ النَّاسُ عَلَىٰ قَدَمَيَّ ' وَ أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ)) وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ رَؤُوفًا رَحِيمًا

''بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا اور میں حاشر ہوں لوگ میرے دین پر اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں' یعنی میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ راوی حدیث کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام 'رؤف اور رحیم' رکھا۔'' (صحیح مسلم' کتاب الفضائل)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی شفقت کی شہادت یوں دی:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ١٢٨]

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں' جن کو تمہاری

مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں' ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔'' (التوبہ:128)

رؤف اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صفت ہے لیکن یہ لفظ فقط اللہ تعالیٰ کے لئے خاص نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ لفظ 'رؤف' اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے گا تو اس کا وہ معنی مراد ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے اور جب یہی لفظ مخلوق کے لئے استعمال کیا جائے گا تو وہ معنی مراد ہوگا جو مخلوق کے حسب حال ہوگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھلائی کی وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ' وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي))

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے زیادہ اچھا ہو اور میں تمہاری نسبت اپنے اہل کے لئے زیادہ اچھا ہوں۔'' (طبرانی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخلاقِ))

''بے شک مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہے۔'' (رواہ احمد)

رؤف (صلی اللہ علیہ وسلم) بچوں کے ساتھ انتہائی شفقت سے پیش آتے۔ ان کے قریب سے گزرتے تو ان کو خود السلام علیکم کہا کرتے۔ (بخاری عن انس رضی اللہ عنہ) ان کے سر پر دست شفقت رکھتے اور انہیں گود میں اٹھا لیتے۔ رؤف (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خادموں سے بھی نہایت شفقت سے پیش آتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس سال مدینہ میں آپ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں کبھی ان سے یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں نہ کیا۔ ایک روز ان کے حق میں دعا فرمائی: ((اللّٰھم اکثر مالہ و ولدہ و بارک لہ ما اعطیتہ))

''الٰہی اسے مال بھی بہت دے اور اولاد بھی بہت دے اور جو کچھ اسے عطا کیا جائے' اس میں برکت بھی دے۔''

باب:40

رحیم

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'رحیم' ہے۔ جس کے معنی ہیں رحم کرنے والا' مہربان اور شفیق۔ جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِي أَسْمَاءً: أَنَا مُحَمَّدٌ ' وَ أَنَا أَحْمَدُ' وَأَنَا الْمَاحِيُ الَّذِی يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ ' وَ أَنَا الْحَاشِرَ الَّذِی يُحشَرُ النَّاسُ عَلَىٰ قَدَمَيَّ ' وَ أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ أَحَدٌ)) وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ رَؤُوفًا رَحِيمًا

''بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو محو کرے گا اور میں حاشر ہوں لوگ میرے دین پر اٹھیں گے اور میں عاقب ہوں' یعنی میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ راوی حدیث کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام 'رؤف اور رحیم' رکھا۔'' (صحیح مسلم' کتاب الفضائل)

اور اسی رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((مَنْ لَا يَرْحَمُ ' لَا يُرْحَمُ))

''جو شخص دوسرے پر رحم نہیں کرتا' اس پر بھی رحم نہیں کیا جائے گا۔'' (بخاری: 5997)

رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے صحابہ کرام کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کے ساتھ پیش آتے' جس کی شہادت اللہ تعالیٰ نے یوں دی:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ

عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ [التوبة: ۱۲۸]

''تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں' جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں' ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔'' (التوبہ: 128)

یوں تو رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ساری زندگی عفو و درگزر اور مہربانی کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ تاہم یہاں ایک واقعہ کی طرف اشارہ کر کے قاری کو چند لمحوں کے لئے اس گلشن کی سیر کرائی جائے گی' جس میں آپ کی شفقت اپنے خاندان اور اُمت کے لئے یکساں نظر آتی ہے۔

سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جو تعلق رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ تھا' وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ غزوہ اُحد میں وحشی نے گھات لگا کر انہیں شہید کر دیا۔ آپ نے مکہ فتح کیا تو یہ شخص بھاگ کر طائف چلا گیا' پھر مدینہ منورہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی' رحمۃ للعالمین نے اسے دامن رحمت میں جگہ دی اور معاف کر دیا۔ انسانی تاریخ میں اپنے محسنوں کے قاتلوں کو صرف اللہ کی رضا کے لئے معاف کر دینا رؤف رحیم ہی کا خاصہ ہو سکتا ہے۔ (اسد الغابہ: 410/5)

رحیم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات نے والدین' عورتوں' بچوں اور معاشرے کے ہر فرد کے حقوق متعین کئے۔ آپ نے ایفائے عہد کا حکم دیا۔ عدل و انصاف کی راہ دکھائی۔ اہل دنیا کو امن کا ایسا سبق دیا جس سے مودت اور بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ انسانیت کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ رحیم کا دین ہر تعصب سے پاک' مساوات کا درس دینے والا ہے۔ ایسا دین جس کی بنیاد قومیت یا لسانیت پر نہیں بلکہ اللہ کی بندگی پر ہے۔ اسی دین نے دنیا کی تہذیبوں کو سنوارا اور وہی علاقے تمدن کا گہوارہ بنے جہاں جہاں اسلام اپنی تمام تر نورانی کرنوں کے ساتھ پہنچا۔

باب: 41

مبارک

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مبارک' ہے۔ جس کے معنی ہیں برکت والا۔ برکت 'برک البعیر سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں اونٹ کا جم کر بیٹھ جانا۔

سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کے اس صفاتی نام کو اپنے اشعار میں استعمال کیا:

صلی الالٰہ و من یحف بعرشه　　　والطیبون علی المبارک احمد

''اللہ تعالیٰ اور اس کے عرش کو گھیرے ہوئے فرشتے اور تمام پاکیزہ لوگ مبارک احمد پر درود ورحمت بھیجیں۔''

سیدنا عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ نے جو مشہور شاعر تھے' اپنے نعتیہ قصیدہ میں کہا:

و وجهت وجهی نحو مكة قاصدا　　　وبايعت بين الاخشبين المبارک

''میں نے اپنا رخ مکہ کی طرف کر لیا اور مکہ کے دو پہاڑوں (جبل ابی قبیس اور جبل احمر) کے درمیان 'مبارک' کے ہاتھ پر بیعت کی۔''

مبارک (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اللہ تعالیٰ نے مبارک شہر میں پیدا فرمایا۔ آپ کی آمد کے ساتھ ہی اہل مکہ پر اللہ تعالیٰ کی برکتوں' رحمتوں اور نوازشوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے فرمایا:

''جب آپ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا' جس سے ملکِ شام کے محل روشن ہو گئے۔'' (مختصر السیرۃ شیخ عبداللہ بحوالہ الرحیق المختوم)

اللہ رب العزت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی وساطت سے پوری اُمت کو حکم دیا:

﴿ فَإِذَا دَخَلْتُم بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِندِ ٱللَّهِ مُبَٰرَكَةً طَيِّبَةً ﴾ [النور : ٦١]

''پس جب تم گھروں میں داخل ہوا کرو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو' دعائے خیر' اللہ کی طرف سے مقرر فرمائی ہوئی' بڑی بابرکت اور پاکیزہ۔'' (النور:61)

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے لوگوں کو بتایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبارک بنا کر بھیجا گیا ہوں' جس کی قرآن کریم نے یوں گواہی دی:

﴿ وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ ﴾ [مریم : ٣١]

''اور اس نے مجھے مبارک بنایا جہاں کہیں بھی میں رہوں۔'' (مریم:31)

اس لفظ کا مفہوم لغوی ہے' برکت میں استقراء اور دوام کے معنی داخل و شامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہیں' آپ کا دین مبارک اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ آپ کی شریعت منسوخ ہونے سے مبرا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے 'مبارک' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین میں برکت عطا فرمائی۔

اسی مبارک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے اہل مکہ قحط سے محفوظ رہے' آپ کے صحابہ محفوظ رہے۔ اسی مبارک کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے پانی کے چشموں میں برکت عطا فرمائی۔ آپ کے مبارک ہاتھوں کی انگلیوں سے پانی کا فوارہ نکلا۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ پانی ایک کوزہ میں تھا۔ مسلمان اسے دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے پوچھا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ پانی نہ وضو کے لئے ہے نہ پینے کے لئے۔ بس یہی کوزہ ہے جو آپ کے سامنے رکھا ہے۔ آپ نے اپنا دست مبارک اس میں رکھ دیا۔ پھر کیا تھا! آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے اور تمام لشکر سیراب ہو گیا۔ جابر رضی

اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ لوگوں کی تعداد اس روز کتنی تھی' جواب دیا: ہم (تقریباً) پندرہ سو آدمی تھے اور کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کفایت کر جاتا۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ تبوک کے سفر میں بھی پیش آیا' جب پانی کی سخت ضرورت پیش آئی تو ایک عورت نظر آئی جو دو مشکیزے لئے جا رہی تھی' اسے آپ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ نے اس کے مشکیزوں کو چھو دیا' پھر کیا تھا' پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ اس سے چالیس آدمیوں نے استفادہ کیا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت وہ مشکیزے پانی سے ایسے بھرے دیکھے جاتے تھے گویا ابھی پھوٹ پڑیں گے۔ اس عورت نے گھر جا کر بتایا کہ میں ایک ایسے شخص سے مل کر آئی ہوں جو یا تو بہت بڑا جادوگر ہے یا اللہ کا نبی ہے۔ اس عورت کی اس اطلاع پر دور افتادہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح کے کئی واقعات اس مبارک کے ہاتھوں سرانجام پائے۔ یقیناً آپ کی برکت سے دنیا میں برکت ہے۔

قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال دنیا میں بارش کی برکات سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ انسانیت پر آپ کی برکت کے وہی اثرات مرتب ہوئے جو زمین پر بارش کے ہوتے ہیں۔ جس طرح مردہ پڑی ہوئی زمین باران رحمت کا ایک چھینٹا پڑتے ہی لہلہا اٹھتی ہے' اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت' فضل اور برکات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ کتاب و حکمت کے نزول سے مری ہوئی انسانیت یکا یک جی اٹھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس مجلس میں لوگ اللہ کا ذکر کریں نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجیں' وہ مجلس قیامت کے دن ان لوگوں کے لئے باعث حسرت ہو گی۔ خواہ وہ نیک اعمال کے بدلے میں جنت میں ہی چلے جائیں۔'' (اسے احمد اور ابن حبان نے روایت کیا ہے)

باب:42

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'شافع' ہے۔ جس کے معنی ہیں شفاعت کرنے والا' سفارش کرنے والا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اللہ کے حکم سے سب سے پہلے سفارش کرنے والے ہوں گے اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَـا قَـائِدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ ' وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَ مُشفَّعٍ وَلَا فَخْرَ))

''میں رسولوں کا قائد ہوں اور یہ بات میں فخر کے طور پر نہیں کہتا' اور میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اور میں یہ بات فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔'' (طبرانی)

شفاعت دو اصولوں پر مبنی ہے۔

1. ﴿مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ جسے اللہ اذن دے۔

2. ﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ جو ٹھیک ٹھیک بات بیان کرے۔

افراط و تفریط سے منزہ یہ دونوں اصول شفاعت کو معقول اور قابل تسلیم بنا دینے والے ہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق الشافع (صلی اللہ علیہ وسلم) شفاعت عظمیٰ پر فائز ہوں گے۔ آپ مقام محمود پر تشریف لے جائیں گے اور سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی طویل حمد و ثناء بیان کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد و ثناء کے وہ کلمے آپ کے دل میں ڈال دیں گے جو اس سے پہلے اللہ

تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائے' پھر ارشاد ہو گا: ''اے محمد اپنا سر اٹھائیں اور سوال کیجئے' آپ کو عطا کیا جائے گا' سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذْنِهِۦ ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ﴾ [البقرة : ٢٥٥]

''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے' وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔'' (البقرہ:255)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كُنْتُ شَفِيعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جو مجھ پر درود پڑھتا ہے' قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔'' (ابوداود)

یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین اپنے اپنے پیشواؤں یعنی نبیوں' ولیوں' بزرگوں' پیروں' مرشدوں وغیرہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا اثر و رسوخ رکھتے ہیں کہ اپنے مریدوں کے بارے میں جو بات چاہیں' اللہ سے منوا سکتے ہیں۔ اسی کو وہ شفاعت کہتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور یہ بات میں کچھ فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔ میں کیا کالا کیا سرخ' سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں ایک مہینہ کی مسافت کے فاصلہ سے رعب کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں۔ یعنی میرے رعب سے ملک یوں فتح ہو جاتے ہیں کہ میں ایک مہینہ کی راہ پر ہوتا ہوں اور میرا رعب اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا' مجھ سے پہلے کبھی مال غنیمت

حلال نہیں تھا' مال غنیمت کو جلا دینے کا حکم تھا۔ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے جہاں نماز کا وقت آ جاتا ہے اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کر کے نماز ادا کر لی۔ اور مجھے شفاعت دی گئی ہے' جو میں نے اپنی اُمت کے لئے چھوڑ دی ہے۔ میری اُمت میں سے جو شرک نہ کرے گا' اس کی میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے اپنے دونوں کانوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ تعالیٰ لوگوں کو (سفارش کے بعد) جہنم سے نکالے گا اور جنت میں داخل فرمائے گا۔'' (رواہ مسلم)

اس طرح کی متعدد آیات اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بعض لوگ شفاعت کریں گے لیکن یہ شفاعت وہی لوگ کر سکیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور صرف اسی بندے کے بارے میں کر سکیں گے جس کے لئے اللہ تعالیٰ اجازت دے گا اور اللہ تعالیٰ صرف اہل توحید کے بارے میں اجازت دیں گے۔ یہ شفاعت سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔

شافع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرکین کے عقیدہ شفاعت کی تردید کرتے ہوئے اس حقیقت پر زور دیا کہ جنہیں تم شفیع قرار دیتے ہو' وہ غیب کا علم نہیں رکھتے۔ سفارش دراصل اسی کی کی جا سکتی ہے جس کے حالات سے آگاہی ہو' جب حالات سے آگاہی ہی نہیں تو سفارش کا غیر مشروط اختیار کیسے مل سکتا ہے؟ اس لئے خواہ انبیاء ہوں یا صالحین ہر ایک کو شفاعت کرنے کا اختیار لازماً اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی کے حق میں شفاعت کی اجازت دے۔ بطور خود ہر کس و ناکس کی شفاعت کر دینے کا کوئی مجاز نہیں۔ جب شفاعت سننا یا نہ سننا اور اسے قبول کرنا یا نہ کرنا بالکل اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے تو ایسے بے اختیار شفیع اس قابل کب ہو سکتے ہیں کہ ان کے سامنے سر نیاز جھکایا جائے اور دست سوال دراز کیا جائے۔

باب:43

المُطَاع

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مطاع' ہے۔ جس کے معنی ہیں ایسا رسول جس کی اطاعت کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کرنے والوں کی شناخت کا یہ معیار مقرر فرمایا کہ انبیاء الٰہی کی اطاعت کرنے والے ہی اس کی اطاعت کرنے والے سمجھے جائیں گے اور اطاعت انبیاء سے گریز کرنے والے اطاعت ربانی سے گریز کرنے والے قرار دیئے جائیں گے۔ اس اصول کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں بطور قانون محکم جاری فرمادیا ہے:

﴿ وَمَآ أَرۡسَلۡنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذۡنِ ٱللَّهِۚ ﴾ [النساء : ٦٤]

''ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔'' (النساء:64)

اس اصولی حکم کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خصوصیت سے فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدۡ أَطَاعَ ٱللَّهَۖ ﴾ [النساء : ٨٠]

''جس نے اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی تو اس نے بالضرور اللہ ہی کی اطاعت کی۔'' (النساء:80)

دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهۡتَدُواْۚ ﴾ [النور : ٥٤]

''اور اگر اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت یافتہ بن جاؤ گے۔'' (النور:54)

قرآن مجید میں ﴿مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ﴾ (التکویر: 21) حضرت جبرائیل کی صفت میں فرمایا گیا ہے اور سورہ تحریم آیت نمبر 4 ﴿وَجِبْرِیلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِینَ وَالْمَلَائِکَةُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَهِیرٌ﴾ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔یعنی وہ مطاع آسمانی اور امین وحی ربانی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مددگاروں میں اسی طرح داخل ہیں جیسے دیگر ملائکہ اور جملہ مؤمنین داخل ہیں۔ ہر دو آیات نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سب سے بڑھ کر مطاع ہونا ثابت کر دیا۔لہٰذا کوئی رسول یا نبی، کوئی حامل وحی یا فرشتہ کوئی صحابی یا امام، کوئی پیرو مرشد یا شہید ایسا نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مطاع کہلانے کی جرات کر سکتا ہو یا آپ کی اطاعت کو چھوڑ کر اس کی اطاعت باعث رشد وہدایت اور قرب ربانی بن سکتی ہو۔عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مطاع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((والَّذي نَفْسي بِيَدِه، لَوْأَنَّ مُوسَىٰ كان حَيًّا، مَا وَسِعَهُ إِلَّا أن يَتْبَعَنِي)).

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔'' (رواہ مسند احمد)

محمد بدر میرٹھی لکھتے ہیں:

''رسولوں کا مطاع ہونا قرآن کے نزدیک حق رسالت ہے اور یہ ایک ایسا عام قانون ہے جس سے کبھی کوئی رسول مستثنیٰ نہیں رہا۔ہر رسول اطاعت ہی کے لئے بھیجا گیا ہے۔''

مولانا سید مودودی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ کا رسول قاضی، معلم ومربی، پیشوا، رہنما، حاکم وفرماں روا اور شارع ہوتا ہے۔''

فخر الدین رازی رحمہ اللہ قرآنی آیت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ((وَمَا اَرْسَلْنَامِنْ هَذا الجِنْس احدًا اِلَّا کَذا وَکَذا))

گروہ انبیاء میں سے ہر ایک کو مطاع بنا کر ہی بھیجا گیا ہے۔ ہر رسول ایک شریعت لے کر آتا ہے۔ وہ اپنی شریعت کے سلسلے میں مطاع ہوتا ہے اور ضروری ہے کہ اطاعت کے ساتھ اس کی اتباع بھی کی جائے۔ اگر انبیاء صرف احکام پہنچانے والے ہوتے اور لوگوں پر ان کی اتباع ضروری نہ ہوتی تو انبیاء کی اتنی اہمیت نہ ہوتی جب کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام نبی اپنے دور کے بہترین انسان ہوتے تھے۔ لیکن حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قیامت تک کے لئے مطاع بنا کر بھیجا گیا' اللہ تعالیٰ نے آپ کے اسوہ کو اسوہ حسنہ اسی لئے قرار دیا تا کہ لوگ اس کی اتباع کریں۔ مولانا محمد منظور نعمانی لکھتے ہیں:

> ''اگر مقام نبوت سمجھنے اور نبی و رسول کی معرفت حاصل کرنے کے لئے صرف قرآن کریم میں ہی تدبر کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ رسول کی حیثیت صرف ایک پیغام رساں ہی کی نہیں ہوتی بلکہ رسول امام' ہادی' قاضی' شارع' حاکم اور مطاع ہوتا ہے۔''

ہمارا ایمان ہے کہ مغفرت و نجات' قرب الٰہی اور رضوان سبحانی کا ذریعہ خالق اور مخلوق کے درمیان صرف ایک ہے' اور وہ اطاعتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اگر آج بھی کوئی شخص موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی اطاعت کا مدعی بن کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے اظہار استغناء کرے تو وہ مغفرت و نجات سے دور ہے۔

سلف صالحین کے مدارج و مناصب اس لئے دیگر لوگوں سے برتر و اعلیٰ ہیں کہ یہ بزرگوار مطاع (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت میں مستحکم اور کامل ترین تھے۔ ایسے مطاع (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسوہ اور حدیث کو چھوڑ کر جو لوگ ائمہ کے اقوال کو اپنا مسلک بنا لیتے ہیں اور تقلید کے نام پر مر مٹنے کے لئے تیار رہتے ہیں' انہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

باب: 44

المتوکل

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'المتوکل' ہے۔ جس کے معنی ہیں اللہ پر بھروسہ کرنے والا۔

عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال جو توراۃ میں مذکور ہے وہ مجھ سے بیان کریں۔ انہوں نے کہا' اچھا:

''اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات توراۃ میں وہی مذکور ہوئی ہیں جو قرآن کریم میں ہیں۔ اے پیغمبر ہم نے تجھ کو گواہ بنا کر بھیجا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور ان پڑھ لوگوں یعنی عربوں کو بچانے والا۔ تو میرا بندہ اور میرا پیغام پہنچانے والا ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ تو اکھڑ ہے نہ سخت دل' نہ بازاروں میں غل مچانے والا اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے والا بلکہ معاف کرنے اور بخش دینے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک ٹیڑھی شریعت کو اس سے سیدھا نہ کرلے یعنی لوگ لا الٰہ الا اللہ نہ کہنے لگیں اور اس کے سبب سے اندھی آنکھیں' بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھول نہ دے۔'' (صحیح البخاری' حدیث نمبر 2125)

اس حدیث میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اٹھارہ سے زائد صفات اور صفاتی نام مذکور ہیں۔ اس حدیث میں سعید بن ابی ھلال نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کے بجائے عبداللہ

بن سلام کا ذکر کیا ہے۔ جو یہودیوں کے بڑے عالم تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ممکن ہے کہ عطاء نے اس حدیث کو دونوں سے سنا ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴾ [آل عمران: ١٥٩]

''پھر جب آپ کا ارادہ پختہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کریں' بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (آل عمران:159)

سورہ الزمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے توکل کو یوں بیان فرمایا:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ ۚ قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴾ [الزمر: ٣٨]

''آپ ان سے کہئے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ مجھے کافی ہے' توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔'' (الزمر:38)

اللہ تعالیٰ نے متوکل (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انتظامی امور میں صحابہ کرام سے مشاورت کا حکم دیا لیکن اس مشاورت کا یہ مطلب نہیں کہ مشورہ دینے والوں کی عقل وفراست پر بھروسہ کیا جائے بلکہ یہ محض انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل وشعور سے نوازا' اب اگر وہ اس سے کام لیتے ہوئے باہمی مشورہ کے بعد اللہ پر توکل کرتے ہوئے کوئی کام کر گزرتا ہے اور نتائج اللہ کے حوالے کر دیتا ہے تو یہی منشاء ربانی ہے۔ المتوکل (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوہ ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے کہ آپ نے دنیاوی وسائل کے ساتھ ساتھ ہر کام اللہ کے پر بھروسے پر کیا۔

باب:45

قُثَم

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'قُثَـــم' ہے۔ جس کے معنی ہیں: بہترین تخلیق شدہ۔ ایسا شخص جو جامع خوبیوں کا مالک ہو۔

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قثم کے معانی ہیں بہترین تخلیق شدہ۔ قثم کے ایک معانی تمام خوبیوں کا جامع اور کامل انسان کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح قثم ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں جس میں بھلائی کی تمام اقسام جمع کر دی گئی ہوں۔ قثـــم کے ایک دوسرے معانی یہ ہیں کہ ایسا شخص جو عطاء و بخشش میں دوسروں سے بڑھ کر ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَتَانِي مَلَکٌ ، فَقَالَ : أَنتَ قُثَمُ وَ خَلْقُکَ قَيِّم))

''میرے پاس ایک فرشتہ آیا' اس نے کہا: اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قثم ہیں اور آپ کی تخلیق بہترین ہے۔'' (النھایہ فی غریب الحدیث جلد 4 صفحہ:16)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

((أَنتَ قُثَمُ، أَنْتَ الْمُقَفِّي، أَنْتَ الحَاشِرُ،)) هَذِه اسماء للنبی صلی الله علیه وسلم.

''آپ قثـــم ہیں' آپ مقفی ہیں اور آپ حاشر ہیں۔'' اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں سے ہیں۔ (النھایہ فی غریب الحدیث جلد 4 صفحہ:16)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر اور رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ میں

وہ تمام صفات جمع کر دی تھیں جو الگ الگ کسی بھی نبی، رسول اور عام انسان میں ہو سکتی تھیں۔اس لئے فرشتے نے جب آپ سے کلام کیا تو آپ کی صفت قثم بیان فرمائی۔ یہ ایک ایسا جامع لفظ تھا جو کسی دوسرے کے لئے نہیں بولا جا سکتا تھا۔سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان تمام خوبیوں کے مالک تھے۔عفو و درگذر کی مثالیں بے شمار ہیں تو شجاعت و بہادری کی مثالیں ان سے بھی زیادہ۔صلح ہو یا جنگ، آپ کی عطا کے پیمانے بے حد وحساب وسیع ہیں۔آپ کی سیرت سے چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

محبت کے بارے میں فرمایا:

''ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''(صحیح بخاری عن ابی موسیٰ)

جود وسخا کا یہ عالم ملاحظہ کیجئے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے آپ سے کسی چیز کا سوال کیا ہو اور آپ نے اس کے جواب میں 'لا' فرمایا ہو۔''

عدل وانصاف: آپ کے عدل وانصاف کی تعریف آپ کے دشمن بھی کرتے تھے۔ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ بعثت سے قبل بھی لوگ اپنے مقدمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیصلے کے لئے لایا کرتے تھے۔(الشفا/ قاضی عیاض)

حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر یہی تو کہا گیا تھا:''لو محمد آ گئے۔ان کے فیصلے پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔'' شجاعت کا یہ عالم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا، اس وقت ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے آگے دشمن کی جانب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے تھے۔

تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ بنو قریظہ کی جانب تشریف لے گئے تو اس روز آپ حمار پر سوار تھے جس کی باگ کھجور کے پٹھے کی رسی سے بنی ہوئی تھی اور اس کی پشت پر صرف کھجور کی چٹائی پڑی ہوئی تھی۔اور ایسی بے شمار صفات کی بنا پر آپ کو قثم کہا گیا۔

باب:46

مُشَفَّع

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مشفع' ہے۔جس کے معنی ہیں' وہ ذات جس کی شفاعت قبول کر لی جائے گی۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ' وَأَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ' وَ أَوَّل شَافِعٍ وَ مُشَفَّعٍ بِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ تَحْتَ لِوَائِي آدَمُ فَمَنْ دُونَهُ))

''میں قیامت کے روز اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں' میں پہلا شخص ہوں گا جو قبر سے اٹھے گا اور میں پہلا ہوں گا جو شفاعت کرے گا اور جس کی شفاعت قبول کی جائے گی' میرے ہاتھ میں الحمد کا جھنڈا ہوگا جس کے تحت تمام بنی نوع انسان ہوں گے۔'' (طبرانی)

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَـا قَـائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَلَا فَخْرَ' وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا فَخْرَ' وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَ مُشَفَّعٍ وَلَا فَخْرَ))

''میں رسولوں کا قائد ہوں گا اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں' اور میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں' اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں گا اور میری شفاعت قبول کی جائے گی اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں۔'' (اسے طبرانی نے اوسط میں

روایت کیا ہے)

شفاعت دو اصولوں پر مبنی ہے۔

1. ﴿مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ﴾ جسے اللہ اذن دے۔

2. ﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ جو ٹھیک بات بیان کرے۔

افراط وتفریط سے منزہ یہ دونوں اصول شفاعت کو معقول اور قابل تسلیم بنا دینے والے ہیں۔ انہی اصولوں کے مطابق مشفع (صلی اللہ علیہ وسلم) شفاعت عظمیٰ پر فائز ہوں گے۔ آپ مقام محمود پر تشریف لے جائیں گے اور سجدے میں گر کر اللہ تعالیٰ کی طویل حمد وثناء بیان کریں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اپنی حمد وثناء کے وہ کلمے آپ کے دل میں ڈال دیں گے جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتائے' پھر ارشاد ہوگا:

''اے محمد اپنا سر اٹھائیں اور سوال کیجئے' آپ کو عطا کیا جائے گا' سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سفارش قبول کی جائے گی لیکن دوسرے اصول کو دیکھئے' ﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ ''جو ٹھیک بات بیان کرے''۔ یہ ایسی شرط ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی انحراف نہیں کریں گے۔

مشفع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشرکین کے عقیدہ شفاعت کی تردید کرتے ہوئے اس حقیقت پر زور دیا کہ جنہیں تم شفیع قرار دیتے ہو' وہ غیب کا علم نہیں رکھتے۔ سفارش دراصل اسی کی کی جا سکتی ہے جس کے حالات سے آگاہی ہو' جب حالات سے آگاہی ہی نہیں تو سفارش کا غیر مشروط اختیار کیسے مل سکتا ہے؟ اس لئے خواہ انبیاء ہوں یا صالحین ہر ایک کو شفاعت کرنے کا اختیار لازماً اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی کے حق میں شفاعت کی اجازت دے۔ بطور خود ہر کس وناکس کی شفاعت کر دینے کا کوئی مجاز نہیں۔ جب شفاعت سننا یا نہ سننا اور

اسے قبول کرنا یا نہ کرنا بالکل اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے تو ایسے بے اختیار شفیع اس قابل کب ہو سکتے ہیں کہ ان کے سامنے سر نیاز جھکایا جائے اور دست سوال دراز کیا جائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡۖ ﴾[البقرة : ٢٥٥]

''کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے' وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے۔'' (البقرہ:255)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

((مَنْ صَلَّى عَلَيَّ كُنْتُ شَفِيْعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''جو مجھ پر درود پڑھتا ہے' قیامت کے دن میں اس کا شفیع ہوں گا۔'' (ابوداود)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور یہ بات میں کچھ فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔ میں کیا کالا کیا سرخ' سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور میں ایک مہینہ کی مسافت کے فاصلہ سے رعب کے ساتھ مدد دیا گیا ہوں۔ یعنی میرے رعب سے ملک یوں فتح ہو جاتے ہیں کہ میں ایک مہینہ کی راہ پر ہوتا ہوں اور میرا رعب اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا' مجھ سے پہلے کبھی مال غنیمت حلال نہیں تھا' مال غنیمت کو جلا دینے کا حکم تھا۔ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے جہاں نماز کا وقت آ جاتا ہے اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کر کے نماز ادا کر لی۔ اور مجھے شفاعت دی گئی ہے' جو میں نے اپنی اُمت کے لئے چھوڑ دی ہے۔ میری اُمت میں سے جو شرک نہ کرے گا' اس کی میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔ (تفسیر ابن کثیر)

باب: 47

خیر البشر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'خیر البشر' ہے۔ بشر کے معنی ہیں آدمی اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان میں ہر لحاظ سے بہترین انسان ہیں' اس لئے آپ خیر البشر کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ إِنَّمَآ أَنَا۠ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰٓ إِلَىَّ أَنَّمَآ إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَٰحِدٌ ﴾ [الکھف : ۱۱۰]

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ (ہاں) میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔'' (الکھف:110)

خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام بنی نوع انسان کے مقابلے میں بہت سی ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جن میں آپ کا کوئی ہمسر نہیں' جیسے رسالت ونبوت کا ملنا اور وحی کا نازل ہونا وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے خیر البشر کو حکم دیا:

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّى هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا ﴾ [بنی اسرائیل : ۹۳]

''آپ (انہیں) جواب دے دیں کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔'' (بنی اسرائیل:93)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر کھانا کھائے اگلے روز کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا تو ایک صحابی نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ تو روزہ رکھتے ہیں' تو خیر البشر نے فرمایا:

((وأَيُّكُمْ مِثْلِي؟ إِنِّي أَبِيتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَ يَسْقِينِ))

''تم میں سے کون میرے جیسا ہے؟ بے شک میرا رب مجھے رات کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔'' (صحیح البخاری:1965)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَمَا وَاللّٰهِ إِنِّی لأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَ أَتْقَاكُمْ لَهُ))

''اللہ کی قسم! میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور تقویٰ اختیار کرنے والا ہوں۔'' (صحیح بخاری:5063)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام انسانوں کی طرح زندگی گزارتے تھے۔ چلتے پھرتے' آپ کھانا کھاتے' مشقت کے کام کرتے' بیمار ہوتے اور آرام فرماتے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپ کو بعض ایسی فضیلتوں سے نواز رکھا تھا جن کا دوسرے انسانوں میں پایا جانا ممکن نہیں۔

خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بشریت پر کفار کی طرف سے تمام تر سوالوں کا جواب دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ کفار مکہ صرف آپ کے بشر ہونے پر اعتراض نہیں کر رہے بلکہ ہماری سنت پر اعتراض کر رہے ہیں اور ہماری سنت یہ ہے کہ ہم ہر قوم میں انہی میں سے ایک بشر کو پیغمبر کے مرتبہ پر فائز کرتے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ آپ سے پہلے رسولوں پر بھی یہی اعتراض کیا گیا کہ ہمارے لئے بشر کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر بنایا۔ نوع بشر کے لئے خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رسول بنانے میں حکمتِ الٰہی یہ ہے کہ وہ اپنے اسوہ سے انسانوں کے لئے بہترین نمونہ بنیں۔ ایسے خیر البشر کی توقیر وناموس کی حفاظت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ جو عمل خیر البشر کے عمل کے مطابق ہوگا' قابل قبول ہوگا اور جو اس کے سوا ہوگا' وہ ضائع شدہ عمل قرار پائے گا۔

باب:48

افضل الأنبیاء

(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی افضل الانبیاء ہے۔ جس کے معنی ہیں تمام انبیاء سے افضل و برتر اور زیادہ فضیلت دیئے گئے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ: أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ، وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْمَغَانِمُ، وَ جُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَهُورًا وَ مَسْجِدًا، وَ أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً، وَ خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ))

''مجھے انبیاء کے مقابلے میں چھ فضیلتیں عطا کی گئیں ہیں: مجھے جامع کلمے عطا کئے گئے اور میری (دشمن پر) رعب سے مدد کی گئی، اور میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا، اور میرے لئے روئے زمین کو پاک کرنے والی بنا دیا گیا اور مسجد بنا دی گئی اور مجھے تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور میرے ساتھ ہی سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا۔'' (صحیح مسلم:1167)

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أُعْطِيتُ خَمْسًا لَمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ قَبْلِي: كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَىٰ قَوْمِهِ خَاصَّةً، وَ بُعِثْتُ إِلَىٰ كُلِّ أَحْمَرَ وَ أَسْوَدَ، وَ أُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ، وَ لَمْ تُحَلَّ لِأَحَدٍ قَبْلِي، وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ طَيِّبَةً طَهُورًا وَمَسْجِدًا، فَأَيُّمَا رَجُلٍ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ صَلَّىٰ حَيْثُ كَانَ، وَ نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ، وَ أُعْطِيتُ

الشَّفَاعَةَ))

''مجھے پانچ ایسی فضیلتیں عطا کی گئیں جو اس سے پہلے کسی کو نہیں دی گئی تھیں: تمام انبیاء خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیے گئے' جب کہ میں تمام سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں' میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا' جب کہ مجھ سے پہلے یہ کسی کے لئے حلال نہ تھا۔ میرے لئے پوری روئے زمین کو پاک کرنے والی بنا دیا گیا اور اسے مسجد کا درجہ دے دیا گیا' جس شخص کے لئے جہاں نماز کا وقت ہو گیا اسی جگہ نماز ادا کر لی۔ اور مجھے ایک مہینہ کی مسافت سے دشمن پر رعب سے مدد دی گئی اور مجھے شفاعت عطا کی گئی۔'' (صحیح مسلم:1163)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فُضِّلْتُ علی النَّاس بثلاث: جُعِلَتِ الأرضُ کلُّها لنا مسجداً، و جُعِلَت تُرْبَتُها لنا طَهُوراً، وجُعِلَتْ صُفُوفُنا کصُفُوف الملائکة ، و أُوتِيتُ هؤلاء الآیات ، من آخر سورة البقرة من کنزٍ تحت العرش))

''مجھے لوگوں پر تین طرح سے فضیلت عطا کی گئی: میرے لئے تمام روئے زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس کی مٹی پاک کرنے والی بنا دی گئی' ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح بنا دی گئیں' اور مجھے سورہ البقرہ کی آخری آیات ایک خزانے سے عطا کی گئیں جو عرش الٰہی کے نیچے ہے۔'' (طبرانی)

اسی طرح کی کئی ایک احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو ایسی فضیلتیں عطا کی گئی تھیں جو کسی دوسرے رسول یا نبی کو عطا نہیں کی گئیں تھیں' اس لئے آپ افضل الانبیاء کہلائے۔

باب:49

رسول کریم

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'رسول کریم' ہے۔ کریم کے معنی ہیں مہربانی کرنے والا اور رسول کریم کے معنی ہوئے مہربانی کرنے والا رسول' ایسا رسول جس سے بے پناہ حسن سلوک کی توقع کی جا سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَّا تُؤْمِنُونَ ﴾
[الحاقة : ٤٠-٤١]

''یہ ایک رسول کریم کا قول ہے' کسی شاعر کا قول نہیں ہے تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔'' (الحاقہ:40-41)

اس آیت کریمہ میں رسول کریم سے مراد حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو رسول کریم کا قول کہنے کے بعد فرمایا کہ یہ کسی شاعر یا کاہن کا قول نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ کفارِ مکہ جبرائیل کو نہیں بلکہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شاعر اور کاہن کہتے تھے۔

سورہ التکویر میں رسول کریم سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اس آیت میں جبرائیل کی صفات بیان ہوئیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وہ رسول بڑی قوت والا ہے' صاحب عرش کے ہاں بلند مرتبہ رکھتا ہے' اس کی بات تسلیم کی جاتی ہے' وہ امانت دار ہے اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو روشن اُفق پر دیکھا ہے۔

اہل مکہ قرآن کریم کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سن رہے تھے اور آپ جبرائیل کی زبان سے سن رہے تھے' اس لئے ایک لحاظ سے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تھا اور دوسرے لحاظ

سے جبرائیل علیہ السلام کا قول لیکن آگے چل کر یہ بات واضح کر دی گئی کہ فی الاصل یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے اور لوگوں کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ کلام اہل مکہ کے سامنے ایک ایسا شخص پیش کر رہا تھا' جو کریم تھا۔ اہل مکہ آپ کی مہربانیوں' ہمدردیوں اور حسن سلوک کے معترف تھے۔ انہوں نے آپ کو از خود امین اور صادق کا لقب عطا کیا۔ اسی لئے اس رسول کریم نے ہر مقام پر اپنے تعارف کے لئے اپنے کردار کو عوام کے سامنے رکھا۔ رسول کریم نے زندگی کے چالیس سال اس طرح گزارے کہ آپ کے کردار پر کہیں انگلی نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ تبلیغ کا یہ ایسا شاندار انداز تھا جو ہر ذی شعور کی سمجھ میں آتا تھا۔

صحابہ کرام اپنی لغزشوں اور بشری کمزوریوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے لئے بخشش کی درخواست کرتے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَّلَمُوٓا أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴾ [النساء : ٦٤]

''جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر یہ تیرے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش چاہے تب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' (النساء:64)

جب تک رسول کریم اس دنیا میں موجود تھے' صحابہ کرام آپ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ سے دعا کے لئے درخواست کرتے۔ رسول کریم ان کے حق میں دعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا۔ آپ کے بعد اب اُمت کے لئے یہی طریقہ رہ گیا ہے کہ رسول کریم پر درود شریف بھیج کر اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کی درخواست کی جائے۔ اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ دعا کے شروع اور آخر میں درود شریف پڑھنے پر کیونکر زور دیا جاتا ہے۔

باب:50

المقفی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مقفی ' ہے۔جس کے معنی ہیں جس کا ہر اوّل و آخر متبع ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو انہیں یاد رہے' ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔آپ نے فرمایا:

''میں 'محمد' ہوں' میں 'احمد' ہوں' میں 'حاشر' ہوں' میں 'مقفی ' ہوں' میں 'نبی الرحمۃ' ہوں' میں 'نبی التوبہ' ہوں' میں 'نبی الملحمہ ' ہوں۔''(رواہ مسلم)

''بے شک تمام انبیاء آپ کے تبع ہیں اور ہر چیز آپ کے تبع ہے' یہاں تک کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔''(الصفتہ الصفوۃ)

مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سب سے نمایاں صفت یہ ہے کہ آپ آخری رسول و نبی ہیں۔آپ کے بعد الہامی کتب کے نزول اور بعثتِ انبیاء کا سلسلہ ختم ہو گیا' یوں آپ مقفی ٹھہرے۔اللہ تعالیٰ نے دوٹوک الفاظ میں فرمادیا:

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾

[المائدة : ٣]

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر مکمل کر دیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔''(المائدہ:3)

یہ قرآن کریم کی نازل ہونے والی آخری آیت ہے۔اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے

مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کے مکمل ہونے اور نعمت کے تمام ہونے کا اعلان کیا۔ دین اسلام کے تمام احکام ایک ہی محور سے وابستہ ہیں۔ خواہ ان احکام کا تعلق اعتقاد سے ہو یا حلال وحرام سے' اجتماعی تنظیمات سے ہو یا بین الاقوامی معاملات سے' غرض اسلام نے زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں مکمل ہدایات دی ہیں اور ان سب کا مجموعہ اس منہاج کی تشکیل کرتا ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پسند فرمایا ہے۔

مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر دین مکمل ہوا ہے تو دین پر عمل کرنے کا طریقہ بھی آپ سے ہی سیکھنا ہوگا۔ مقفی ہی سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ قرآن کریم کی تشریح کریں اور ان کی تشریح کو اوّل و آخر تسلیم کیا جائے۔ آپ کے علاوہ کسی کی اتباع باعث نجات نہیں ہو سکتی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کا ایک ورق مقفی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پڑھا تو آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو حضرت عمر سے فرمایا کہ اے عمر! آپ دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت کیا ہو رہی ہے۔ تو انہوں نے وہ ورق پڑھنا چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''اے عمر! اگر یہ صاحبِ کتاب بھی زندہ ہو کر آ جائے تو اسے میری ہی سنت پر عمل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوگا۔''

مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھ کی برابر والی دو انگلیاں دکھاتے ہوئے فرمایا:

> ''جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز نہیں' اسی طرح میری رسالت اور قیامت کے درمیان کوئی چیز نہیں۔''

قرآن وحدیث میں آپ کے خاتم النبین اور خاتم الرسل ہونے کا ذکر اس کثرت سے آیا ہے کہ صحابہ کرام' ائمہ دین اور علماء امت میں اس سلسلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی مقفی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوت کا دروازہ اس طرح بند کر دیا ہے کہ کوئی

اس میں داخل نہیں ہو سکتا اور جس کسی نے کوشش کی' وہ کذاب ہی ٹھہرا۔

اُمت مسلمہ پر مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بہت سے حقوق ہیں۔ان حقوق میں سے سب سے اہم حق یہ ہے کہ ختم نبوت کا تحفظ کیا جائے۔آپ کی نبوت و رسالت میں جو داخل ہونے کی کوشش کرے یا اس کو جھٹلائے' اس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے۔یہ مقابلہ صرف دعوائے نبوت کے بارے میں ہی نہیں ہونا چاہیے بلکہ آپ کے احکام وارشادات میں مداخلت کرنے والے سے بھی اسی طرح نمٹا جائے جس طرح تحفظ ختم نبوت کے معاملے میں سختی کی جاتی ہے۔مقفی کی شریعت کامل واکمل ہے۔اس کے مقابلے میں کسی دوسرے کا حکم' فتویٰ یا رائے برداشت نہ کی جائے۔مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) محسن انسانیت ہیں۔آپ کا اُمت پر ایک عظیم احسان یہ ہے کہ آپ نے کوئی عمل ایسا نہیں چھوڑا جس میں نیکی کا پہلو نکلتا ہو' اور آپ نے اس کے بارے میں اطلاع نہ دے دی ہو۔اسی طرح برائی کا کوئی ایسا عمل نہیں ہے جس کے بارے میں آپ نے خبردار نہ کر دیا ہو۔

آپ کے بیان کردہ اصول وضوابط ہمہ گیر اور ناقابل تغیر وتبدل ہیں جن سے چودہ سو سال سے بنی نوع انسان مستفید ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔مقفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین تمام ادیان سے کامل' افضل اور بزرگ و برتر ہے۔یہ دین ایسے محاسن وکمالات کا مجموعہ' عدل وانصاف اور اصلاح معاشرہ کے ایسے اصولوں پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ کے مختار کل ہونے اور اس کے وسیع تر علم وحکمت کی گواہی دیتا ہے۔

کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے ایسے مقفی کا اُمتی ہونے کا شرف عطا فرمایا اور وہ اس کی اطاعت سے باہر رہ کر کج بحثی میں پڑتے ہیں۔دین اسلام کی معروف طریقوں کو چھوڑ کر تشریح کرتے ہیں اور پھر دعویٰ ہے کہ وہی اسلام کو ٹھیک سمجھنے والے ہیں!

باب:51

مبین

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مبین' ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں ظاہر' صاف' کھلا ہوا' آشکارا' بیان کیا گیا یا بیان کرنے والا وغیرہ۔

بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی دین کو سب سے بہتر انداز میں واضح کرنے والے ہیں۔ آپ کا مبین ہونا بالکل ظاہر اور عیاں تھا۔ آپ کی نبوت سے پہلے اور بعد کی زندگی صاف شہادت دے رہی تھی کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَنَّىٰ لَهُمُ ٱلذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ ﴾ [الدخان : ١٣]

''ان کے لئے نصیحت کہاں ہے؟ اور بے شک ان کے پاس رسول مبین آ گیا۔''
(الدخان:13)

رسول مبین کے دو اصطلاحی معنی ہیں: ایک تو یہ کہ آپ کی سیرت' اخلاق و کردار اور کارناموں سے آپ کا رسول ہونا بالکل عیاں ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھول کھول کر اللہ تعالیٰ کے احکام سنانے والے ہیں اور اس کام میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

مبین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مکی زندگی مشرکین کے سامنے تھی' وہ آپ کو امین اور صادق کہتے اور دل سے یقین رکھتے تھے کہ آپ معاشرتی برائیوں سے بالکل پاک صاف ہیں۔ آپ کا کردار ان کے سامنے روز روشن کی طرح واضح تھا۔ آپ کی معاملہ فہمی' صلہ رحمی' غریبوں' مسکینوں اور بیواؤں کی حاجت روائی کرنا ان کے سامنے تھی۔ اسی لئے جب مبین (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول بنایا ہے' تو وہ فوراً ایمان

لے آئے۔ وہ آپ کے اخلاق و کردار سے اچھی طرح واقف تھے۔ اہل مکہ میں سے بہت سے صحابہ کرام آپ کے اخلاق و کردار کو دیکھتے ہوئے ایمان لائے۔ وہ جانتے تھے کہ جو شخص غریبوں، مسکینوں، بے کسوں اور غلاموں کے ساتھ دھوکہ نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے جھوٹ بول سکتا ہے! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مبین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ وہ ہمارے پیغام کو عام کریں:

﴿ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ ٱلرُّسُلِ وَمَآ أَدْرِى مَا يُفْعَلُ بِى وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰٓ إِلَىَّ وَمَآ أَنَا۠ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴾ [الأحقاف : ٩]

''آپ کہہ دیجئے! کہ میں کوئی انوکھا رسول تو نہیں ہوں، میں نہیں جانتا کہ کل تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور میرے ساتھ کیا، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے اور میں ایک صاف صاف خبردار کر دینے والے کے سوا اور کچھ نہیں ہوں۔'' (الاحقاف:9)

مشرکین مکہ ابراہیم علیہ السلام کو رسول سمجھتے اور اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی کا پیروکار کہتے تھے۔ اسی لئے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مبین (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ وہ اہل مکہ پر واضح کر دیں کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں، بلکہ جس طرح ابراہیم (علیہ السلام) اللہ کے رسول تھے، ویسا ہی میں بھی رسول ہوں۔ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ میں مکے میں ہی رہوں گا یا یہاں سے نکال دیا جاؤں گا، مجھے موت طبعی آئے گی یا تمہارے ہاتھوں میرا قتل ہوگا؟ تم جلد ہی سزا سے دوچار ہو جاؤ گے یا تمہیں لمبی مہلت دی جائے گی۔ ان تمام باتوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ جس معاملے کے متعلق وحی سے مجھے علم نہ ہو خواہ وہ میری ذات سے متعلق ہو یا اُمت کے مؤمن اور کافر لوگوں سے اور خواہ وہ معاملہ دنیا کا ہو یا آخرت کا، اس کی مجھے کچھ خبر نہیں۔ مجھے جس بات کا علم ہے وہ یہ ہے کہ میں صرف اس کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میرا منصب یہ ہے کہ میں تمہارے لئے ڈرانے والا مبین ہوں۔

باب:52

مطیع
(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مطیع' ہے۔ جس کے معنی ہیں اطاعت کرنے والا۔ حکم بجا لانے والا۔ فرماں بردار' تابع' ماتحت۔ انشراح صدر اور نشاط قلب سے عمل کرنے والے کو مطیع کہتے ہیں۔

ہر رسول اللہ تعالیٰ کا مطیع ہوتا ہے اور اللہ کے حکم سے اس کی شریعت اپنی اُمت تک پہنچاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بجا طور پر اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی ان الفاظ میں دی:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ ٱلْهَوَىٰٓ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْىٌ يُوحَىٰ ﴾ [النجم : ٣-٤]

''اور نہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''
(النجم:3,4)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر اعلان فرمایا کہ ہمارا رسول ہماری اجازت کے بغیر کوئی بات اپنی زبان پر نہیں لاتا۔ مزاح اور خوش طبعی کے موقعوں پر بھی آپ کی زبان مبارک سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا۔ (ترمذی ابواب البر) اسی طرح حالت غضب میں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جذبات پر اتنا کنٹرول تھا کہ آپ کی زبان سے کوئی بات خلاف واقعہ نہ نکلتی۔ (سنن ابی داود' کتاب العلم)

مطیع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بندگی و فرماں برداری کو اپنے لئے باعث برتری و تفوق قرار دیا ہے۔ بے شک یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جس کا انبیاء علیہم السلام میں عموماً اور امام الانبیاء

سرور عالم مطیع (صلی اللہ علیہ وسلم) میں خصوصاً اس کا ظہور ہوتا تھا۔ اسی لئے مطیع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

((إِنِّی رَسُولُ اللّٰهِ وَ لَسْتُ اَعْصِيه وَ هُوْ نَاصِرِی))

''میں اللہ کا رسول ہوں' میں اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا۔ اور وہی میرا مددگار بھی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تشریعی نہایت واضح الفاظ میں بیان فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ [النساء : ٦٤]

''ہم نے ہر رسول کو صرف اسی لئے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی فرمانبرداری کی جائے۔'' (النساء:64)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی شان بلند کی اور فرمایا:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ [النساء : ٨٠]

''رسول کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے۔'' (النساء:80)

﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ ٱللَّهَ فَٱتَّبِعُونِى يُحْبِبْكُمُ ٱللَّهُ ﴾ [آل عمران : ٣١]

''کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو' پھر خود اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔'' (آل عمران:31)

اللہ تعالیٰ کے ان فرامین سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس قدر مطیع تھے کہ آپ کے ہر عمل کو اہل ارض کے لئے اسوہ حسنہ قرار دے دیا۔

باب:53

نبی الملحمہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'نبی الملحمہ' ہے۔ ملحمہ کے معنی ہیں سخت قتال والی لڑائی۔ نبی الملحمہ کے معنی ہوئے وہ نبی جو بھرپور طریقے سے جہاد و قتال کرے گا۔ ملحمہ کے ایک دوسرے معنی فتنہ کے زمانے میں بڑا واقعہ ہونا بھی ہیں۔

لسان العرب میں نبی الملحمہ کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں۔ ایک نبی القتال' جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((بُعِثْتُ بِالسَّيْفِ))

''میں تلوار کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں۔ (لسان العرب)

دوسرے معنی ہیں: ((نبی الصلح)) ایسا نبی جو اُمت کے معاملات کو صلح کے ذریعے درست کرتا ہو۔ (لسان العرب)

نبی الملحمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہجرت کے بعد یہودیوں سے صلح کا معاہدہ کیا۔ غزوہ بدر میں جنگی قیدیوں کے ساتھ معاہدہ کیا اور اُمت مسلمہ کو فائدہ پہنچایا۔ اسی طرح حدیبیہ کے مقام پر مشرکین مکہ سے صلح کا معاہدہ کیا۔ فتح خیبر کے بعد خیبر والوں سے معاہدہ کیا اور فدیہ لے کر علاقہ ان کے ہی قبضہ میں رہنے دیا۔

نبی الملحمہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد کفار کے خلاف مسلسل جہاد کیا' جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنا تھا' اس لئے آپ نبی الملحمہ کہلائے۔ قرآن مجید میں جہاد کے لئے قتال فی سبیل اللہ کا حکم نازل ہوا:

﴿ وَقَٰتِلُواْ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱلَّذِينَ يُقَٰتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ

ٱلْمُعْتَدِينَ﴾ [البقرة: ١٩٠]

''اللہ کی راہ میں ان سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے آگے نہ بڑھو' یقیناً اللہ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (البقرہ: 190)

سورہ التوبہ میں فرمایا:

﴿قَٰتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ ٱللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ﴾ [التوبة: ١٤]

''ان سے لڑو' اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دلوائے گا اور انہیں ذلیل ورسوا کرے گا اور ان کے مقابلہ میں تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔'' (التوبہ: 14)

سنن ابوداود میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو انہیں یاد رہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ فرمایا:

''میں 'محمد' ہوں' میں 'احمد' ہوں' میں 'حاشر' ہوں' میں 'نبی الرحمۃ' ہوں' میں 'نبی التوبہ' ہوں' میں 'نبی الملحمہ' ہوں۔'' (ابوداود)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مشرکوں کے ساتھ اپنے مالوں' اپنی جانوں اور اپنی زبانوں سے جہاد کرو۔'' (ابوداود)

مزید فرمایا: ((وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي)) ''اللہ تعالیٰ نے میرا رزق نیزے کی نوک کے نیچے رکھا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''میرے اور قیامت کے درمیان تلوار لٹکا دی گئی ہے۔''

یعنی جہاد فی سبیل اللہ فرض کر دیا گیا ہے اور یہ حکم قیامت تک باقی رہے گا۔ اُمت مسلمہ پر یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے ہر وقت جہاد کے لئے تیاری کرے اور اگر قتال کی نوبت آ جائے تو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔

باب:54

الأكرم

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'الاکرم' ہے۔ جس کے معنی ہیں زیادہ عزت دیا گیا' انتہائی قابل عزت واحترام' معظم اور معزز وغیرہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں سب سے زیادہ عزت دیئے گئے' اس لئے آپ اکرم ہیں۔

یوں تو تمام انبیاء کی ساری جماعت ہی مکرم ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم کی جو فضیلت عطا فرمائی گئی' اس کا تذکرہ جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اَنَا اَكْرَمُ الْاَوَّلِينَ وَ اَكْرَمُ الْاٰخِرِينَ))

''میں اپنے سے تمام پہلوں اور پچھلوں میں بزرگ ترین ہوں۔''

کائنات میں جس ہستی سے سب سے زیادہ پیار کیا گیا اور محترم جانا گیا' وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ اسی ذات بابرکات نے فرمایا:

((مَنْ اَحَبَّ شَيْئًا اَكْثَرَ ذِكْرَهُ))

''جس کسی کو کوئی چیز پیاری ہوتی ہے' وہ اس کا ذکر اکثر کرتا ہے۔''

((اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ)) ''میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں۔''

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''عالم کائنات کا سب سے بڑا مقدم فرض اور سب سے زیادہ مقدس خدمت یہ ہے کہ

نفوس انسانی کی اخلاقی تعلیم و تربیت کی اصلاح و تکمیل کی جائے۔'' (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد اول صفحہ 1)

انسانی معراج و برتری کے اس آفاقی اصول کو پیش نظر رکھا جائے تو انبیاء و رسل کا مقام و مرتبہ بلاشبہ بلند ترین ہے کیونکہ اس پہلو سے ان کی خدمات کا موازنہ عام انسانوں سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان نفوس قدسیہ کا ایک ایک لمحہ نوع انسانی کی اخلاقی تعلیم و تربیت کی اصلاح کے لئے جدوجہد کرتے ہوئے گزرا ہے۔ جب انہوں نے انسانیت کے لئے مقدس ترین خدمات انجام دیں تو ان پر یہ احسان نہیں بلکہ ان کا استحقاق ہے کہ ان کے حقوق کا درجہ بھی عام انسانوں کے حقوق سے برتر ہو۔ بلاشبہ وہ محسن انسانیت ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے محسن اعظم ہیں۔ الاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنی نوع انسان کو ایسے گوہر عطا کئے کہ وہ مالا مال ہو گئے۔ انہی گوہروں میں سے چند ایک ملاحظہ فرمائیں:

☆ خبردار بدگمانی کو عادت نہ بنانا' بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔ ☆ لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کان تک پہنچنے دینا۔ ☆ آگے بڑھنے کے لئے مت جھگڑنا۔ ☆ باہمی حسد نہ کرنا' باہمی بغض نہ رکھنا۔ ☆ کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا۔ ☆ اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا جیسا کہ تم کو اللہ نے حکم دیا۔ ☆ مسلم مسلم کا بھائی ہے بھائی پر نہ کوئی ظلم کرے' نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے۔ ☆ کسی انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کو حقیر سمجھا کرے۔ ☆ مسلم کا مال' خون' عزت دوسرے مسلم پر بالکل حرام ہے۔ ☆ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا' وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ ☆ الاکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ یہاں ہے۔ تقویٰ یہاں ہے۔ ☆ خبردار ایک کی خرید پر دوسرا شخص خریدار نہ بنے۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بنو۔ ☆ مسلم پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔

باب:55

المُذَکَّر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مذکر' ہے۔ جس کے معنی ہیں' ذکر کیا گیا' تذکرہ کیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ [الشرح : ٤] ''ہم نے تیرے ذکر کو رفعت عطا کی۔''

اس آیت کی تفسیر حدیث قدسی میں یوں ہے:

جہاں اللہ تعالیٰ کا نام آتا ہے' وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بھی اکثر آتا ہے۔ اذان' تکبیر' تشہد' خطبہ' نماز غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ ساتھ بے شمار مقامات پر آتا ہے۔

بغوی نے باسناد ثعلبی ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ﴿ورفعنا لک ذکرک ﴾ کی حقیقت دریافت کی' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتلایا: ((إِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِي)) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس ارشاد الٰہی میں اذان و اقامت' تشہد اور خطبہ مراد ہیں۔ یعنی یہ اعلان صرف آپ کے نام کا ہی اعلان نہیں بلکہ آپ کے کام اور پیغام کا بھی اعلان ہے۔

بائیبل میں حضرت ابراہیم' حضرت یعقوب' حضرت موسیٰ' حضرت داوٗد' حضرت سلیمان' حضرت یسعیاہ' حضرت یرمیاہ' حضرت دانیال' حضرت خرقی ایل' حضرت حبقوق' حضرت ملاکی' حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے محامد محمدی اور نعوت احمدی کو عجیب عجیب اسالیب سے بیان فرمایا ہے اور یہ رفعت ذکر کے امر کی روشن ترین دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں برس قبل

ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آل اسمٰعیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر رکھا:

﴿ رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَـٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَـٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [البقرة : ١٢٩]

''اور اے رب' اِن لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسول بھیج' جو انہیں تیری آیات سنائے' ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کی زندگیاں سنوارے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔'' (البقرہ:129)

مذکرؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اسوہ سے بنی نوع انسان کی رہنمائی کا فریضہ ادا کر دیا۔ اس لئے ہر جگہ' ہر محفل میں آپ کا ذکر خیر ہونا ضروری ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُواْ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْـَٔاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ﴾ [الأحزاب : ٢١]

''درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے' ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کا امیدوار ہو' اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔'' (الاحزاب:21)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو زندگی گزارنے کے لئے بہترین نمونہ قرار دے کر آپ کی سیرت و کردار کا مستقل مطالعہ کا ایسا سبق دیا جس سے کوئی اعراض نہیں کر سکتا۔ اسلامی معاشرے میں جب بھی کسی کی سیرت و کردار کا ذکر آئے گا تو اس کی کامیابی اور ناکامی کا معیار مقرر کرنا ہوگا تو اسے مذکر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اسوہ کے مطابق دیکھنا ہوگا۔ آپ کی فصاحت و بلاغت' لہجے کی صداقت و دیانت' اخلاق و کردار' صلہ رحمی' معاملہ فہمی' بردباری' قوت برداشت' عدل و انصاف' پاک دامنی' قدرت پا کر درگزر اور مشکلات پر صبر ایسے اوصاف ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں اور جن کی مثالیں آپ کی زندگی میں جا بجا نظر آتی ہیں۔

باب:56

خلیل اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'خلیل اللہ' ہے۔ جس کے معنی ہیں' اللہ کے خاص دوست۔ دو صحیح احادیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کا خلیل اللہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خليلًا))

''اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔'' (بخاری: 3654)

ایک دوسری روایت میں ہے:

((لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ خَلِيلًا لَا تَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا وَّلٰكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ اللّٰهِ))

''اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو اپنا خاص دوست بناتا تو میں ابوبکر کو اپنا خاص دوست بناتا' لیکن آپ لوگوں کا یہ ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا خلیل ہے۔''
(صحیح مسلم' فضائل الصحابۃ)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے لئے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿واتبع ملة ابراهيم حنيفا﴾ ''اور ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کرو۔''

جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے

پانچ روز قبل میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((أَنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ، فَإِنَّ اللّٰهَ قَدِ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا، كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ فَإِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ)).

''میں اللہ کے سامنے اس بات سے براءت اور لاتعلقی کا اظہار کرتا ہوں کہ تم میں سے کوئی میرا خلیل ہو کیونکہ مجھے تو اللہ نے اپنا خلیل بنالیا ہے۔جس طرح اس نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تھا اور اگر مجھے اپنی اُمت میں سے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو ابوبکر کو بناتا۔ خبردار! تم سے پہلے لوگ انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے' خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنالینا۔ میں تمہیں اس طرزِ عمل سے روک رہا ہوں۔'' (مسلم: 532)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ٹھنڈا کر دیا۔ خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے جنگ کی آگ بھڑکائی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھنڈا کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ تعمیر کیا' خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کعبہ کو قبلہ بنائے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی آرزو پوری فرمائی۔ ابراہیم علیہ السلام نے لوگوں کو حج کے لئے پکارا اور خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرضیت حج کا حکم مع شرائط استطاعت سنایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی خاطر گھر بار چھوڑ کر ہجرت اختیار کی تو خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بھی اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت اختیار کی۔ غرض دادا ابراہیم خلیل الرحمٰن اور خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں بہت سی صفات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

خلیل اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دین اسلام کی تبلیغ کا کام تن تنہا شروع کیا اور کامیابی کے ساتھ منزل تک پہنچایا۔ آپ کی مسلسل جدوجہد نے اُمت کو یہ سبق دیا کہ اگر کسی مشن میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو دن کا چین اور رات کا سکون تج کرنا ہوگا۔

باب:57

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مجتبیٰ' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں منتخب کیا گیا' برگزیدہ' پسندیدہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فَاتَّبِعُوْنِی کے لئے چن لیا۔

کلمہ شہادت دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے میں ہر طاغوت کی نفی کرتے ہوئے توحید کا اقرار اور دوسرے حصے میں دنیا کے تمام رہبروں اور رہنماؤں کو چھوڑ کر اطاعت مجتبیٰ پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اس مجتبیٰ کا فرمان ہے:

((فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

''تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔''

اسلام کی حقیقت اگر کلمہ طیبہ میں سمٹ آئی ہے تو اس کے دوسرے حصے یعنی محمد رسول اللہ کی اہمیت کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے جو کلمہ کے پہلے حصے یعنی لا الٰہ الا اللہ کی صحت کی واحد ضمانت ہیں کیونکہ توحید وہی معتبر ہے جس پر پیغمبر مجتبیٰ کی مہر تصدیق ثبت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو اہل ارض تک منتقل کرنے کے لئے جسے منتخب کیا وہ محمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جن کی گواہی کو اللہ تعالیٰ نے کلمہ شہادت کا جزو بنایا۔

دین اسلام ایک ایسی عظیم امانت تھی جس کا امین دنیا کا اعلیٰ ترین' برگزیدہ اور منتخب شدہ انسان ہونا ضروری تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تا کہ آپ اس عظیم امانت کے امین ہوں۔ دنیا کی عظیم اور اکمل ترین کتاب قرآن کریم کو اہل ارض تک پہنچانے کے لئے جس فرشتے کو منتخب کیا گیا اسے بھی اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کہا اور قرآن کریم جس کے سپرد کیا گیا اسے بھی رسول کریم کہا گیا۔ وہ فرشتوں میں رسول کریم' امین اور صاحب طاقت تھے تو یہ اہل ارض کے لئے رسول کریم تھے۔

رشد و ہدایت کا پیغام پہنچانے کے لئے کسے منتخب کرنا ہے اور کیا پیغام دینا ہے' یہ فیصلہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ یہود و نصاریٰ فضول اس کج بحثی کا شکار رہے کہ رسول اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں سے کیوں نہیں آیا۔ اللہ کے انتخاب کو کوئی کیوں کر چیلنج کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اُمت کو منتخب اُمت قرار دیا اور اسے جہاد کا حکم دیا تا کہ تمام بنی نوع انسان تک مجتبیٰ کا پیغام پہنچے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَٰهِدُواْ فِي ٱللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِۦۚ هُوَ ٱجۡتَبَىٰكُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَيۡكُمۡ فِي ٱلدِّينِ مِنۡ حَرَجٖۚ ﴾ [الحج:٧٨]

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں اپنے کام کے لئے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔'' (الحج:78)

مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کے تیئس سال اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ اور آپ کے اصحاب نے دین اسلام بنی نوع انسان تک پہنچانے کے لئے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ منتخب کاموں کے لئے منتخب لوگ ہی ہوا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو منتخب کیا' بزرگی اور فضیلت عطا فرمائی اور آپ کے لئے کامل ترین دین کا انتخاب کیا۔

مجتبیٰ نے اپنے بعد یہ کام اُمت کے سپرد کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ ایک جماعت ایسی قائم رکھی جو حق و صداقت کا فریضہ قرآن و سنت کی روشنی میں انجام دیتی رہی ہے اور دیتی رہے گی۔

باب:58

اجود الناس

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'اجودالناس' ہے۔ جس کے معنی ہیں سب سے بڑھ کر سخاوت کرنے والے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخاوت کے کاموں میں سب سے سبقت لے جانے والے تھے اس لئے اجودالناس کہلائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

((كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ ، وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ ، حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ ، وَ كَانَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلام يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ ، يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم الْقُرْآنَ: فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ عَلَيه السَّلام ، كَانَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ))

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے بڑھ کر سخاوت کرنے والے تھے اور آپ کی جود وسخا رمضان المبارک میں انتہائی بلندی تک پہنچ جاتی۔ جب کہ رمضان کی ہر رات میں جبریل آپ سے ملاقات کرتے تھے اور آپ کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ چنانچہ ان ایام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیز ہوا سے بڑھ کر جود وسخا اور بھلائی کے کام کرتے تھے۔ (صحیح بخاری:1902)

صحیح بخاری کی ایک دوسری حدیث میں ہے 'حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وَسَلَمَ أَجْوَدَ النَّاسِ ، وَأَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَان حِينَ يَلْقَاهُ جبريل فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرآنَ ، فَلَرَسُولُ اللَّهِ

صلی اللّٰه علیه وَسَلَمَ أَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے' اور رمضان میں تو بہت ہی سخی رہتے تھے۔ جب آپ جبرائیل سے ملا کرتے۔ وہ رمضان کی ہر رات کو آپ سے ملتے اور قرآن کا آپ سے دور کرتے۔ غرض آپ رمضان کے دنوں میں لوگوں کو بھلائی پہنچانے میں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔'' (صحیح بخاری: 763)

اجود الناس صلی اللہ علیہ وسلم بچپن سے ہی ہر کسی کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کرنے والے تھے۔ بے سہاروں کے سہارا' دکھوں کا مداوا اور مظلوموں کی مدد کرنے والے تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد مال و دولت کی فراوانی ہوئی تو بے دریغ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے لگے۔ مفلس اور کمزور مسلمان آپ ہی کے زیر سایہ آ کر اپنے آپ کو عافیت میں سمجھتے تھے۔

معلیٰ بن زیاد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سوالی آیا۔ فرمایا: بیٹھ جاؤ' اللہ دے گا۔ پھر دوسرا آیا' پھر تیسرا آیا۔ جواد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب کو بٹھالیا۔ آپ کے پاس دینے کے لئے اس وقت کچھ نہ تھا۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے چار اوقیہ چاندی آپ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے ایک ایک اوقیہ چاندی تو ان تینوں میں تقسیم کر دی اور ایک اوقیہ کی بابت آواز لگائی مگر کوئی لینے والا نہ آیا۔ رات ہوئی تو نبی کریم کو نیند نہیں آ رہی' آپ اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں' پھر ذرا لیٹ کر اٹھتے ہیں اور نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ اُم المومنین نے پوچھا: یارسول اللہ! آج کچھ تکلیف ہے' فرمایا: نہیں۔ انہوں نے پوچھا' تب کوئی اللہ کا خاص حکم نازل ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ بے قراری ہے' فرمایا نہیں۔ اُم المومنین نے کہا' پھر آپ آرام کیوں نہیں فرماتے۔ اس وقت آپ نے وہ چاندی کا ٹکڑا جیب سے نکال کر دکھایا' فرمایا: یہ ہے جس نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مجھے ڈر لگا' مبادا یہ میرے پاس ہی ہو اور مجھے موت آ جائے۔

باب:59

مزکی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مزکی' ہے۔ جس کے معنی ہیں پاک کرنے والا' چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے معاشرے کو کفر و شرک' ظلم و ستم اور برائیوں سے پاک کرنے والے ہیں' اس لئے آپ مزکی کہلائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقریباً چار ہزار سال قبل اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا مانگی:

﴿ رَبَّنَا وَٱبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [البقرة : ١٢٩]

''اے ہمارے رب! ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک رسول بھیج' جو انہیں تیری آیات سنائے' ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ فرمائے تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے۔''(البقرہ:129)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مزکی بنا کر بھیجا۔ آپ نے انسانی معاشرے کو سب سے پہلے بڑے ظلم یعنی شرک سے پاک کرنے کا اعلان فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴾ [الأنبياء : ٢٥]

''تجھ سے پہلے ہم نے جو بھی رسول بھیجا اسے یہی وحی کی کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں لہٰذا تم سب میری ہی عبادت کرو۔''(الانبیاء:25)

مزکی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''میرا پیغام یہ ہے کہ بے شک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں۔ میرا کام اللہ کے حکم سے لوگوں کو برائی سے روکنا اور سیدھے راستے پر چلانا ہے۔''

اس فرمان کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے ہوتی ہے:

﴿ مَّن يُطِعِ ٱلرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ ٱللَّهَ ﴾ [النساء : ٨٠]

''جس شخص نے رسول اللہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔'' (النساء:80)

اور اسی رب العالمین نے فرمان جاری فرمایا:

﴿ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ﴾ [النساء : ٦٤]

''(انہیں بتاؤ کہ) ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے' اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ کے اذن کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔'' (النساء:64)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مزکی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خصائص مختلف مقامات پر مختلف انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً فرمایا: ہمارا مزکی اللہ کے رسول ہیں جو تم میں سے ہیں۔ وہ اپنی اُمت کو ایسی باتیں بتاتے ہیں جو وہ پہلے نہیں جانتے تھے۔ اس حقانیت کو سیکھنے کے لئے ہم نے آپ کا سینہ کھول دیا تھا اور آپ کی ذہنی صلاحیتوں کو اس قدر بلند کر دیا ہے کہ کوئی کام' کوئی بات ہمارے مزکی کے لئے مشکل اور گراں نہ رہی۔

مزکی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو شرک سے پاک کرنے کے لئے تیرہ سال صرف کر دیئے۔ جن لوگوں نے ان کی بات سن لی' ایک عالم گواہ ہے کہ وہ اس دنیا میں صاحب آبرو ٹھہرے' ان کی سیادت و قیادت کو دنیا نے تسلیم کیا اور آخرت میں بھی ان کے لئے اجر و ثواب محفوظ ہے۔ دنیا میں سب سے پاکیزہ مذہب اسی مزکی کا ہے جس میں محبت' اخوت' مودت' امن و سلامتی اور خیر خواہی کے جذبے ہیں۔ اس مزکی کی تعلیمات میں دین و دنیا کی پاکیزگی ہے۔ اس لئے مزکی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات پر عمل کر کے تو دیکھیں!

باب:60

شہید

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'شہید' ہے۔ شہید 'شَہِدَ' سے ہے جس کے معنی ہیں گواہ' گواہی دینے والا' اللہ کی راہ میں حق کی گواہی دینے والا اور حق کی گواہی دیتے ہوئے اپنی جان قربان کر دینے والا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَٰكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ وَيَكُونَ ٱلرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ﴾ [البقرة : ١٤٣]

''اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک متوسط اُمت بنایا ہے تا کہ تم دوسرے لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔''(البقرۃ:143)

مزید فرمایا

﴿ هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِى هَٰذَا لِيَكُونَ ٱلرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا۟ شُهَدَآءَ عَلَى ٱلنَّاسِ ﴾ [الحج : ٧٨]

''اللہ تعالیٰ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔''(الحج:78)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میری اُمت کے مومن شہید ہیں۔ پھر آپ نے سورہ حدید کی یہی آیت تلاوت فرمائی۔'' (ابن جریر)

ایک دوسری حدیث میں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے کسی سرزمین سے نکل جائے وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اللہ شہید کی حیثیت سے اس کی روح قبض فرماتا ہے۔''

شہید (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ صرف خود ہجرت کی بلکہ اپنے صحابہ کو بھی ہجرت کی راہ دکھائی۔ مشرکین مکہ آپ کو ختم کرنے کے لئے مسلسل سازشیں کرتے رہے۔ آپ کی تیئس سالہ دعوت وتبلیغ کی زندگی میں متعدد مرتبہ آپ پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ ان حملہ کرنے والوں میں مشرکین مکہ' مدینہ منورہ کے یہود ومنافقین اور بیرون ملک کے سازشی شامل ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کی دسترس سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری لے رکھی تھی' لہٰذا دشمن کی ہر تدبیر ناکام ہوتی رہی اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہی غالب ہوئی اور آپ کے ذریعے اسلام کو باقی تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوا۔

﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ اللہ تعالیٰ کی اس ذمہ داری کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ دشمنوں کے ہر طرح کے شر سے محفوظ و مامون رہے' بلکہ آپ زندگی بھر ان کی طرف سے دکھ اور پریشانیاں برداشت کرتے رہے' البتہ وہ آپ کو جان سے ختم نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے شہید (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس حفاظت کی ذمہ داری کی اطلاع بذریعہ وحی زندگی کے آخری دور میں دی۔ آپ کے وصال سے قبل شہید (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہودی عورت نے کھانے میں جو زہر ملا کر دیا تھا اور اس کا ایک لقمہ آپ نے منہ میں رکھ بھی لیا تھا' اس زہر کا اثر ظاہر ہوا' جو آپ کی وفات کا ایک سبب بنا' لہٰذا یوں بھی آپ شہید کہلائے۔

باب: 61

شارع

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'شارع' ہے۔ جس کے معنی ہیں شریعت کی تشریح کرنے والا' صاحب شریعت۔

اللہ تعالیٰ اپنی شریعت انبیاء کے ذریعے انسانوں پر نافذ کرتا ہے۔ لہٰذا مجازی معنوں میں انبیاء کو بھی شارع کہا جاتا ہے۔ اصلاً شارع صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شارع بنایا اور آپ کی شریعت کا قرآن کریم میں جابجا ذکر فرمایا اور آپ کو بانگ دھل اعلان کرنے کا حکم دیا:

﴿ قُلْ هَاتُوا۟ بُرْهَـٰنَكُمْ ۖ هَـٰذَا ذِكْرُ مَن مَّعِىَ وَذِكْرُ مَن قَبْلِى ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْحَقَّ ۖ فَهُم مُّعْرِضُونَ ۝ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِىٓ إِلَيْهِ أَنَّهُۥ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعْبُدُونِ ﴾ [الأنبياء: ٢٤-٢٥]

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے کہو کہ لاؤ اپنی دلیل' یہ کتاب موجود ہے جس میں میرے دور کے لوگوں کے لئے نصیحت ہے اور وہ کتابیں بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لئے نصیحت تھی مگر ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے بے خبر ہیں' اس لئے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے' پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔'' (الانبیاء: 24-25)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب شریعت بنایا اور قرآن کریم نے آپ کی شریعت کا برملا اعلان فرمایا۔ شارع نے تمام ادیان و مذاہب کو چیلنج کیا اور کہا کہ میں جو کچھ پیش

کررہا ہوں، وہی سچی شریعت ہے اور اگر کسی کو اس میں شک ہے تو اس کی دلیل پیش کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام شارع تھے اور پھر ان کے بعد مسیح علیہ السلام کو شارع بننے کا شرف حاصل ہوا لیکن عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''یہ مت سمجھو کہ میں تورات کو منسوخ کرنے آیا ہوں، بلکہ میں تو اسے مضبوط کرنے کے لئے آیا ہوں۔'' اس کے برعکس شارع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ''میں خاتم النبیین اور خاتم الرسل ہوں۔'' نیز فرمایا:

''اگر صاحب توراۃ بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔''

شریعت مفصل جزئیات پر حاوی، کلیات پر مشتمل، ضروریات انسانی پر محیط اور تمدن کی حامی ہوتی ہے۔ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے شارع (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سب سے اکمل شریعت آپ کی ہے۔ قرآن کریم کی تشریح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ہوئی۔ صاحبِ شریعت نے پہلی تمام شریعتوں کو منسوخ کیا اور برملا اس بات کا اعلان کیا کہ میں ایک ایسا مکمل دین لے کر آیا ہوں جس کو تسلیم کئے بغیر نجات ممکن نہیں۔ نیکی کا کوئی ایسا عمل نہیں جس کی میں نے خبر نہ دی ہو اور برائی کا کوئی ایسا کام نہیں جس سے ڈرانہ دیا ہو۔

اس دوٹوک اعلان کے بعد اگر کوئی عامل ایسا عمل کرتا ہے جو صاحبِ شریعت نے نہ بتایا ہو اور اس عمل کے ذریعے وہ اجر وثواب کا امیدوار ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اگر کوئی شخص ایسا عمل کرتا ہے جس کو شارع علیہ السلام نے بتادیا کہ یہ گناہ کا کام ہے، پھر بھی اس سے نہیں بچتا تو وہ سخت خطرے سے دوچار ہے۔ دعوتِ دین اُمتِ مسلمہ کا نصب العین ہے۔ شارع (صلی اللہ علیہ وسلم) اس نصب العین پر گامزن رہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد نے آگے بڑھ کر ساتھ دیا۔ صحابہ کرام نے بھی اسی سنت پر عمل کیا اور ایک عالم کی حکمرانی انہیں نصیب ہوئی۔ آج بھی اگر اُمتِ مسلمہ عزت اور غلبہ کی متمنی ہے تو اسی نصب العین پر عمل کرنا ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس نصب العین کو اجاگر کیا جائے اور نصب العین کی سمت بھی درست رکھی جائے۔

باب:62

المصدق

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مصدق' ہے۔ جس کے معنی ہیں تصدیق کرنے والا۔ آپ کا یہ صفاتی اسم گرامی ﴿مصدقا لما بین یدیہ﴾ (اپنے سے پہلوں کی تصدیق کرنے والا) سے اخذ کیا گیا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی تصدیق کا کام سب سے زیادہ وسعت کے ساتھ انجام دیا۔ آپ نے بعض ایسے انبیاء کے اسمائے مبارکہ کی اطلاع دی اوران کے حالات بیان فرمائے جن سے اہل کتاب بھی واقف نہ تھے۔ مثلاً ہود' صالح اور شعیب علیہم السلام۔ اسی طرح آپ نے بعض انبیاء کی نبوت کی تصدیق کی جن کی اہل کتاب تکذیب کرتے تھے۔ مثلاً حضرت سلیمان کی تصدیق بمقابلہ یہود وانصاریٰ اورحضرت عیسیٰ کی تصدیق بمقابلہ یہود۔

رسول مصدق (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک کامل اسوہ رکھتے تھے۔ ایسا اسوہ جن کے افعال کی تصدیق قرآن کریم نے فرمائی اور آپ کے اقوال کی تصدیق آپ کے افعال نے کی۔ اس ظاہر و باطن کے توافق اور افعال واقوال کے تطابق نے آپ کو مصدق بنا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا تھا کہ ان کی زندگی اور دور نبوت میں اگر میرا آخری نبی آجائے تو اس پر ایمان لانا اوراس کی مدد کرنا۔ اگر پہلے انبیاء کی موجودگی میں آنے والے آخری نبی پر خود ان انبیاء کے لئے ایمان لانا ضروری ہے تو اس کے اُمتیوں کے لئے اس آخری نبی پر ایمان لانا بطریق اولیٰ ضروری ہوا۔

یہود اچھی طرح جانتے تھے کہ ایک مصدق آنے والا ہے۔ جب انہیں مصدق کی رسالت کا

علم ہوا تو علم کے باوجود انکار کرنے لگے۔ مصدق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں توراۃ کے حوالے سے بتایا کہ آپ کی کتابوں میں میرا ذکر موجود ہے۔ جس طرح میں توراۃ کی تصدیق کرتا ہوں' اسی طرح تم بھی میری رسالت کی تصدیق کرو لیکن وہ حسد کی بنا پر تصدیق کرنے سے انکار کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ﴾ [الصافات : ۳۷]

''حالانکہ وہ حق لے کر آیا تھا اور اس نے رسولوں کی تصدیق کی۔'' (الصّٰفّٰت: 37)

رسولوں کی تصدیق کے تین معنی ہیں اور تینوں ہی معنی یہاں مراد ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے کسی سابقہ رسول کی مخالفت نہیں کی کہ اس رسول کے ماننے والوں کے لئے آپ کے خلاف تعصب کی کوئی معقول وجہ ہوتی' بلکہ مصدق تو اللہ کے تمام پہلے رسولوں کی تصدیق کرنے والے تھے۔ دوسری یہ کہ وہ کوئی نئی اور نرالی بات نہیں لائے تھے بلکہ وہی عقائد پیش کر رہے تھے جو ابتداء سے اللہ تعالیٰ کے تمام رسول پیش کرتے چلے آ رہے تھے۔ تیسری یہ کہ وہ ان تمام خبروں کی تصدیق کر رہے تھے جو پہلے رسولوں نے آپ کے بارے میں دی تھیں۔

اہل ایمان اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مصدق ہیں۔ آپ نے جو خبر دی وہ سچی ہے' جو شخص اس بات کا انکار کرتا ہے اس کا ایمان مکمل نہیں۔ یہود و نصاریٰ نے فقط تعصب اور عناد کی بنیاد پر تکذیب کی اور خسارے میں رہے۔ مصدق نے اپنے بعد کسی نبی کی نبوت کی تصدیق نہیں کی' جس طرح اپنے سے پہلے انبیاء کی تصدیق کی' اگر آپ کے بعد کوئی سچا نبی ہوتا تو آپ اس کی بھی تصدیق فرماتے۔ اسی طرح شارع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی شریعت کی مزید تشریح کے لئے کسی کو نامزد نہیں کیا کیونکہ آپ نے شریعت کی اس طرح وضاحت کر دی تھی کہ مزید کوئی پہلو تشنہ نہیں تھا۔ اس لئے اگر کوئی شخص آپ کی تشریح کے ساتھ گرہ لگاتا ہے یا نئی جہت نکالتا ہے تو وہ اپنے انجام سے خبردار رہے۔

باب:63

خطیب الأنبیاء

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'خطیب الانبیاء' ہے۔ 'خطیب' خطاب کرنے والے کو کہتے ہیں۔ اوامر ونواہی اور مواعظ وامثال کو بیان کرنے والا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء سے بڑھ کر اپنی اُمت سے خطاب فرمایا۔

طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَ خَطِيبَهُمْ وَ صَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ))

''قیامت کے روز میں انبیاء کا امام' ان کا خطیب اور سفارش کرنے والا ہوں گا اور میں یہ بات فخر کی راہ سے نہیں کہتا۔'' (ابن ماجہ: 4314' جامع الترمذی: 3713)

یعنی جملہ انبیاء کے مقدس ترین گروہ میں سے یہ شرف آپ ہی کے لئے خاص ہے۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو قرآن تھی۔ آپ کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والے' خطبہ کو مختصر کرنے والے اور نماز کو لمبا کرنے والے تھے۔ آپ درشت مزاج نہ تھے۔ نہ ہی آپ مسکینوں اور کمزوروں کے ساتھ چلنے سے تکبر کرتے یہاں تک کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعے اپنی ضرورت پوری کر لیتے۔'' (طبرانی)

خطیب الانبیاء نے سب سے پہلے قریش سے کوہِ صفا پر کھڑے ہو کر خطاب فرمایا:

''لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو' فلاح پا جاؤ گے۔''

نہایت مختصر جملے پر مشتمل خطاب جسے قریش سنتے ہی اس کے تمام تر مفہوم کو سمجھ گئے' یہ آپ کے جامع الکلام ہونے کی دلیل ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

((اُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ)) ''مجھے جامع کلمات عطا کئے گئے ہیں۔''

حدیث کے الفاظ پر غور فرمائیے' کوئی بڑے سے بڑا عربی دان آج تک ایسا جملہ نہ کہہ سکا۔ آپ ایسا مختصر کلام کرنے پر قادر تھے' جس کا مفہوم وسیع تر ہوتا تھا۔ آپ کی ہر بات تا قیامت اپنا مدعا بیان کرتی رہے گی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّلُنَا بِالْمَوْعِظَةِ فِي الْأَيَّامِ' كَرَاهِيَةَ السَّآمَةِ عَلَيْنَا))

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پریشان ہونے (اکتا جانے) کے اندیشہ سے ہمیں وعظ و نصیحت کرنے کے لئے مناسب وقت اور موقع ومحل کا خیال رکھتے تھے۔'' (مختصر صحیح بخاری:62)

خطب کے معنی ہیں وہ شے جس میں الوان کی بوقلمونی شامل ہو اور خطیب وہ ہے جو جملہ انواع کلام اور اسالیب خطابت کا ماہر اور اس پر قادر ہو۔ اہل عرب اپنی زبان دانی پر اس قدر نازاں تھے کہ وہ غیر عرب کو عجمی کہتے لیکن اسی معاشرے میں ایسا کلام پیش کرنا جو ہر قسم کے چیلنج سے مبرا ہو' ایسے الفاظ صرف خطیب الانبیاء سے ہی صادر ہو سکتے ہیں۔ آپ کا تئیس سالہ دعوتِ دین کا عرصہ اس بات پر شاہد ہے کہ آپ نے کلمہ حق کہنے میں کہیں بھی مصلحت سے کام نہیں لیا۔ حجۃ الوداع کا مختصر خطبہ پوری بنی نوع انسان کے لئے حقوق انسانی کے ایک چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ سادہ' صاف' شستہ ترکیب' مختصر عبارت میں ایسے معانی عالیہ کو بھر دینا جو عمیق بھی ہوں اور دقیق بھی آپ کے کمال فصاحت میں داخل ہے اور آپ کا خطیب الانبیاء ہونا اسی سے عبارت ہے۔

باب:64

الروح الحق

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم مبارک 'الروح الحق' ہے۔ یعنی حق بات کہنے والی ہستی' ایسی ہستی جو حق کے سوا کچھ نہیں کہتی۔ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسی ہستی تھے جن کی زبان مبارک پر ساری عمر حق کے سوا کچھ نہ آیا۔

اس خطاب کا استعمال سب سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا جو انہوں نے دنیا چھوڑنے سے پیشتر اپنے خلفاء کے سامنے فرمائی تھی۔ (رحمت للعالمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ وہ حق کے ساتھ اس دنیا میں تشریف لائے' جس نے بھی حقانیت میں آپ کی ہمسری کا دعویٰ کیا' وہ کاذب ہی کہلایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَيْفَ يَهْدِي اللَّهُ قَوْمًا كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ وَشَهِدُوا أَنَّ الرَّسُولَ حَقٌّ وَجَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ﴾ [آل عمران: ٨٦]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو اپنے ایمان لانے اور رسول کی حقانیت کی گواہی دینے اور اپنے پاس روشن دلیلیں آ جانے کے بعد کافر ہو جائیں۔'' (آل عمران: 86)

مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہود پر مرتد ہو جانے کا مطلب اس طرح صادق آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے پہلے یہ لوگ آپ کو نبی برحق جانتے تھے اور آپ کا نام لے کر فتح کی دعا مانگتے تھے۔ جب آپ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو مرتدوں کی طرح آپ سے پھر گئے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَـٰطِلُ ۚ إِنَّ ٱلْبَـٰطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴾ [الإسراء: ٨١]

''(اے نبی) اور اعلان کر دیجئے کہ حق آ چکا اور باطل نابود ہو گیا۔ یقیناً باطل تھا ہی نابود ہونے والا۔(بنی اسرائیل: 81)

حدیث میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں تین سو ساٹھ بت تھے۔ آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی' آپ چھڑی کی نوک سے ان بتوں کو مارتے جاتے اور اس آیت کی تلاوت کرتے جاتے۔ (صحیح بخاری)

الروح الحق (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی حق ہیں۔ آپ کا پیغام حق ہے' آپ کے اصول حق ہیں' آپ کا کلام حق ہے' آپ کے خواب حق ہیں۔ آپ مبعوث ہونے سے قبل بھی حق اور سچ بولنے والے تھے۔ آپ نے حق کے سوا کبھی کسی کا ساتھ نہیں دیا' اسی لئے اہل مکہ نے آپ کی حقانیت کو تسلیم کیا اور صادق کا لقب عطا کیا۔ آپ کی حقانیت میں جبر و تشدد اور سختی کے بجائے مودت اور صلہ رحمی پائی جاتی ہے۔ جس کی بدولت دنیا میں راحت و مودت کی فضا قائم ہوئی اور بھائی چارے کا ایسا ماحول بنا کہ دیگر مذاہب دیکھتے رہ گئے۔

اللہ کا دین جن حقائق اور اصولوں پر مبنی ہے' الروح الحق (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کی حقانیت پر گواہ بن کر تشریف لائے اور دنیا سے صاف صاف کہہ دیا کہ ان اصولوں کے علاوہ جو کچھ ہے' وہ باطل ہے۔ آپ کے اصحاب نے آپ کی حقانیت کی گواہی دی۔ آپ کے بدترین دشمن بھی آپ پر جھوٹ کا الزام نہ لگا سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات' اس کی صفات اور اسماء حسنیٰ' ملائکہ کا وجود' وحی کا نزول' حیات بعد الموت کا وقوع پذیر ہونا' قیامت کا برپا ہونا' یوم الحساب اور میزان کا قائم ہونا' جنت اور دوزخ کا ظہور' اہل باطل کو خواہ کیسا ہی عجیب معلوم ہو' انسانی دماغ ان تک رسائی حاصل کر سکے یا نہ کر سکے' کفار ان باتوں کی خبر دینے والوں کا مذاق ہی کیوں نہ اڑائیں لیکن حق یہی ہے کیونکہ اس کی شہادت الروح الحق (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی ہے۔

باب:65

إمَامُ الأنبيَاء

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'امام الانبیاء' ہے۔

طفیل بن ابی بن کعب رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَ خَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرَ فَخْرٍ)).

''جب قیامت کا دن ہوگا تو میں امام النبیین' ان کا خطیب اور صاحب شفاعت ہوں گا اور میں یہ فخریہ طور پر نہیں کہتا۔'' (جامع الترمذی)

یہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے روایت کردہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز اپنی عظیم حیثیت بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں فخر کا اظہار نہیں کرتا کہ مجھے یہ رتبہ ملے گا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جو وہ اپنے بندے پر کرے گا۔

اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز بخشا اور قیامت کی روز بھی بخشے گا۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ صحیح ترین قول کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے جسم اطہر سمیت براق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔ پھر آپ نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا۔

آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک تمام انبیاء نے اپنے اُمتیوں کو امام الانبیاء کی تشریف آوری کی خوشخبری سنائی اور ساتھ یہ درس بھی دیا کہ اگر ان کی زندگی میں امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں تو ان کی شریعت کی پیروی کریں۔ تمام انبیاء ورسل اس خواہش کا اظہار کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو امام الانبیاء کی اُمت میں پیدا فرماتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمائی اور معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کو اکٹھا فرما کر امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کرنے کے شرف سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ نے امام الانبیاء کی شریعت کو کامل ترین شریعت قرار دیتے ہوئے فیصلہ فرمادیا کہ:

﴿ ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا ﴾

[المائدۃ : ۳]

''آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔'' (المائدہ: 3)

یہ آیت کریمہ واضح طور پر بتا رہی ہے کہ ایسی کامل شریعت لانے والا ہی امام الانبیاء ہو سکتا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے سدی سے روایت کی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے دو مہینے اکیس دن بعد آپ نے وفات پائی۔ (تفسیر ابن جریر) اور اس عرصے میں کسی چیز کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا۔

ایسے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لائی ہوئی مطہر شریعت کی موجودگی میں اگر کوئی شخص آپ کے فرامین کو چھوڑ کر کسی اور امام کی تقلید کرتا ہے اور اس کے فرمودات کو تلاش کرتا ہے' انہیں حجت کے طور پر پیش کرتا ہے' ان پر عمل کرتا اور کرنے پر زور دیتا ہے تو اسے اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صرف اور صرف امام الانبیاء کی اتباع میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

باب:66

خیر الأنام

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک لقب 'خیر الانام' بھی ہے۔جس کے معنی ہیں مخلوقات میں بہترین انسان۔ بنی نوع انسان میں رسل وانبیاء بہترین انسان ہوتے ہیں اوران میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین انسان ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔اس لئے آپ خیر الانام کہلائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شخصیت کے لحاظ سے کائنات میں سب سے بہتر پیدا کئے گئے۔ابو اسحاق روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا:

((کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ أَحْسَنَ النَّاسِ وَجْهًا، وَأَحْسَنَهُمْ خَلْقًا، لَیْسَ بالطَّوِیلِ البائِنِ، وَلَا بِالقَصِیرِ))

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرے اور شخصیت کے اعتبار سے خوبصورت ترین انسان تھے۔قد میں نہ بہت لمبے اور نہ بہت چھوٹے تھے۔''(بخاری:3549)

خاندان کے لحاظ سے بھی آپ سب سے بہترین خاندان میں پیدا ہوئے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَیُّهَا النَّاسُ مَنْ أَنَا؟))قَالُوا: أَنْتَ رَسُولُ اللّٰهِ، قَالَ :((أَنَا مُحَمَّدُ بن عَبدِاللّٰه بن عَبْدِالْمُطَّلِب)) قَالَ: فما سمعناه ینتمي قبلها((إِلّا أَنَّ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - خَلَقَ خَلْقَهُ ثُمَّ فَرَّقَهُمْ فِرْقَتَینِ فَجَعَلَنِي فِي خَیرِ الفَرِیقَینِ ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَیْرِهِمْ قَبِیلَةً، ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُیُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَیْرِهم بَیْتًا، فَأَنَا خَیْرُهُمْ وَبَیْتًا خَیْرُهُمْ نَفسًا))

''اے لوگو میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔'' راوی کہتا ہے کہ اس سے قبل کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح اپنے اجداد کی طرف نسبت نہیں کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل نے خلق کو پیدا کیا پھر ان میں دو جماعتیں بنائیں۔ مجھے ان میں سے بہتر جماعت میں رکھا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلے میں سے پیدا کیا' پھر گھر بنائے تو مجھے بہترین گھروں میں سے بنایا۔ پس بے شک میں تمام انسانوں میں بہترین گھرانے اور بہترین شخصیت کا مالک ہوں۔'' (مجمع الزوائد: 13824 اور احمد)

اللہ تعالیٰ نے خیر الانام کے اخلاق عالیہ وفضائل محمودہ کی گواہی یوں دی:

﴿ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾ [القلم : ٤]

''بے شک آپ اخلاق فاضلہ کے بلندترین درجے پر فائز ہیں۔'' (القلم: 4)

خیر الانام (صلی اللہ علیہ وسلم) قافلہ رشد و ہدایت کے نقیب اوّل اور سالار اعلیٰ ہیں۔ سالار اعلیٰ کی زندگی کا آغاز کسی دنیاوی سہارے کے بغیر ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے خیر الانام کو یہ اعزاز بخشا کہ جس کا کوئی نہیں تھا' سب اسی کے ہو گئے۔

خیر الانام نے اللہ کے پیغام کو اس طرح اُمت تک پہنچایا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ نے گواہی دی کہ ہاں آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ عالم انسانیت آپ کے احسانات کی شرمندہ احسان ہے۔ تمام بنی نوع انسان حتیٰ کہ آپ کے دشمن بھی آپ کی ذاتی حیثیت میں آپ کی عظمت و کردار کا انکار نہیں کر سکتے۔ خیر الانام کی بدولت چراغ زندگی کو روشنی ملی' عورتوں نے عصمت کا تاج پہنا' بے کسی سہارے سے ہم آغوش ہوئی' ظلم کے اندھیرے عدل کے نور میں گھل گئے۔ کفار تک آپ کی موجودگی میں عذاب سے محفوظ رہے۔ خیر الانام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ٹھہری اور آپ کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی قرار پائی۔

باب: 67

صاحب

(صلی اللہ علیہ وسلم)

دعائے خلیل، نوید مسیحا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'صاحب' ہے۔ جس کے معنی ہیں، ساتھ رہنے والا، عز و شرف والا۔ اہل مکہ آپ کو صاحبِ قریش کے نام سے پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ ﴾ [التكوير: ٢٢]

''اور تمہارا ساتھی دیوانہ نہیں ہے۔'' (التکویر 22)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ﴾ [النجم: ١، ٢]

''قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے کہ تمہارے ساتھی نے نہ راہ گم کی ہے نہ وہ ٹیڑھی راہ پر ہے۔'' (النجم: 1-2)

اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا کہ اے اہل مکہ! تمہارے ساتھی نے چالیس سال تمہارے ساتھ اور تمہارے درمیان گزارے ہیں، اس کے شب و روز کے تمام معمولات سے تم اچھی طرح واقف ہو، اس کا اخلاق و کردار تمہارا جانا پہچانا ہے۔ راست بازی اور امانت داری کے سوا تم نے اس کے کردار میں کبھی کچھ نہیں پایا۔ اب چالیس سال کے بعد جب وہ نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے تو ذرا سوچو! وہ کس طرح جھوٹ بول سکتا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ وہ نہ گمراہ ہے اور نہ اسے کسی نے بہکایا ہے اور نہ وہ راہ راست سے ہٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حق کے ساتھ سیدھی راہ پر لگایا ہے اور تمہیں بھی اسی راہ پر گامزن کرنے کے تگ و دو میں ہے۔ اگر تم اس کی بات نہیں مانتے تو

یہ تمہاری عقل کا قصور ہے۔

بعض پیغمبر ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے اپنی اُمت کی نافرمانیوں سے تنگ آ کر ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور دوسرے علاقوں میں ہجرت کر گئے۔ بعض نے تو اپنی اُمت کی تباہی (عذاب) کے لئے بددعا بھی کر دی لیکن صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) نافرمانوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوئے۔ آپ اپنے اصحاب کا ساتھ چھوڑے بغیر صبر و استقامت سے ان کی اصلاح کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ وہ بھی ہر حال میں آپ کے ساتھ رہے اور اللہ تعالیٰ نے صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم فرمایا:

﴿ وَلَا تَطْرُدِ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِيِّ﴾ [الأنعام: ٥٢]

''اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں۔'' (الانعام: 52)

اللہ تعالیٰ نے صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ بے سہارا اور غریب مسلمان جو بڑے اخلاص سے رات دن اپنے رب کو پکارتے ہیں' اس کی عبادت کرتے ہیں' اپنے سے ان کو دور نہ کیجئے۔ یہ آپ کے ساتھی ہیں۔ وہ آپ سے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کرتے۔ وہ تو محض اللہ کی رضا کی خاطر آپ کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ اگر آپ نے ان کو اپنے سے دور کیا تو یہ ان کے ساتھ بڑی زیادتی ہوگی۔ سورہ عبس میں بھی اسی موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

اور اصحابِ رسول کو اطاعت و فرمانبرداری کا صلہ یہ ملا کہ وہ صحابی کہلائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوا عَنْهُ﴾ کی سند عطا فرمائی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ 'صاحب' کی صفت یہ ہوگی کہ وہ اپنے ساتھیوں کا ساتھ نہیں چھوڑے گا۔ اس سے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کا ابدی ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔ اگر بنی نوع انسان کا کوئی اور 'صاحب' ہونا ہوتا تو رسول اللہ اس 'صاحب' کی خبر ضرور دیتے۔

باب:68

عادل

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'عادل' ہے۔ عدل کے معنی ہیں بدلہ' انصاف اور عدل کا فاعل عادل ہے' جس کے معنی ہیں انصاف کرنے والا۔

قرآن کریم نے انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ بیان فرمایا:

﴿ لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ﴾ [الحدید: ٢٥]

''یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمائی تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔'' (الحدید:25)

یعنی رسولوں کی بعثت کا ایک عظیم مقصد لوگوں کو انصاف کی راہ دکھانا ہے۔ راہ تو وہی دکھاتا ہے جو خود عادل ہو۔ عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے سب سے بڑھ کر اپنی اُمت کو اللہ کے دین کی راہ دکھائی۔ چنانچہ آپ سب سے بڑے عادل ہوئے۔

ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فیصلہ کرنے کے لئے لایا کرتے تھے۔ (رحمۃ للعالمین)

قریش میں حجر اسود کو نصب کرنے میں جو تنازعہ پیدا ہو گیا تھا۔ ابو امیہ مخزومی نے رائے پیش کی کہ جو شخص اگلے دن سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوگا وہی حکم قرار پائے' چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو لوگوں کی خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہی اور خوش ہو ہو کر پکارنے لگے۔

''لو صادق اور امین محمد آ گئے' ان کے فیصلے پر تو ہم سب ہی خوش ہیں۔'' (الرحیق المختوم)

قرآن کریم نے عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات نہ ماننے والوں کو سخت وعید سناتے ہوئے فیصلہ دے دیا:

﴿ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴾ [النساء : ٦٥]

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ! یہ ایماندار نہیں ہو سکتے' جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں' پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔'' (النساء:65)

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس وقت تک کسی شخص کا ایمان قابل قبول ہی نہیں جب تک وہ صرف اور صرف عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حاکم اور پھر ان کے ہر فیصلے کو کھلے دل سے تسلیم نہ کر لے۔ یہ فیصلے دینی اور دنیاوی تمام معاملات میں قبول کرنے ہوں گے۔ آپ کے فیصلے کے بعد اگر کوئی شخص اپنی بات منوانا چاہتا ہے تو وہ اپنے ٹھکانے کے بارے میں سوچ رکھے۔ عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیاوی معاملات میں اعتدال کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا اور معاملات کے بارے میں فرمایا: ((خَيْرُ الأُمُورِ أَوْسَطُهَا))

''بہترین اعمال اعتدال (درمیانہ درجے) والے اعمال ہیں۔''

دنیا میں جتنے بھی رسل آئے وہ تین چیزیں لے کر آئے۔

1. بینات: یعنی کھلی کھلی نشانیاں جو واضح کر دیتیں تھیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔

2. کتاب: جس میں وہ تمام تعلیمات لکھ دی جاتیں جو انسان کی رشد و ہدایت کے لئے درکار ہوتیں تاکہ لوگ رہنمائی کے لئے اس کی طرف رجوع کریں۔

3. میزان: یعنی وہ معیار حق و باطل جو ٹھیک ٹھیک میزان کی تول پر بتا دے کہ افکار' اخلاق اور معاملات میں افراط و تفریط کی مختلف انتہاؤں کے درمیان انصاف کی بات کیا ہے۔

ان تین چیزوں کے ساتھ ساتھ انبیاء کی بعثت کا ایک مقصد یہ تھا کہ دنیا میں انسان کا رویہ اور انسانی زندگی کا نظام' فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی عدل پر قائم ہو۔ایک طرف ہر انسان اللہ کے حقوق' اپنے نفس کے حقوق اور ان تمام بندگان خدا کے حقوق' جن سے اس کو کسی طور پر سابقہ پیش آتا ہے' ٹھیک ٹھیک جان لے اور پورے انصاف کے ساتھ ان کو ادا کرے اور دوسری طرف اجتماعی زندگی کا نظام ایسے اصولوں پر تعمیر کیا جائے جن سے معاشرے میں کسی بھی نوعیت کا ظلم باقی نہ رہے۔ عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دنیا میں انفرادی اور اجتماعی عدل قائم کرنے کے ایسے اصول و ضوابط مقرر کیۓ جن سے انسان کی سیرت و کردار میں توازن پیدا ہوا اور معاشرے میں عدل و انصاف کا قیام عمل میں آیا۔ ان اصولوں پر عمل کرتے ہوئے فرد اور معاشرہ ایک دوسرے کے حقوق کے پاسبان بن گئے۔

عدل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔اگر دو گروہوں میں جھگڑا ہوتا تو عدل فرماتے' اگر کسی کا اپنے ساتھ معاملہ ہوتا تو رحم فرماتے مگر حدود اللہ میں رحم نہ فرماتے۔ایک عورت جس کا نام فاطمہ تھا' اس نے چوری کی۔لوگوں نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے (جو رسول اللہ کو بہت پیارے تھے) سفارش کرائی۔عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''کیا تم حدود الٰہی میں سفارش کرتے ہو۔سنو! اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

عادل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:

''میرا یہ کام نہیں کہ کسی گروہ کے حق میں اور کسی کے خلاف تعصب برتوں۔ میرا سب انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا یکساں تعلق ہے۔جو بات حق ہے میں اس کا ساتھی ہوں خواہ وہ میرا قریب ترین رشتہ دار ہو یا کوئی غیر۔''

باب:69

النور

صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'النور' ہے۔ نور کے معنی روشنی' تجلی' اجالا اور چمک ہیں۔ نور کی جمع انوار ہے۔ اصطلاحی طور پر نور سے مراد ایسی رشد و ہدایت جس سے دین و دنیا کی رہنمائی کرنے والی راہیں روشن ہو جائیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ایسا نور لے کر آئے' جس سے دنیا منور ہے۔ آپ کتاب رشد و ہدایت اور نورِ ہدایت لے کر بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے تشریف لائے۔

آپ نورِ ہدایت ہیں۔ آپ کی نورانی تعلیمات سے دل منور ہوئے۔ آپ کے ہاتھ میں ایسی کتاب مبین ہے جس کا ہر سبق رشد و ہدایت کا نیا باب کھولتا ہے۔ آپ نے بنی نوع انسان کو گمراہی سے نجات پانے کا ایسا ضابطہ اور قاعدہ سمجھایا جس سے معاشرتی زندگی کا کوئی پہلو مخفی نہ رہا۔ آپ کے اسوہ کو اللہ تعالیٰ نے اسوہ حسنہ قرار دے کر بنی نوع انسان کی قیامت تک کے لئے رہنمائی فرما دی۔ جہاں جہاں آپ کی تعلیمات پر عمل کیا گیا' وہاں وہاں اندھیرے چھٹ گئے۔ امن و سلامتی وہاں کے باسیوں کا مقدر بن گئی اور انہیں دین و دنیا کی راحتیں میسر آئیں۔ کفر و الحاد میں مبتلا لوگ ان پر رشک کرنے لگے۔ اس نورانی چہرے کی موجودگی میں کسی دوسرے کی طرف دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَفَمَن شَرَحَ ٱللَّهُ صَدْرَهُۥ لِلْإِسْلَٰمِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِۦ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَٰسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ ٱللَّهِ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ فِى ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴾ [الزمر : ٢٢]

''کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے' پس وہ اپنے

پروردگار کی طرف سے ایک نور پر ہے اور ہلاکت ہے ان پر جن کے دل یاد الٰہی سے (اثر نہیں لیتے بلکہ) سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔'' (الزمر: 22)

جن لوگوں نے اس نور سے استفادہ کرنے سے انکار کیا' تاریکی ان کا مقدر بن گئی۔ اعلیٰ تہذیب و تمدن کا دعویٰ کرنے والے جہالت کی گہرائیوں میں ایسے ڈوبے کہ وہ اپنی پہچان کھو بیٹھے۔ جدید سائنسی ترقی کے باوجود وہ انسانیت کے بنیادی آداب سے بھی واقف نہ ہو سکے۔

بعض لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کے معنی سمجھنے میں سخت غلطی کی اور آپ کے مجسم نور ہونے اور نور من نور اللہ ہونے کا عقیدہ بنالیا۔ وہ سورہ مائدہ کی آیت ﴿قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَ كِتَابٌ مُبِينٌ﴾ کی تفسیر میں غلطی کا شکار ہوئے اور رسول اللہ کی صفت بشریت کا انکار کرنے لگے۔ حالانکہ آپ کی بشریت کی بدولت ہی تو انسانیت کو یہ تکریم ملی کہ وہ اشرف المخلوقات کہلائے۔ آپ ہی بنی نوع انسان کے لئے وجہ افتخار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُوْرًا وَّ فِي بَصَرِي نُوْرًا وَ فِي سَمْعِي نُوْرًا وَّ عَنْ يَمِينِي نُوْرًا وَّ يَسَارِي نُوْرًا وَّ فَوْقِي نُوْرًا وَّ تَحْتِي نُوْرًا وَّ اَمَامِي نُوْرًا وَّ خَلْفِي نُوْرًا وَّ اجْعَلْ لِي نُوْرًا وَّ فِي لِسَانِي نُوْرًا وَّ فِي دَمِي نُوْرًا وَّ فِي عَصَبِي نُوْرًا وَ فِي شَعْرِي نُوْرًا وَّ فِي بَشَرِي نُوْرًا . اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِي نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَعْظِمْ لِي نُوْرًا اَللّٰهُمَّ اَجْعَلْنِي نُوْرًا))

''اے اللہ میرے دل میں نور پیدا فرما' میری آنکھوں میں نور' میرے کانوں میں نور' میرے داہنے نور' میرے بائیں نور' میرے اوپر نور' میرے نیچے نور' میرے آگے نور' میرے پیچھے نور' نور کو میرا بنا دے' میری زبان میں نور ہو' میرے خون میں نور ہو' میرے پٹھوں میں نور ہو' میرے بالوں میں نور ہو' میرے چہرے پر نور ہو' یا اللہ مجھے نور عطا فرما۔ یا اللہ میرے نور کو بڑھا' یا اللہ مجھے نور ہی بنا دے۔'' (مسند احمد: 343/1)

باب:70

منصور

(صلی اللہ علیہ وسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'منصور' ہے۔ جس کے معنی ہیں نصرت دیا گیا' مدد کیا گیا' مظفر' فاتح۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی منصور ہیں۔ جس کی گواہی اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَنصُرَكَ ٱللَّهُ نَصۡرًا عَزِيزًا ﴾ [الفتح : ٣]

''اور آپ کو زبردست نصرت بخشے۔'' (الفتح:3)

﴿ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَيۡهِ وَأَيَّدَهُۥ بِجُنُودٖ لَّمۡ تَرَوۡهَا ﴾

[التوبة : ٤٠]

''پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکینت اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا ہی نہیں۔'' (التوبہ:40)

اللہ تعالیٰ نے منصور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد دو صورتوں سے فرمائی۔ ایک سکینت سے' جس سے دل ہر حال میں مطمئن اور شاداں و فرحاں رہتا تھا اور دوسری مدد فرشتوں سے' جو میدان جنگ میں کافروں کے مقابلے میں نازل ہوئے تھے۔ سورہ انفال میں فرمایا:

﴿ هُوَ ٱلَّذِيٓ أَيَّدَكَ بِنَصۡرِهِۦ ﴾ [الأنفال : ٦٢]

''اللہ تعالیٰ نے تیری تائید اپنی نصرت سے فرمائی۔'' (الانفال:62)

مزید ارشاد فرمایا:

﴿ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُم بِخَمْسَةِ ءَالَٰفٍ مِّنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴾ [آل عمران: ۱۲۵]

''اسی آن تمہارا رب پانچ ہزار صاحبِ نشان فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔'' (آل عمران:125)

منصور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر بنی نوع انسان کی نصرت کی:

﴿ وَلَا تَهِنُوا۟ وَلَا تَحْزَنُوا۟ وَأَنتُمُ ٱلْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴾

[آل عمران: ۱۳۹]

''ہمت نہ ہارو، غم زدہ نہ بنو، تم ہی غالب رہو گے جب تم مؤمن ہو۔'' (آل عمران:139)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نصرت کرنے والوں کی تعریف وتوصیف اس طرح فرمائی:

﴿ لِلْفُقَرَآءِ ٱلْمُهَٰجِرِينَ ٱلَّذِينَ أُخْرِجُوا۟ مِن دِيَٰرِهِمْ وَأَمْوَٰلِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِضْوَٰنًا وَيَنصُرُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥٓ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلصَّٰدِقُونَ ﴾ [الحشر: ۸]

''(نیز وہ مال) اُن غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال باہر کئے گئے ہیں، یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمربستہ رہتے ہیں، یہی راستباز لوگ ہیں۔'' (الحشر:8)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نُصِرْتُ بِالصَّبَا، وَأُهْلِكَتْ عَادٌ بِالدَّبُورِ))

''ہم بادِ صبا سے مدد دیئے گئے ہیں، جب کہ عاد کو بادِ صرصر سے ہلاک کیا گیا تھا۔''

نیز منصور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہی ارشاد فرمایا:

((نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ بَيْنَ يَدَيْ مَسِيرَةِ شَهْرٍ)) ''ایک مہینے کی مسافت سے ہی دشمن پر رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔'' (مسلم:521)

باب:71

حبیب اللہ
(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'حبیب اللہ' ہے۔ حبیب کے معنی ہیں دوست' پیارا۔ حبیب اللہ کے معنی ہیں' اللہ کا پیارا۔

محبت کے معنی 'محبوب کے لئے شوق' بیان کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح محبت محبوب کے لئے ایثار کا نام ہے۔ محبت روحِ انسانی کی وہ صفتِ جمیلہ ہے جو جسم میں آنے سے پیشتر بھی روح کے اندر پائی جاتی اور کارفرما ہوتی ہے۔ محبوب جتنا زیادہ ارفع و اعلیٰ ہوگا' محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع اور دائمی ہوگا۔ یقیناً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ میں اعلیٰ ترین ہیں' اس لئے آپ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑھ کر حبیب ہیں۔ اسی حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حدیث قدسی بیان فرمائی:

((فَإِذَا اَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَ لِسَانَهُ الَّذِی يَنْطِقُ بِهٖ))

''جب میں کسی سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے۔''

اور اس حدیث قدسی کے سب سے بڑے مصداق ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حبیب اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت میں اللہ تعالیٰ کی محبت پنہاں ہے۔ جب تک حبیب سے محبت نہ کی جائے' اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول ناممکن ہے۔ یہ محبت کیسے حاصل ہوتی ہے' اس کا طریقہ وسلیقہ بھی اسی محب سے سیکھنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی جان' مال اور وقت سب کچھ قربان کر دیا۔ پوری دنیا سے مخالفت اس لئے مول لی کہ ان کا رب ان سے محبت کرنے لگے۔ ہر پریشانی کو خندہ پیشانی سے اس لئے برداشت

کیا کہ ان کی اُمت راہ راست پر آ جائے' جس کی تعریف اللہ نے یوں فرمائی:

﴿ وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ ٱللَّهِ ۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِ ﴾ [البقرة: ١٦٥]

''مشرک لوگ اپنے شرکاء کے ساتھ اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں' مگر جو ایمان والے ہیں ان کی محبتیں اللہ کے ساتھ سب سے بڑھ کر ہیں۔''(البقرہ:165)

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صفاتی اور ظاہری حالتوں سے محبت بھرے انداز میں پکارا' دین کا امین ٹھہرایا' فتح مبین سے نوازا' قرآن کا امین بنایا' کوثر اور رفعتوں سے نوازا اور مقام محمود عطا فرما کر دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز کر دیا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ایسی محکم آیات اور حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حدیث کی موجودگی میں کسی دوسرے کے قول کو قابل ترجیح سمجھتا ہے تو گویا اس نے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام و مرتبہ کو سمجھا ہی نہیں۔ وہ آپ کے مقام و مرتبہ کی نفی کر رہا ہے۔

وہ تمام کائنات کے پیارے ہیں۔ خالق اور مخلوق ان سے پیار کرتے ہیں۔ وہ وادی بطحا میں ہوں یا مدینہ کی گلیوں میں' حجر و شجر ان کو سلام کرتے ہیں۔ وہ الصادق المصدوق ہیں' اسی لئے کائنات کا ہر ذرہ ان سے پیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام دنیا کے لئے اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ کی صفتِ جمیلہ میں بہترین نمونہ ٹھہرایا اور میں کہتا ہوں:

''ذکرِ حبیب سے مقصود حُبِ حبیب ہے تاکہ سوز گداز کی بھٹی گرم رہے اور رقت کے آنسوؤں سے دل کا زنگ ڈھل جائے لیکن یہ صرف اسی صورت ممکن ہے جب محبوب کا ذکر محبت سے کیا جائے کیونکہ ان کے ذکر سے دل شاداں و فرحاں ہو جاتے ہیں۔ بے قرار دل کو قرار آتا ہے' اُداسیاں دور ہوتی ہیں اور زندگی میں ایک نیا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔''

باب:72

نعمت اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام نامی اسم گرامی 'نعمت اللہ' ہے۔ یعنی آپ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بنی نوع انسان کے لئے روئے زمین پر نعمت ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمت اللہ ہیں۔'' (بخاری)

جس طرح اسلام اور قرآن کریم روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل ہیں' اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نعمت ایزدی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴾

[إبراهيم: ٢٨]

''کیا آپ نے ان کی طرف نظر نہیں ڈالی جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے ناشکری کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں لا اتارا۔'' (ابراہیم: 28)

اس آیت کریمہ کی تفسیر صحیح بخاری حدیث نمبر 3977 میں ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اہل مکہ نے رسالت محمدیہ کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کی۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے نعمت تھے لیکن انہوں نے اس نعمت کی قدر نہ کی' دین دشمنی اور حسد میں آپ کو طرح طرح سے تنگ کیا گیا اور انتہائی قدم اٹھاتے ہوئے آپ کو قتل کرنے کی سازشیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور یوں اہل مکہ سے وہ نعمت عظمیٰ چلی گئی جس کے لئے حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہما السلام دعائیں کیا کرتے

تھے جبکہ قریش نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور کر دیا۔“

نعمت اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہجرت کر جانے کے بعد بھی اہل مکہ نے اس نعمت کی قدر نہ پہچانی اور مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ بدر کے میدان میں مسلمانوں سے لڑائی لڑی اور اپنے لوگوں کو ہلاک کروایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنی ہلاکت کا سامان خود ہی کر لیا اور ہلاکت سے دوچار رہوئے ہیں۔ نعمت اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انصار مدینہ سے فرمایا:

((اَلَمْ اَجِدْكُمْ ، ضُلَّالًا فَهَدَا كُمُ اللّٰهُ بِى))

”کیا تم گمراہ نہ تھے اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔“ (بخاری)

اور صحابہ کرام فرمایا کرتے تھے: ((وَكُنَّا ضُلَّا لَا فَهَدانَا اللّٰهُ بِهِ))

”ہم گمراہ تھے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں ہدایت نصیب فرمائی۔“ (احمد)

لہٰذا نعمت اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عزت و تکریم اور عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے جس کے صلہ میں اطاعت گزار اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام یافتہ شمار کیے جائیں گے۔ نعمت اللہ کی قدر نہ کرنا نہ صرف گمراہی کی علامت ہے بلکہ کفران نعمت بھی ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کے پیچھے چلنا بد نصیبی ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ ٱلْإِسْلَٰمِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِى ٱلْـَٔاخِرَةِ مِنَ ٱلْخَٰسِرِينَ ﴾

[آل عمران: ٨٥]

”اور جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو تلاش (اختیار) کرے گا اس سے وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں سے ہوگا۔“ (آل عمران: 85)

لہٰذا اُمت مسلمہ پر فرض ہے کہ وہ دین و دنیا کی کامیابی کے لئے نعمت اللہ کی قدر کرے، ان کا مقام و مرتبہ پہچانے اور ان کے مقابلے میں کسی امام، پیر یا مرشد کو لا کھڑا نہ کرے۔

باب:73

طیب

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'طیب' ہے۔طیب کے معنی ہیں پاک' اچھا' عمدہ' نفیس' حلال' جائز' لذیذ' خوشگوار مہک' خوشبو' کسی چیز کا بہترین حصہ۔

طیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اصل نسب طیب ہے۔آپ بذات خود پاک اور طیب ہیں اور آپ کی ذریت طیب وطاہر ہے۔آپ کا عنصر جملہ آلائشوں' خامیوں اور نقائص سے پاک ہے۔

طیب (صلی اللہ علیہ وسلم) معاشرتی برائیوں سے پاک ہیں۔قدسی آپ کے سامنے اسی لئے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ طیب وطاہر ہیں۔آپ جیسا نہ کوئی طیب وطاہر ہے نہ ہوگا۔طیب کے صحابہ کرام طیبون کہلائے۔آپ کی ازواج مطہرات ہیں' جن کی طہارت کے چرچے زمین و آسماں میں ہیں اور رہیں گے۔ان کی مغفرت اور ان کے لئے رزق کریم کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی برات کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱلطَّيِّبَٰتُ لِلطَّيِّبِينَ وَٱلطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَٰتِ ﴾ [النور: ٢٦]

''پاکیزہ عورتیں' پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔'' (النور:26)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے کا نام نامی عبداللہ ہے' جن کا لقب طیب وطاہر ہے۔مکہ معظّمہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔مکہ معظّمہ ہی میں وفات پائی۔انہی کی وفات پر سورہ کوثر نازل ہوئی۔کفار سمجھتے تھے کہ فرزند کے نہ بچنے سے اب کوئی محمد کا نام لیوا نہیں رہا۔انہیں کیا معلوم تھا کہ آپ کا اسم گرامی 'طیب' ابد تک باقی رہنے والا ہے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ہے۔

صلی الالٰہ و من یحف بعرشه　　　　و الطیبون علی المبارک احمد

''اللہ تعالیٰ اور اس کے عرش کو گھیرے ہوئے فرشتے اور تمام طیب لوگ مبارک احمد پر درود و رحمت بھیجیں۔''

طیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسوہ کو طیب و طاہر ہونے کی بنا پر اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ بعثت کے شروع میں ہی آپ کو پاک و صاف اور جملہ آلائشوں سے پاک رہنے کا حکم دے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے طیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاکیزہ زندگی اور طیب اعمال کو اہل دنیا کے سامنے بطور اسوہ حسنہ پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی گواہی یوں دی:

﴿ لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾ [الأحزاب : ٢١]

''تم سب کے لئے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات مبارکہ میں بہترین نمونہ ہے۔'' (الاحزاب:21)

طیب کی تعلیمات کا پہلا سبق طہارت ہے جو انسان کو جملہ معاشرتی برائیوں سے پاک کرنے والا ہے۔ اسلام کی تمام عبادات نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ انسان کی روحانی اور جسمانی طہارت کا اہم ذریعہ ہیں۔ طیب (صلی اللہ علیہ وسلم) نے طہارت کو نصف ایمان قرار دیا۔ آپ کی تعلیمات میں حرام کی گئی چیزیں طیب نہیں اور طیب چیزیں حرام نہیں۔ اسی لئے طیب چیزوں کو ترک کرنا شیطانی کام قرار دیا گیا۔

طیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کلمہ شہادت کا نام کلمہ طیبہ رکھا گیا۔ جسے پڑھنے اور اقرار کرنے سے انسان ماضی کی تمام غلطیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ طیب کے فرمودات پر عمل کرنے سے طہارت میسر آتی ہے جس سے دین و دنیا سنورتی ہے۔ اگر شوکت اسلام کا اظہار کرنا ہے تو تمام غیر اسلامی رسموں کو یکسر چھوڑ کر طیب کے اخلاق و کردار کو اپنانا ہوگا۔

باب:74

طاہر

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'طاہر' ہے۔ جس کے معنی ہیں پاک' صاف اور مقدس وغیرہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب ونسب عالی ہے۔ آپ کے آبائے اوّلین جو اسی پاکیزگی کے حامل تھے' ہر قسم کے سفاح سے پاک رہے۔ عمود نسب سے جملہ بزرگان ومحترمین غیروں کی غلامی سے ہمیشہ آزاد رہے۔

آپ کے جدامجد ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی:

﴿ رَبَّنَا وَٱبۡعَثۡ فِيهِمۡ رَسُولٗا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُواْ عَلَيۡهِمۡ ءَايَٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلۡكِتَٰبَ وَٱلۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيهِمۡۚ﴾ [البقرة: ١٢٩]

''اے ہمارے رب! ان میں انہیں میں سے وہ رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے' انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے۔'' (البقرۃ:129)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک ایسا طاہر بھیجا جس نے نہ صرف اہل مکہ کو بلکہ پوری دنیا کو طہارت کا ایسا سبق دیا جس سے جسمانی اور روحانی' دینی اور دنیاوی طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ گویا آپ کی تعلیمات کی غرض وغایت تزکیہ نفس اور پاکیزگی جسم یعنی ظاہری وباطنی طہارت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طاہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وساطت سے صحابہ کرام سے فرمایا:

﴿ لِّيُطَهِّرَكُم بِهِۦ وَيُذۡهِبَ عَنكُمۡ رِجۡزَ ٱلشَّيۡطَٰنِ وَلِيَرۡبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمۡ وَيُثَبِّتَ بِهِ ٱلۡأَقۡدَامَ﴾ [الأنفال: ١١]

''تاکہ تم کو اس کے ذریعے سے پاک کرے اور شیطانی میل کچیل کو تم سے دور کرے۔ تمہارے دلوں کو ملائے اور تمہارے پاؤں جمائے۔'' (الانفال:11)

صلوٰۃ وتطہیر، اتمام نعمت، رجز شیطان کی دوری، ارتباط قلوب اور اثبات اقدام کے وعدے اللہ تعالیٰ نے اسی طاہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کیے ہیں۔ ان وعدوں میں وہ لوگ بھی شامل ہو گئے جنہوں نے احسان کے ساتھ طاہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی۔ آپ کی تعلیمات کا پہلا اور اہم سبق شرک جیسی نجاست سے پاک کرنا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسجد قبا کے قیام اور تعمیر کے سلسلے میں طاہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کی تعریف فرمائی:

﴿ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُواْ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلْمُطَّهِّرِينَ ﴾ [التوبة: ١٠٨]

''(مسجد قبا) میں ایسے آدمی ہیں جو طہارت کو اختیار کرنا پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ طہارت اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (التوبہ:108)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھنے والوں کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ ٱلتَّقْوَىٰ وَكَانُوٓاْ أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ﴾ [الفتح: ٢٦]

''پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور مؤمنین پر سکینت نازل فرمائی اور کلمہ تقویٰ کا لزوم مؤمنین کے ساتھ کر دیا اور یہ مؤمنین اس کلمہ کے سب سے زیادہ حق دار اور سب سے بڑھ کر اہل بھی ہیں۔'' (الفتح:26)

طاہر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کو شرک وتوہمات کی آلائشوں اور اخلاق وکردار کی کوتاہیوں سے پاک کریں۔ اس طاہر کا کام لوگوں کی خبیث عادتوں اور ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہرانا ہے، ان کے بوجھ اتارنا اور ان کی گردنوں سے طوق نکالنا ہے۔

باب:75

صادع

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'صادع' ہے۔صدع کے معنی ہیں کھلے لفظوں میں بیان کرنا اور صادع کے معنی ہیں کھلے لفظوں میں بیان کرنے والا۔امر الٰہی کو صاف صاف بیان کرنے والا' دنیا کی مخالفت ومخاصمت کی پروانہ کرنے والا۔ مصلحتوں سے بلند تر' دشمنوں کی تکلیف دہ تدابیر اور مکر وفریب سے مرعوب نہ ہونا یقیناً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی خاصہ ہے اس لئے آپ صادع کہلائے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَٱصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ وَأَعۡرِضۡ عَنِ ٱلۡمُشۡرِكِينَ﴾ [الحجر : ٩٤]

''پس آپ اس حکم کو جو آپ کو کیا جارہا ہے کھول کر سنا دیجئے! اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجئے۔''(الحجر:94)

آغاز رسالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھپ چھپ کر تبلیغ فرمایا کرتے تھے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے کھلم کھلا تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔(فتح القدیر)

آپ نے عرب جیسی خونخوار' بت پرست اور اپنے آباء واجداد کے دین پر مر مٹنے والی قوم کو صاف صاف سنا دیا:

﴿ إِنَّكُمۡ وَمَا تَعۡبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ﴾ [الأنبياء : ٩٨]

''تم بھی اور تمہارے معبود بھی سب جہنم کا ایندھن ہو۔''(الانبیاء:98)

یہودی تجارت کے واحد مالک ہونے کی وجہ سے تمام عرب پر چھائے ہوئے تھے۔ان کے سود اور قرضوں کی زنجیریں معاشرے کے ہر امیر وغریب کی گردن میں پڑی ہوئیں تھیں' کوئی

ان کے سامنے دم نہیں مار سکتا تھا۔ وہ کسی کی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے لیکن صادع (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں قرآن کریم کے الفاظ صاف صاف سنا دیئے:

﴿ قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَىْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا۟ ٱلتَّوْرَىٰةَ وَٱلْإِنجِيلَ وَمَآ أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ [المائدة : ٦٨]

''اے یہود ونصاریٰ تم تو سچائی کے کسی درجہ پر نہیں ہو جب تک کہ تم توراۃ اور انجیل اور اس اللہ کے کلام پر جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے' قائم نہ ہو جاؤ۔'' (المائدہ:68)

ہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صادع ہیں جو کلمہ شہادت پڑھنے والوں کو بھی فرما دیتے ہیں:

﴿ قُلْ إِنِّى لَن يُجِيرَنِى مِنَ ٱللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ۝ إِلَّا بَلَٰغًا مِّنَ ٱللَّهِ وَرِسَٰلَٰتِهِۦ ﴾

[الجن : ٢٢، ٢٣]

''کہہ دیجئے کہ مجھے ہرگز کوئی اللہ سے بچا نہیں سکتا اور میں ہرگز اس کے سوا کوئی جائے پناہ بھی پا نہیں سکتا۔ البتہ میرا کام اللہ کی بات اور اس کے پیغامات (لوگوں کو) پہنچا دینا ہے۔'' (الجن:22۔23)

ہاں آپ صادع ہیں جو اپنے عزیز و اقارب کو بھی اللہ کا یہ پیغام سنا دیتے ہیں:

﴿ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ ٱلْأَقْرَبِينَ ﴾ [الشعراء : ٢١٤]

''اپنے خاندان کے قریب ترین اشخاص کو بھی ڈرا دیجئے۔'' (الشعراء:214)

ہاں وہ صادع ہے جس نے اپنے چچا کو صاف صاف کہہ دیا کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند لا کر رکھ دیں تو بھی میں اپنی بات سے لوٹنے والا نہیں۔ اسی صادع نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''بیٹی! اس دنیا میں جو مجھ سے لینا ہے لے لو' قیامت کے روز میں تمہارے کسی کام نہیں آسکوں گا۔''

باب:76

إِمَامَ الْمُرْسَلِينْ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'امام المرسلین' ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ تمام رسولوں کے امام ہیں۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنَا أَحْمَدُ وَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَ أَنَا الحَاشِرُ الَّذِي يُحْشَرُ النَّاسُ عَلَى قَدَمِي' وَ أَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ' فَإِذَا كَانَ يومُ الْقِيَامَةِ كَانَ لِوَاءُ الْحَمْدِ مَعِي وَكُنْتُ إِمَامَ الْمُرْسَلِينَ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ))

''میں احمد ہوں اور میں محمد ہوں' اور میں حاشر ہوں' جس کے قدموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے (یعنی میرے بعد قیامت آئے گی) اور میں ماحی ہوں' میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا' پس جس دن قیامت برپا ہوگی تو حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں رسولوں کا امام ہوں گا اور صاحبِ شفاعت ہوں گا۔'' (طبرانی)

اور قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ﴾ [البقرة: ٢٥٣]

''یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' (البقرہ:253)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تمام انبیاء کے امام ہیں' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام رسولوں کا بھی امام بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن و بشر میں سے کوئی ایسا پیدا نہیں کیا جو آپ کی

امامت سے باہر ہو۔ آپ قیامت کے روز بھی تمام رسولوں' نبیوں اور بنی نوع انسان کے امام ہوں گے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ قیامت کے روز حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا' یعنی میں ہی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے لئے منتخب کیا جاؤں گا اور میری حمد وثناء کے بعد ہی اللہ تعالیٰ شفاعت کا دروازہ کھولے گا اور لوگوں کا حساب کتاب شروع ہوگا۔ اس طرح میں تمام رسولوں کا امام' ان کا صاحب شفاعت ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام رسولوں اور نبیوں کے اوصاف گنوائے لیکن امام المرسلین کے اوصاف سب سے افضل رہے۔ آپ کی امامت' رسالت اور نبوت کے سامنے نہ کسی کی امامت چلے گی نہ رسالت اور نہ ہی نبوت۔ نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جنہوں نے تبلیغ میں مساعی فرمائیں لیکن ان کی مساعی اپنی قوم کے لئے تھیں' امام المرسلین کو حکم دیا کہ آپ فرما دیجئے کہ میں تمام بنی نوع انسان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ یعنی امام آپ ہی ٹھہرے۔ ابراہیم علیہ السلام جو قوموں کے باپ تھے' انہوں نے خانہ کعبہ بنایا اور حج کی آواز لگائی' لیکن حج کے ارکان کی تکمیل امام المرسلین کے ہاتھوں ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے عطیہ نبوت کی خوشخبری سن کر عرض کی تھی کہ یا اللہ! میرا سینہ کھول دے لیکن اللہ تعالیٰ نے امام المرسلین کو خود ہی فرما دیا کہ کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن نے فرمایا: ہم نے روح القدس سے اس کی مدد کی۔ امام المرسلین کے بارے میں فرمایا: ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لشکروں سے مدد دی جن کو انسانوں نے دیکھا ہی نہیں۔ اور پھر قرآن کی زبانی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کا مدعا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ایک ایسے رسول کی خوشخبری سنانے آیا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ یعنی جس طرح ایک عظیم رسول نے آپ کی بعثت کے لئے دعا کی اسی طرح ایک دوسرے عظیم رسول نے آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔ یہ تمام اعزاز صرف امام المرسلین کو ہی حاصل رہے۔ کوئی رسول ان اعزازات میں آپ کے مقام کو نہیں پہنچا۔ ایسے امام کی موجودگی میں جو لوگ ائمہ کی تقلید میں مر مٹنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں انہیں اپنا فیصلہ کرنے سے پہلے بہت دفعہ امام المرسلین کی طرف دیکھ لینا چاہئے۔

باب: 77

مصباح

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مصباح' ہے۔ مصباح کے معنی ہیں روشن' چمکتا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکتا دمکتا اور منبع نور تھا' اس لئے آپ مصباح کہلائے۔ قاضی سلیمان سلمان منصور پوری نے رحمۃ للعالمین میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو المؤید بروح القدس ہیں کا ایک شعر' مصباح (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نعت میں کہا ہے:

مَتٰی یَبْدُ فِی اللَّیْلِ الْبَهِیمِ جَبِینُهٗ   یَلُوحُ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجیَ الْمُتوقِّدِ

''جب شب تاریک میں اس کی پیشانی نمایاں ہوتی ہے تو روشن چراغ کی طرح چمکا کرتی ہے۔''

ہجرت کے دوران مصباح (صلی اللہ علیہ وسلم) اُم معبد خزاعیہ کے خیمے سے گذرے تو اس نے آپ کی روانگی کے بعد اپنے شوہر سے آپ کے حلیہ مبارک کا جو نقشہ کھینچا' وہ یہ تھا:

''چمکتا رنگ' تابناک چہرہ' خوبصورت ساخت' نہ توندلے پن کا عیب نہ گنجے پن کی خامی' جمال جہاں تاب کے ساتھ ڈھلا ہوا پیکر' بھاری آواز' لمبی گردن' لمبی پلکیں' سفید و سیاہ سرگیں آنکھیں' سیاہ سرگیں پلکیں' باریک اور باہم ملے ہوئے ابرو' چمکدار کالے بال' خاموش ہوں تو باوقار' گفتگو کریں تو پرکشش' دور سے (دیکھنے میں) سب سے تابناک و پر جمال' قریب سے سب سے خوبصورت اور شیریں کلام' گفتگو میں چاشنی' بات واضح اور دو ٹوک' نہ مختصر نہ فضول' انداز ایسا کہ گویا لڑی سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ درمیانہ قد' نہ ناٹا کہ نگاہ میں نہ جچے' نہ لمبا کہ ناگوار لگے۔ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ کی طرح ہیں جو سب سے زیادہ تازہ و خوش منظر ہے۔ رفقاء

آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے' کچھ فرمائیں تو توجہ سے سنتے ہیں' کوئی حکم دیں تو لپک کر بجالاتے ہیں' مطاع ومکرم' نہ ترش رو' نہ لغو گو۔" (زادالمعاد:54/2)

اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر احسان فرمایا' انہی میں سے ایک شخصیت کو رشد و ہدایت کے لئے مصباح بنا کر بھیجا۔ وہ اس مصباح کو چالیس سال سے جانتے تھے۔ اس لئے انہیں یقین تھا کہ وہ جو کہہ رہے ہیں' اس میں سچائی کے سوا کچھ نہیں۔ سچائی ہمیشہ بولتی ہے۔ مصباح کی سچائی نے آپ کے چہرے کو پرنور بنا دیا۔ آپ کے دشمن بھی اپنی امانتیں آپ کے حوالے کر کے پرسکون ہو جاتے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ نورانی چہرہ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتا۔ مصباح (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اکمل اور جامع تھا' اسی لئے کسی کو اعتراض کا یارا نہ تھا۔

مصباح (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا شدہ مصباح پیغام اس پیار و محبت' شفقت اور رحم دلی کے ساتھ اپنی اُمت تک پہنچایا کہ جس فرد نے ایک دفعہ سن لیا' اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان کئے بغیر اٹھ نہ سکا۔ آپ اتنے احسن انداز میں اللہ کا پیغام پہنچاتے کہ سننے والا دنگ رہ جاتا۔ مصباح (صلی اللہ علیہ وسلم) سے رشد و ہدایت اور رحمت سے استفادہ کرنے کی جس نے کوشش کی' کامیاب رہا۔ مصباح کے ہاں سچائی کے ایسے انمول پھول ہیں جو دل و جان کو پیارے ہیں۔ مصباح اپنے ساتھیوں کا ساتھ نہیں چھوڑتے اور جو آپ کے حلقہ اثر میں ایک دفعہ آ جاتا ہے' ان کے پیغام کی ترویج کے لئے جان کی بازی لگا دیتا ہے۔

مصباح (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی کلمہ توحید کی ترویج کی جو آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن و حکمت سے نوازا جس میں قیامت تک کے لئے رہنما اصول موجود ہیں۔ مصباح نے نہ صرف ان اصولوں کو بیان کیا بلکہ ان پر عمل کر کے بھی دکھایا۔ آپ نے اسلامی نظام حکومت کا ایسا کامل اور جامع نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا جس میں عدل و انصاف' راست بازی اور اپنوں اور غیروں کی خیر خواہی جاوداں رہتی ہے۔

باب:78

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'مبلغ' ہے جس کے معنی ہیں پیغام پہنچانے والا' تبلیغ کرنے والا۔ آپ اللہ کا پیغام تمام بنی نوع انسان تک پہنچانے والے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ۞ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۖ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُۥ ﴾

[المائدة: ٦٧]

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے' پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی۔'' (المائدہ: 67)

اللہ تعالیٰ نے مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حکم دیا کہ جو کچھ آپ پر نازل کیا جا رہا ہے' اسے بلا کم و کاست اور بلا خوف لومۃ لائم لوگوں تک پہنچا دیں' چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّمَا أَنَا مُبَلِّغٌ وَاللّٰهُ يَهْدِي))

''سوائے اس کے نہیں کہ میں مبلغ ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت دیتا ہے۔'' (طبرانی نے اس کو دو اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے جس میں ایک حسن درجے کی ہے)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَنْ حَدَّثَكَ أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ

فَقَدْ كَذَبَ))

''جو شخص یہ گمان کرے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ چھپا لیا' اس نے یقیناً جھوٹ کہا۔'' (صحیح بخاری:4612)

حجۃ الوداع کے موقع پر مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کے ایک لاکھ چالیس ہزار کے جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟'' انہوں نے کہا۔ ''نَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ بَلَّغْتَ وَ اَدَّیْتَ وَ نَصَحْتَ۔'' ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور ادا کر دیا اور خیر خواہی فرما دی۔'' آپ نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اَللّٰهُمَّ هَلْ بَلَّغتُ (تین بار) یا اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ (تین بار)۔ یعنی اے اللہ! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا' تو گواہ رہ' تو گواہ رہ' تو گواہ رہ۔'' (صحیح مسلم' کتاب الحج)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کو یہ شرف بخشا کہ انہی میں سے مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پیدا فرمایا۔ یہ انسانیت کی تکریم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لئے مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسی عظیم ہستی کو مبعوث فرمایا جو ان کے لئے باعث رحمت' باعث برکت اور باعث شفاعت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت فرمائی کہ یہود و نصاریٰ کو بتا دیں کہ وہ حق کو چھپا رہے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک مبلغ آنے والا ہے جس کی اطاعت ہی سے فلاح ممکن ہے۔ اگر کوئی شخص مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ سن کر ایمان نہیں لاتا یا اس کے عناد میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ آپ کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے۔ ہدایت نصیب کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مبلغ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فریضہ انجام دینے کے بعد یہ کام اُمت کے سپرد کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ لوگ حق سننے اور اسے برداشت کرنے میں جس قدر بخل سے کام لیتے ہیں اسی قدر اس کام کو کرنے میں عظمت اور شان زیادہ ہے۔

باب:79

سیّد الابرار

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'سیّد الابرار' ہے۔ جس کے معنی ہیں نیکوکاروں کے سردار۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں سب سے بڑھ کر متقی اور نیکی کے کام کرنے والے اور نیکی کے کام بتانے والے ہیں' اس لئے آپ نیکوکاروں کے سردار کہلائے۔

سیدالابرار نے فرمایا:

((وَاللّٰهِ إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلّٰهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ))

''واللہ! میں تم میں سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا اور سب سے بڑھ کر متقی ہوں۔'' (صحیح البخاری:5063)

سیدالابرار کا عظیم ترین کام تشکیل اُمتِ مسلمہ ہے۔ آپ کا فریضہ منصبی پورے عالم انسانیت کی سیرت کی تشکیل کرنا تھا۔ آپ مسلسل اوران تھک محنت اور جدوجہد کی بدولت عرب کی اجڈ قوم میں ایک ایسی جماعت تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو ذہنی وفکری' عملی اور اخلاقی لحاظ سے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچی۔ اسی کردار سازی کے نتیجے میں سیدنا ابوبکر' صدیق بنے۔ عمر بن خطاب' فاروق بنے۔ عثمان بن عفان' ذوالنورین بنے اور علی بن ابی طالب' حیدر کرار بنے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سیّدالابرار کی زندگی کا ایک ایک لمحہ یادالٰہی میں کٹتا تھا۔ سفر ہوتا یا حضر' گھر میں ہوتے یا مسجد میں' دسترخوان پر ہوتے یا میدان جنگ میں' ہر حال میں دل وجان سے ذکرالٰہی میں مصروف رہتے' اٹھتے بیٹھتے' کھاتے پیتے' سوتے جاگتے زبان پر تسبیح وتہلیل جاری رہتی۔ تہجد کی نماز اس ذوق وشوق سے پڑھتے کہ رات کا زیادہ تر حصہ اللہ کے

حضور کھڑے گزر جاتا۔ عجز و انکساری اور اللہ تعالیٰ کے حضور بلند ترین مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے اُمت کو درس دیا:

((لَا تُطْرُونِیْ كَمَا اَطْرَتِ النَّصَارىٰ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ' قُوْلُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ))

''خبردار! مجھے حد سے نہ بڑھانا' جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھایا مجھے تم اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہنا۔''

اسی سید الابرار نے یہود و نصاریٰ کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)).

''جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کے آگے تعظیماً کھڑے رہیں'' تو اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے۔'' (ترمذی)

اس فرمان نبوی نے ثابت کیا کہ بزرگوں کے لئے قیام کرنا ناجائز اور حرام ہے اور جو لوگ اپنی نیکی اور بزرگی کے زعم میں لوگوں کو اپنے سامنے صف باندھے کھڑا رکھتے ہیں' انہیں اپنے رویہ پر نظر ثانی کرنا چاہیئے' کہیں قیامت کے روز پچھتانا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دعا کرنے کا طریقہ یوں سکھایا:

﴿ رَّبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَـٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ﴾ [آل عمران: ١٩٣]

''اے ہمارے رب! ہم نے سنا کہ منادی کرنے والا آواز بلند ایمان کی طرف بلا رہا ہے کہ لوگو! اپنے رب پر ایمان لاؤ' پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! اب تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہماری موت نیکوں کے ساتھ کر۔'' (آل عمران:193)

باب:80

نَبِیُّ التَّوبَہ

(صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفاتی نام نامی اسم گرامی 'نبی التوبہ' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں' وہ نبی جو توبہ قبول ہونے کا سبب بنیں گے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے جو انہیں یاد رہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ فرمایا:

''میں محمد ہوں' میں احمد ہوں' میں حاشر ہوں' میں نبی الرحمۃ ہوں' میں نبی التوبہ ہوں' میں نبی الملحمہ ہوں۔'' (صحیح مسلم)

نبی التوبہ ہر لغزش سے پاک ہونے کے باوجود توبہ استغفار کرنے میں سب سے آگے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! آپ تو بالکل معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں پھر بھی آپ کہتے ہیں:

((رَبِّ اغْفِرْلِی وَ تُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ)) آپ نے فرمایا:

((اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا)) '' کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (مشکوۃ)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ ہیں۔ آپ کے ہاتھ پر لوگوں نے شرک وکفر اور رذائل سے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے انہیں رضی اللہ عنہم ورضوا کی نوید مسرت سنائی اور جنت کا وارث بنا دیا۔ صحابہ کرام کی نہ صرف اپنی توبہ قبول ہوئی بلکہ وہ نبی التوبہ کا لایا ہوا دین دنیا بھر میں پھیلا کر قیامت تک اُمت مسلمہ کی توبہ کا سبب بنے۔ نبی التوبہ نے فرمایا:

((وَاللّٰہِ إِنِّی لَاَ سْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَ اَتُوبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ اَکْثَرَ مِنْ سَبْعِینَ مَرَّۃً))

''اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور دن میں ستر بار سے زیادہ مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔'' (صحیح البخاری)

نبی التوبہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گناہوں سے پاک صاف ہونے کے باوجود دن میں ستر بار سے زیادہ استغفار اور توبہ کرنا عبد شکور اور نبی التوبہ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور آپ کا یہ عمل اُمت کو بھی توبہ اور استغفار کی تعلیم دیتا ہے۔ نبی التوبہ نے فرمایا:

((کُلُّ بَنِی آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَیْرُ الخَطَّآئِینَ التَّوَّابُونَ))

''تمام اولادِ آدم خطا کار ہے اور خطا کاروں میں سے وہ بہترین ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔'' (الترمذی)

نبی التوبہ ہونے کے ایک معنی یہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے لئے توبہ کا سب سے آسان اور سہل طریقہ لے کر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں' تب ان کی توبہ قبول ہو گی' چنانچہ ستر ہزار آدمی قتل ہوئے' تب اس قوم کی توبہ قبول ہوئی۔ (ابن کثیر) لیکن نبی التوبہ کی اُمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ إِلَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَٰلِحًا فَأُوْلَٰٓئِكَ يُبَدِّلُ ٱللَّهُ سَيِّـَٔاتِهِمْ حَسَنَٰتٍۗ وَكَانَ ٱللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ○ وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَإِنَّهُۥ يَتُوبُ إِلَى ٱللَّهِ مَتَابًا ﴾

[الفرقان: ٧٠، ٧١]

''اِلاّ یہ کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد دل اور زبان سے) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو' ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور رحیم ہے۔ اور جو شخص توبہ کرے اور نیک عمل کرے وہ تو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی طرف سچ

رجوع کرتا ہے۔“(الفرقان:70‘71)

اس آیت کریمہ میں پہلی توبہ کا تعلق کفر و شرک سے ہے جب کہ دوسری توبہ کا تعلق دیگر معاصی اور کوتاہیوں سے ہے۔ صحیح بخاری میں اس آیت کی شان نزول یوں بیان کی گئی ہے کہ قریش نے کہا کہ ہم نے تو شرک‘ قتل اور زنا سب کچھ کیا ہے‘ پھر ہمارے لئے دائرہ اسلام میں داخل ہونا کیا مفید ہوسکتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت نازل فرمائی کہ نبی التوبہ کے دین میں یہ سہولت رکھ دی گئی ہے کہ مرنے سے پہلے جو بھی سچے دل سے دین اسلام کو قبول کرتے ہوئے اسے اپنا لے گا‘ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (ابن کثیر)

معتبر سند سے طبرانی میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے‘ جس میں نبی التوبہ نے فرمایا: جو شخص توبہ کے بعد پورا نیک بن گیا تو اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے‘ نہیں تو اگلے پچھلے سب گناہوں کا مؤاخذہ ہوگا۔ نبی التوبہ نبی الرحمہ ہیں۔ آپ کے دین میں آسانیاں ہی آسانیاں ہیں‘ لیکن ان آسانیوں کا فائدہ تو اسے ہی ملے گا جو توبہ کے بعد نیکی کے لئے کوشش کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّمَا ٱلتَّوْبَةُ عَلَى ٱللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسُّوٓءَ بِجَهَٰلَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُو۟لَٰٓئِكَ يَتُوبُ ٱللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ○ وَلَيْسَتِ ٱلتَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ ٱلسَّيِّـَٔاتِ حَتَّىٰٓ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ قَالَ إِنِّى تُبْتُ ٱلْـَٔـٰنَ وَلَا ٱلَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُو۟لَٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ [النساء: ۱۷، ۱۸]

”اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کرگزریں پھر جلد اس سے باز آجائیں اور توبہ کریں‘ تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے‘ اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔ ان کی توبہ نہیں جو برائیاں کرتے چلے جائیں یہاں تک جب ان میں سے کسی کی پاس موت آجائے تو کہہ دے کہ میں نے اب توبہ کی‘ ان کی توبہ بھی قبول نہیں جو کفر پر ہی مرجائیں۔“(النساء:17-18)

اختتام اور دعا

مقدمہ میں ہم نے عرض کیا تھا کہ اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف وہ اسماء شامل کئے جائیں گے جن کے بارے میں اطمینان اور تسلی کر لی جائے گی کہ یہ ذاتی وصفاتی اسماء آپ کے لئے قرآن وحدیث یا صحابہ کے کلام میں استعمال ہوئے ہیں۔ تحقیق وجستجو کے بعد صرف اسّی اسماء تلاش کر پائے ہیں جن کے معانی اور مفہوم سیرت طیبہ کے حوالے سے ہمارے لئے عظیم درس رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض کتب میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اسماء بیان کئے جاتے ہیں لیکن ان کی اصل ناپید ہے یا ہم ان تک رسائی حاصل نہیں کر پائے۔ لہٰذا ان اسماء کو شامل کتاب کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ اصل مدعا سیرت کے حوالے سے آپ کے افکار کو تازہ کرنا تھا' سو اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے۔

کلمہ اختتام یہ دعا ہے کہ جس حسن نیت سے یہ نیک کام کیا گیا ہے' اللہ تعالیٰ اسے شرف قبولیت عطا فرمائے اور جہاں کہیں کوئی غلطی یا کمزوری رہ گئی ہو' باری تعالیٰ اپنے خاص فضل وکرم سے اس سے درگزر فرمائے اور قارئین کتاب کو حبِ رسول کریم اور اتباع اسوہ حسنہ کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

((وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ))

☆☆☆☆☆

فہرست مصادر

اس کتاب کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

تفاسیر:

1. تفسیر ابن کثیر — از حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر رحمہ اللہ
2. تفسیر احسن التفاسیر — از مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی رحمہ اللہ
3. تفسیر فی ظلال القرآن — از سید قطب شہید رحمہ اللہ
4. معارف القرآن — از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ
5. تفہیم القرآن — از حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ
6. تفسیر احسن البیان — از مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ
7. ترجمہ قرآن مجید — از سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ

کتبِ احادیث:

1. صحیح البخاری — از امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری
2. صحیح مسلم — از امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیر ی
3. جامع الترمذی — از امام حافظ ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ ابن موسیٰ الترمذی
4. سنن النسائی — از امام حافظ ابی عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی ابن سنان النسائی رحمہ اللہ
5. مجمع الزوائد ومنبع الفوائد — از حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی

کتب سیرت:

1. رحمت للعالمین	از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
2. الرحیق المختوم	از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
3. محسن انسانیت	از نعیم صدیقی
4. تجلیات نبوت	از مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری
5. مہر نبوت	از قاضی محمد سلیمان منصور پوری
6. مختصر زاد المعاد	از شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

دیگر:

خصائص المصطفیٰ	از صادق بن محمد بن ابراہیم / مکتبہ الرشد، ریاض
تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ)	از علامہ حافظ ابوالفد اعماد الدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی
لسان العرب	از ابن منظور
فیروز اللغات	مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی
ماہنامہ محدث	لاہور

☆☆☆☆☆
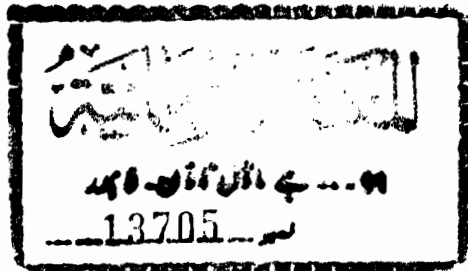
ضروری یادداشت

اَسماءُ الرسُولﷺ
اس کتاب میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ مشہور اسم گرامی محمد اور پھر احمد ہے جو آپ
کے ذاتی اسماء ہیں۔ان کے علاوہ آپ کے متعدد صفاتی اسماء قرآن کریم' احادیث اور
عرب شعراء کے کلام میں بیان ہوئے ہیں۔ حافظ شمس الدین سخاوی' ابن دحیہ اور قاضی
محمد سلیمان سلمان منصور پوری جیسے مشہور محدثین اور سیرت نگاروں نے آپ کے ذاتی و
صفاتی اسماء پر کتب تصنیف کی ہیں۔
الاسماء الحسنٰی کی ایک اپنی چاشنی ہے' ان کا مقابلہ اسماء الرسول کے ساتھ کرنے والے
کج بحثی کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ خالق و مخلوق کی صفات میں مماثلت تلاش کرنے
والے صرف اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول اور نبی پر بارش کے
قطروں' درختوں کے پتوں' اور ریت کے ذروں سے زیادہ اپنی رحمتیں نازل فرمائے کہ
آپ نے اپنے نام کو اسماء حسنٰی میں شامل نہ کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کو اجاگر کیا۔
اسماء الرسول جہاں محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کی ترجمانی کرتے ہیں وہاں
آپ کی سیرت طیبہ پر بھی بھرپور روشنی ڈالتے ہیں۔ کتاب میں اسی پہلو کو مدنظر رکھتے
ہوئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے نقش و نگار مختصراً پیش کیے گئے ہیں
اور صرف انہی اسماء کو شامل کتاب کیا گیا ہے جو قرآن و حدیث اور مشہور شعراء کے
کلام سے ثابت ہیں۔
ISBN: 9960-897-34-6